# فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے؟

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝

ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ قرآن سے اس طرح منہ موڑے ہوئے ہیں
جس طرح بدکنے والے گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ۷۴:۴۹،۵۱

## Part 2

www.scribd.com/deeneislaam

# فہرست


| نمبر شمار | | صفحہ |
|---|---|---|
| 1 | پیش لفظ | 4 |
| 2 | غیر قرآنی علوم نے ہم سے اپنے پرائے کی تمیز چھین لی | 11 |
| 3 | تاریخ کے تلا طم میں | 16 |
| 4 | علم الروایات پر قرآن کا نام رکھنے کی چوری | 32 |
| 5 | قرآن کیسے جمع ہوا؟ | 34 |
| 6 | بخاری کی فقہ سے بخاری کا تعارف | 50 |
| 7 | فضائل قرآن کی آڑ میں قرآن دشمنی | 52 |
| 8 | امام بخاری کی فقہ کے مطابق تقیہ جائز ہے | 54 |
| 9 | امام بخاری اور اس کے اساتذہ کا اصحاب رسولؐ سے بغض | 59 |
| 10 | امام بخاری کا رسول اللہ کو امام کا لقب دینا | 61 |
| 11 | ویکھی جا تقیہ دے رنگ | 66 |
| 12 | روایت افک یعنی تہمت والی حدیث | 73 |
| 13 | امام اعظم سے بھی مل کر دیکھیں | 92 |
| 14 | قرآن کی معنوی تحریف کے انداز اور حدیث سازوں کا اندرونی چہرہ | 103 |
| 15 | وفات رسولؐ کے وقت بھی رسول کی قرآن پر بے اعتمادی دکھانا | 111 |
| 16 | قرآن دشمنی پر مناقب کا غلاف | 114 |
| 17 | علیؓ سے بغض نہ رکھو | 115 |
| 18 | رسول اللہ کے تعارف کا ایک خانقاہی انداز | 116 |

| | | |
|---|---|---|
| 19 | جنگ خیبر از روئے قرآن لگی ہی نہیں | 122 |
| 20 | قرآنی حقائق کی روشنی میں جعلی تاریخ کا تجزیہ | 127 |
| 21 | رسول اللہ کے خواب قرآن کے خلاف کیوں | 140 |
| 22 | اصحاب رسولؐ پر قرآن پر عمل نہ کرنے کا الزام | 144 |
| 23 | پیدائش آدم سے متعلق حدیثوں کی بتائی ہوئی تاریخ | 146 |
| 24 | عورت کی بچہ دانی میں ملائک | 148 |
| 25 | عورتیں مرتے دم تک نہیں سدھریں گی | 149 |
| 26 | علم آثار قدیمہ کے بارے میں حدیثوں کی قرآن سے ٹکر | 153 |
| 27 | چوری اور زنا جنت ملنے میں رکاوٹ نہیں بنیں گے | 158 |
| 28 | حدیث ساز اماموں کے علم کا دیوالیہ پن | 161 |
| 29 | حدیث سازوں کی یونس علیہ السلام کے کردار پر انگشت نمائی | 165 |
| 30 | رسول اللہ پر مکھیوں کا جوس پلانے کا الزام | 166 |
| 31 | مکھیوں کا جوس پیو اور کتے مارو | 169 |
| 32 | تصویر سازی، تمثال سازی، فوٹوگرافی جائز ہے | 175 |
| 33 | راگ، موسیقی اور زیب و زینت کے لئے شیو وغیرہ جائز ہے | 178 |
| 34 | کھڑے ہوکر کھانا جائز ہے | 190 |


☆☆☆☆

# پیش لفظ

## غیر قرآنی علوم کا ہماری تربیت پر منفی اثر

اللہ عزوجل نے انسان کو اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا کا حکم دے کر جب جنت ارضی سے بے دخل کیا تو آئندہ کے لئے فرمایا کہ میری ہدایات تمہاری طرف آئیں گی جو ان کی اتباع کرے گا وہ عذاب اور انتقام سے بچ جائے گا۔ آگے چل کر انسان کی تاریخ نے بتایا کہ انسان خسارے میں ہے۔ وہ اس طرح کہ اس نے اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کو پس پشت ڈال کر اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو اذیتیں پہنچائیں اور وحی کی تعلیم میں ملاوٹ کا ارتکاب کیا۔ صحیفوں کو گم کیا۔ اس انسانی بغاوت کی بڑی لمبی تفصیل ہے جس کی نشان دہی کرتے ہوئے خود قرآن نے فرمایا کہ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ 4/46 یہاں قرآن نے وحی میں ان کے تحریف کے طور طریقوں کا انکشاف کیا ہے۔ رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں سے ان طاغوتی عناصر کی جنگوں اور لڑائیوں کی تفصیل قرآن ہی نے بیان فرمائی ہے۔ اللہ نے جب انبیاء اور رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ بند کرنا چاہا تو آخری نبی کی معرفت خاتم الکتب آخری کتاب، قرآن حکیم نازل فرمائی تو اس کی حفاظت کرنی لازم تھی کیونکہ انسانوں کے اگلے تجربوں سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ ہدایت پر چلنے کے لئے آسمانی مداخلت کے لئے تیار نہیں اور ایسی ہدایت کی کتابوں کو بھی وہ نیست و نابود کرتے آئے ہیں۔ مستقبل میں اللہ نے چونکہ علم و عقل کے حساب سے انسانیت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا تھا اس لئے اُن کی رہنمائی (کتاب) کو استحصالی مافیا کی دست برد سے بچانا تھا جس کے متعلق قرآن نے وضاحت کی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ 3/21

یعنی جن لوگوں نے آیات اللہ سے کفر (انکار) کیا ہے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے

(اذیتیں دیتے) رہتے ہیں اور لوگوں میں سے جو افراد عدل وانصاف کے قیام وحصول کے لئے کوشش کرتے ہیں اور آواز بلند کرتے ہیں اور انصاف کے فیصلوں کے احکام جاری کرتے ہیں انہیں یعنی انصاف کرنے والے منصفوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ تو ایسے سفاکوں کو بتادو کہ تمہارا بھی وقت قریب ہے جب تم سے بدلہ لیتے وقت تمہیں بھی دردناک عذاب دیا جائے گا۔

یہاں اللہ اپنے مومنین کی جماعت کو بھی تسلی دے رہا ہے کہ تمہارے دشمنوں کو ہم ایسے بے لگام نہیں چھوڑیں گے۔ ان کو واضح طور پر بتادیں کہ تم سے بھی تمہاری کارستانیوں کا ٹھیک ٹھیک بدلہ لیا جائے گا۔ ان قرآن دشمنوں کی پہلی سازش تو یہ رہی ہے کہ یہ اپنی بنائی ہوئی حدیثوں کے ذریعہ قرآن کے بارے میں یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ کتاب وہ نہیں ہے جو رسول اللہ کے زمانہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس کے ثبوت کے لئے قارئین سے التجا ہے کہ وہ براہ راست کتاب بخاری پڑھ کر دیکھیں کہ اس میں کیسے کیسے روایت بازی کے حیلوں سے اس موجودہ قرآن کو جناب عثمانؓ کا تیار کردہ اور قریش کی مخصوص لغت والی کتاب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بخاری کے اندر جن جن حدیث ساز اماموں کی ایسی روایات ہیں ان سب نے گویا کہ آسمان کی طرف تھوکا ہے، قرآن ان سب کے جواب میں فرماتا ہے کہ:

یہ کتاب عثمانی بیاض نہیں ہوسکتی۔ اے محمدؐ دنیا والوں کو سنادو۔ **قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝** 17/88 سارے جن اور انسان اکٹھے ہو جائیں (یعنی شیعہ سنی سب امام اکٹھے ہو کر بھی) اس قرآن جیسی کتاب نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ یہ لوگ ظاہر میں جدا جدا فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں لیکن اگر مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکیں گے۔ فرمایا۔ **وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ** (2/23) اور اگر تم لوگ اس کلام سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے شک میں پڑے ہو تو تم بھی ایک سورۃ اس جیسی بنالاؤ۔ اس آیت کریمہ میں تحدی **مما نزلنا** کی کی گئی ہے جس میں مفہوم اور الفاظ دونوں شامل ہیں۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب عثمانؓ کی کیا مجال تھی، جناب صدیق اکبرؓ اور عمر



فاروقؓ کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں خود اللہ کی رہنمائی میں اللہ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع شدہ **(ان علینا جمعه وقرآنه)** بدلیں اور رسول کی موجودگی میں جس قرآن کی ہزاروں کی تعداد میں مرتب مجموعہ کے تحریری نسخے مملکت اسلامیہ میں قریہ بہ قریہ شہر بہ شہر بانٹے ہوئے نسخوں کو وہ کس طرح بدل سکتے تھے؟ بخاری کی حدیثیں جھوٹی ہیں کہ رسول قرآن کو منتشر حالت میں لکڑیوں، پتھروں، ہڈیوں، پتوں پر لکھا ہوا غیر کتابی شکل میں چھوڑ کر وفات پا گئے تھے۔ اللہ ایسے قرآن دشمن اماموں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ۔ **مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ** 3/119 قرآن سے بغض رکھنے والو! ڈوب مرو۔ قارئین کرام موجودہ درس نظامی جو ہندو پاک اور بنگلہ دیش وافغانستان کے دینی مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے اس میں جو عقائد سکھانے کی کتاب بنام شرح عقائد پڑھائی جاتی ہے اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ موجودہ قرآن کا مفہوم اللہ کا نازل شدہ ہے لیکن یہ الفاظ اللہ کے نہیں ہیں۔

واضح ہو کہ اس کا مصنف نسفی صاحب ایران کا علامہ ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ پہلے شیعہ تھا بعد میں سنی بنا ہے۔ جبکہ میری تحقیق میں شیعہ سنی دونوں اداروں کے امام قرآن دشمن ہیں۔ اس کا ثبوت میں اس کتاب کے پہلے حصہ میں دے چکا ہوں۔ اہل سنت کی کتابوں بخاری، مسلم، ابن ماجہ وہدایہ سے۔ اب مزید دلائل اس حصہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور قرآن کے الفاظ غیر منزل من اللہ بنانے اور غیر خداوندی بنانے میں جو سازش پنہاں ہے وہ اہل علم سمجھ سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس طرح سے ان معانی کو الفاظ کا دوسرا قالب بھی دیا جاسکتا ہے۔ جیسے **تفکروا** کے بجائے **تدبروا**۔

جناب عالی! یہی حیلہ ہے قرآن میں تحریف کرنے کا۔ آپ نے قرآن میں اگلی امتوں کے محرفین کی ہیرا پھیری کا ذکر پڑھا ہوگا کہ وہ: **يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ** 4/46 یعنی وہ جملے اور الفاظ بدل دیتے تھے۔ تو قرآن دشمن فارسی اماموں نے بھی قرآن کے کلمات اور الفاظ کو تبدیل کرنے کے لئے یہ چکر چلایا ہے کہ معانی جدا چیز ہیں الفاظ جدا۔ میں نے اس سے پہلے احتجاج کیا تھا کہ مدارس عربیہ دینیہ کا موجودہ نصاب تعلیم، قرآن کا دشمن ہے۔ اسے ختم کیا جائے اور قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کا دوسرا نصاب وضع کیا جائے جو کہ حقیقت میں قرآن کی شکل میں پہلے ہی سے موجود ہے اور موجودہ مروج

نصاب درس نظامی پر بڑی نگران ہے۔ دشمن نے اسے منوانے اور محفوظ کرنے کے لئے مسلم امت کی پوری تاریخ جعلی بنائی ہوئی ہے۔ مسلم امت کی تاریخ وفات رسولؐ سے لیکر آج تک کی جعلی، من گھڑت اور افسانوی ہے۔ لیکن وفات رسول کیوں؟ خود دور رسالت بلکہ اس سے بھی پہلے دور جاہلیت میں بھی عربوں کی، مکہ مدینہ کی، حجاز کی غلط اور مصنوعی تاریخ لکھی گئی ہے۔ تاکہ یہ سامراج والے قرآن کے مخالفین اپنے مفادات والے تحریف شدہ نتائج گھڑ سکیں۔ اس جعل سازی کے موضوع پر اگر تحقیق کی جائے تو کئی بت پاش پاش ہوتے نظر آئیں گے۔ ہمارے مذہبی پیشواؤں کو تو علم ہی نہیں ہے کہ ان پر کس طرح کیمرے، ایکسرے مشینیں، اور تجزیاتی الٹرا ساؤنڈ مشینیں فٹ کی ہوئی ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ جناب محمود احمد عباسی مرحوم نے ان سامراجیوں کے تیار کردہ موجودہ اور مروج تاریخی ذخیرہ کے تضادات کی روشنی میں کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' لکھی اور اس کا مسودہ تجزیہ کے لئے مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب قاری محمد طیب مرحوم جو مدرسہ کے بانی نانوتوی صاحب کے پوتے تھے اسے پیش کیا اور اس پر مقدمہ لکھنے کی بھی گزارش کی گئی۔ قاری صاحب کو عباسی صاحب کی تحقیق بہت پسند آئی اور اس نے کتاب پر لکھے ہوئے اپنے مقدمہ میں عباسی صاحب کی بڑی تعریف کی اور اس کے اخذ کردہ نتائج کی بھرپور تائید کی۔ اچھا ہو گا کہ کوئی شخص قاری صاحب کی وہ تائید اور تعریف خود پڑھے، جسے میں یہاں نقل نہیں کر رہا ہوں۔ وہ کتاب قاری محمد طیب صاحب کے مقدمہ سمیت جب چھپ کر مارکیٹ میں آگئی تو اس سے پورے برصغیر میں تہلکہ مچ گیا۔ پھر کیا تھا کہ جناب قاری محمد طیب صاحب کو مدرسہ دارالعلوم کے لئے جو سیٹھ لوگ چندے دیتے تھے اور ان میں بالخصوص بمبئی کلکتہ کے خوجے اور تقیوں کے برقع میں چھپے ہوئے اندر سے پتہ نہیں کن کن نام نہاد محبان اسلام نے قاری صاحب کے ہاں احتجاج کیا کہ یہ آپ نے اس کتاب کے مقدمہ میں جمہور امت اور مشاہیر عالم اسلام سے کس طرح منہ موڑا ہے۔ یہ بات تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ان چندہ دینے والوں کی رقومات کو قرآن۔ **ثَمَناً قَلِيْلًا** سے تعبیر کرتا ہے۔ لیکن ہم بھکاریوں کے لئے وہ **ثمنا کثیر** ہوتا ہے۔

پھر جناب قاری صاحب نے اپنے مقدمہ والے مضمون کے خلاف دوسرا تردیدی قسم کا مضمون لکھا جسے آپ رجوع کرنے کی اصطلاح میں بھی بیان کر سکتے ہیں اور وہ



اپنے مدرسہ کے رسالہ میں شائع کر کے ان چندہ دہندگان میں بانٹا جب جا کر کہیں ان کی امداد جاری رہیں۔ ادھر عباسی صاحب کی کتاب ہاتھوں ہاتھ بک کر ختم ہو گئی تھی۔ اس نے نئے ایڈیشن چھپواتے وقت قاری صاحب کا لکھا ہوا پہلا مقدمہ اور اس کی تردید میں قاری صاحب کا شائع کردہ دوسرا مضمون یہ دونوں ملا کر نئے ایڈیشن میں شامل کر دیئے۔

محترم قارئین! مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب انگریزوں کے باغی اور 1857ء کی جنگ آزادی کے کمانڈر تھے اور بغاوت میں ناکامی اور شکست کے بعد وہ یہ مدرسہ قائم کرتے ہیں اور مدرسے کے مستقبل کے لئے لکھتے ہیں کہ اس ادارہ کے لئے ہمیشہ کے واسطے حکومت وقت سے ہمیں کوئی مالی مدد اور گرانٹ نہیں قبول کرنی ہو گی۔ سو جناب عالی ان معموں کو سمجھنے کے لئے ٹارچ شدہ کھوپڑی چاہیے۔ میں کیا عرض کروں، قارئین میں تو خود دیوبندی مکتبہ فکر والوں کا شاگرد ہوں اور آج بھی شیخ الہند کی مساعی جمیلہ کا پرستار ہوں اور جمعیت علماء ہند کی قبل از تقسیم کی معروضی حالات کے لئے سیاسی پالیسیوں کو اپنا آئیڈیل منشور سمجھتا ہوں۔ جہاں تک چھپ چھپا کے **ثَمَنـا قَلِيْلًا** دینے کی بات ہے تو اسے قارئین کو سمجھانے کے لئے عرض ہے کہ جب مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند کے وفات کے بعد بھی انگریز دشمن گروپ مدرسہ پر حاوی رہا تو مدرسہ کے انگریز دوست گروپ کے لیڈر شبیر احمد عثمانی صاحب نے مدرسہ کے انگریز دشمن گروپ کے مقابل اپنی ناکامی کو محسوس کرتے ہوئے مدرسہ کے شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری کو شیشے میں اُتارا اور اسے تیار کیا کہ علاقہ سورت کے شہر ڈابھیل میں دیندار لوگوں کا تقاضا ہے کہ ان کے ہاں دینی تعلیم کا ادارہ کھولا جائے۔ اس طرح سے دیوبند کے انگریز دوست گروپ نے مدرسہ دارالعلوم کی پرکشش علمی شخصیت انور شاہ کشمیری کو ہائی جیک کر کے ڈابھیل میں جا کر متوازی مدرسہ قائم کیا تو اس موقع پر لندن ٹائمز اخبار نے ایک ایڈیٹوریل نوٹ لکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے انگریز دشمن مولوی ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اب ہمارے دوست علماء نے ڈابھیل شہر میں دینی تعلیم کا ادارہ کھولا ہے۔ اس لئے دیوبند کی ہمارے خلاف ہلچل ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی۔ یہ اور بات ہے کہ ان دنوں مولانا حسین احمد مدنی صاحب مدینۃ المنورہ میں پڑھاتے تھے تو مفتی کفایت اللہ صاحب والجماعت نے انہیں وہاں سے ہندوستان میں لا کر شیخ الہند کی جگہ پر جمعیت علماء ہند کا صدر بنایا اور انور شاہ کشمیری کی جگہ پر

شیخ الحدیث کی مسند حوالے کی۔ اس طرح ڈہابیلی سازش کے آگے بند باندھ لیا۔ چلتے چلاتے یہ بھی جان لیجئے کہ سورت کے سیٹھ کون لوگ ہیں؟ جناب عالی! یہ وہ تاجر ہیں جنہیں ولایتی مال کی ایجنسی اور پرمٹیں ملی ہوئی تھیں اور ان تجارتی پرمٹوں کے پس منظر میں انگریز بہادر اور عالمی سامراج کی یہ شرائط ہوتی تھیں کہ آپ غلام ہندوستان میں ہمارے دوست علماء دین، سیاستدان، خانقاہوں کے سجادہ نشین اور تبلیغ دین کی خدمت کرنے والوں کو ان کی مطلوبہ رقوم دیتے رہیں گے۔

ادھر خانقاہوں کے ایجنٹ پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ بھائی کیا کہنا، خانقاہ کے فقیر بھوک سے پریشان تھے، اچانک گاڑی میں پکی پکائی بریانی کی دیگ آگئی۔ بس یہ اللہ والوں کی کرامات ہیں۔ جبکہ ایسی دیگیں بھیجنے والے مل مالکان کے مزدور، بچوں سمیت گزر معاش میں پریشان رہتے تھے۔ ان کی اُجرت میں سیٹھ لوگ ایک دمڑی بھی نہیں بڑھاتے تھے۔ لیکن خانقاہوں کو نذرانے ضرور دیتے تھے۔

معزز قارئین! صدیوں سے ہمارا وجود ملی اور جسم ملی دشمنوں کے تیروں سے چھلنی ہے۔ مجھے معاف کیا جائے اب تو فرشتوں کی بھی عبائیں قبائیں تار تار کر کے ان کا اصل چہرے کی نقاب کشائی کی کوشش کریں گے۔ اب ہمیں ان کے فتوؤں کا کوئی خوف نہیں۔ یہ لوگ اپنے سامراجی آقاؤں کی عدالتوں سے ہمیں نہ ڈرائیں۔ ان لوگوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایات پر علم حدیث کا نام رکھ کر قرآن کے ساتھ دجل کیا ہے اور شرک بالقرآن کیا ہے۔ انہوں نے اپنے نام نہاد علم حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تبرا کیا ہے۔ امہات المومنینؓ پر تبرا کیا ہے۔ اصحاب رسول پر تبرا کیا ہے۔ ہم سرِ بازار اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان اہل فارس کی روایات والے علم حدیث کے منکر ہیں۔ ہم ان سے اللہ کے دیئے ہوئے قرآن کی توہین کا بدلہ ضرور لیں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ان روایت بازوں نے جو توہین کی ہے ہم اس کا بدلہ ضرور لے کر رہیں گے۔ ہم امہات المومنین اور اصحاب رسول کی بے حرمتی والی روایات کا بدلہ ان کذابوں اور دجالوں سے ضرور لیں گے۔ انہوں نے امامت کے غلافوں میں جو اپنے اسلام دشمن اصلی مانوی اور زرتشتی مذہب والے مُہرے چھپائے ہوئے ہیں ان کی نقاب کشائی ہم پر واجب اور فرض ہے۔ ہم اب امت محمدیہ کو سمجھائیں گے کہ کوئی بھی حنبلی، حنفی، مالکی، جعفری، شافعی فقہ ہمارا



حَكَمٌ نہیں ہے۔ ہمارا جج اور عادل نہیں ہے۔ ہمارے فیصلوں کا قانون نہیں ہے۔ ہمیں حکم ہے اللہ کی طرف سے کہ گریبان کھول کر میدان میں نعرہ لگاؤ کہ

ادھر آؤ ظالم ہنر آزمائیں    تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

انہیں بتاؤ کہ اب کوئی ہمیں تعزیرات کی دھمکیوں سے نہ ڈرائے۔ ہمیں حکم ہے کہ بانگ دہل کہیں۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا 6/114 ہم کسی غیر اللہ (فارسی نژاد امام کی فقہ کو) حَكَمٌ نہیں مانیں گے اور عدالتی قوانین کے لئے نصاب اور منشور تسلیم نہیں کریں گے۔ ان فارسی روایت ساز اماموں کی حدیثوں کو قرآن کی شرح اور تفصیل قبول نہیں کریں گے۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا اپنا قرآن مفصل تفسیر شدہ ہماری طرف بھیجا ہے۔ یہ مافیا کے اماموں کا جھوٹ ہے کہ ان کی حدیثیں قرآن کی تفسیر کے لئے ہیں۔ قرآن نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا 25/33 یعنی کوئی بھی طالع آزما ایسا کوئی سوال اور اشکال پیش نہیں کر سکتا جس کی قرآن نے بہتر سے بہتر اور احسن طریقہ سے تفسیر نہ کی ہو۔ بلکہ مروج علم حدیث پر ہمارا اعتراض ہے کہ اس میں کئی جھول ہیں کئی مغلق باتیں ہیں یعنی علم حدیث قرآن کی کیا تفصیل کر سکتا ہے وہ تو خود ہی مجمل اور متضاد ہے اور محتاج تفصیل ہے اور ساتھ ساتھ خلاف قرآن بھی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو قرآن نے صِدِّيْقًا نَّبِيًّا 19/41 کہا ہے۔ بخاری نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ قرآن نے رسول اللہ کے ساتھیوں کو رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کہا ہے اور ان حدیث سازوں نے فرضی اور من گھڑت مشاجرات (لڑائی جھگڑے) کے صحابہ کرام پر ابواب کے ابواب لکھے ہیں۔ قرآن نے حاملین قرآن کو بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ 80/15,16 کہا ہے جبکہ امام مسلم نے قرآن پڑھنے والوں کو شیطان کہا ہے اس طرح کی کئی مثالیں اس کتاب میں ہیں جو آپ دیکھیں گے۔

محترم قارئین! اس کتاب کے حصہ اول میں قرآن مخالف حدیثوں کی تعداد نہایت کم تھیں۔ اس لئے لکھا تھا کہ مزید کچھ روایات دوسرے حصہ میں لاؤں گا۔ وہ وعدہ میں اس حصہ دوم سے پورا کر رہا ہوں۔ لیکن ایسی قرآن دشمن روایات اتنی زیادہ ہیں جتنی

کتب احادیث کی ضخامت ہے۔ ویسے ہر سمجھدار آدمی تقابلی مطالعہ سے اہل فارس کے علم حدیث سے ان کی قرآن دشمنی کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن مدارس عربیہ میں پڑھنے کے لئے جو طلبہ جاتے ہیں تو اہل مدرسہ ان کو تصوف کے بیجا آداب کے ایسی ڈوز دیتے ہیں کہ وہ مفلوج الذہن ہو کر مافیا کے ان امامور کو ہی ''دین'' سمجھ بیٹھتے ہیں اور قرآن تک ان کی رسائی ہوتی ہی نہیں۔ سو ان کی فہم اور بصیرت کے لئے میں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔

علامہ اقبال نے ان کے لئے فرمایا تھا کہ ۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

میرے ایک دوست نے کہا کہ بھیک مانگنے پر گزارہ کرنے والوں سے کوئی مفید امید نہ رکھی جائے۔ قرآنی فکر کے نفاذ اور ترویج کے لئے جو لوگ اپنی قوت بازو سے رزق حلال کما کر کھائیں گے وہی کام کے آدمی ہوں گے۔ سرمایہ داروں کے سامنے دست احتیاج پھیلانے والوں سے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لیکن اس کے باوجود میں نے یہ چند سطور اس لئے لکھی ہیں کہ ۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی باشد شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

خاکساران جہاں را بحقارت منگر تو چہ دانی کہ دراین گرد سوار باشد

## ﴿غیر قرآنی علوم نے ہم سے اپنے پرائے کی تمیز چھین لی﴾

اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت انسانی ہدایت کے لئے وحی کی رہنمائی کی آخری کتاب خاتم الکتب قرآن حکیم قیامت تک کے لئے دے دی، اور فرمایا کہ اس کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں آگے بڑھو عقل و شعور کی روشنی میں اپنے مستقبل کو درست بناتے چلو۔ فرمایا کہ یہ کتاب تمہیں ظلمات (اندھیروں) سے روشنی ''نور'' کی طرف تمہارے راستوں کو منور کرتی چلی جائے گی۔ اس کتاب میں اس طرح کے کئی اعلان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے مختصراً کچھ مثالیں عرض کرتا ہوں۔

فرمایا کہ اب آئندہ کے لئے ہمیشہ کے واسطے غلام سازی کے منبع اور سرچشمہ یعنی لڑائیوں میں مخالفین کو قید کر کے انہیں غلام بنانے پر مستقل طور پر ہم بندش لگاتے ہیں **مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى 8/67** اور دنیا سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے



عفریت کو پیدا ہونے اور پنپنے سے روکنے کے لئے اعلان فرمایا کہ دولت کا سرچشمہ زمین ہے یہ کسی کی مخصوص جاگیر نہیں۔ **وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ 55/10** اس زمین کو اللہ نے جملہ انسانوں کی پرورش کے لئے یکساں طور پر وضع فرمایا ہے۔ ان کے نفع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ **سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ 41/10** کے برابری والے اصول پر تقسیم کرو اور کمائے بغیر گھر بیٹھے کسی کو امیر بننے کی اجازت نہیں۔ **كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ 74/38** ہر شخص اپنے کسب کی مقدار کے موافق حصہ لے۔

دنیا والو! سن لو! یاد رکھو! کہ کمائی کا آلہ، کمائی کا ذریعہ، حصول دولت کا ذریعہ نہ سونا ہے، نہ چاندی ہے، نہ کوئی رائج الوقت سکہ ہے۔ **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى 53/39** انسان کی محنت اور سعی اس کی پراپرٹی ہے۔ محنت ہی اس کی دولت ہے محنت ہی اس کی جائداد ہے۔ بغیر محنت کے کوئی بھی کسی حصہ کا مالک نہیں بن سکتا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ کسی بھی طاقتور کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کمزور کو جبر سے محکوم بنائے۔ اس لئے فرمایا کہ **لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا 4/19** یعنی عورتوں پر اپنی ملکیت مسلط کرنے کی، کسی طرح کا جبر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ بھی قرآن حکیم نے اعلان فرمایا کہ نابالغ بچوں کی شادی کرنا ناجائز ہے۔ دنیا والو! سن لو! یتیم بچوں کو انکا ورثہ کا مال اسوقت حوالے کیا جائے جس وقت وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں۔ اس کے لئے فرمایا کہ **وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ 4/6**

یہاں قرآن حکیم نے یتیموں کو مال حوالے کرنے کی عبارت میں **دلالة النص** اور **اشارة النص** کے اسلوب سے یہ بھی سمجھا دیا کہ نکاح کی عمر تو بلوغت ہے ہی لیکن اس بلوغت کی عمر میں دولہا اور دلہن کی تربیت و تعلیم بھی ایسی ہو کہ وہ سماجی زندگی کا فہم بھی ایسا رکھتے ہوں جنہیں باقاعدہ ہدایت یافتہ اور تربیت یافتہ قرار دیا جا سکے۔

محترم قارئین ویسے تو یہ آیت یتیم کے بلوغت کے بعد اسے اس کا مال حوالے کرنے کے بارے میں ہے۔ لیکن قرآن کے سمجھانے کا انداز ایسا عمدہ ہے کہ ساتھ ساتھ نکاح کی عمر کا بھی قانون بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ پاگلوں کی شادی نہ کیا کرو۔ جن میں اتنا بھی رشد نہ ہو کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق زوجیت کے ساتھ حقوق معاشرت بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ تو شادی کے لئے بھی بلوغت اور اس کے ساتھ سن رشد کی سوچ اور عمل کو بھی

خیال میں رکھنا ہوگا۔

قارئین! اس حکم نامے کی مزید تشریح و تفسیر موقع پر کی جائے گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

اس طرح کے انقلابی اعلانات اور قرآنی منشور سے روم اور فارس کے کسروی، درباری جاگیرداراور قیصری سلطنت کے عمائدین اور احبار و رہبان کے ایوانوں اور دنیائے خانقاہیت میں کھلبلی مچ گئی، زلزلے آگئے اور رسول اللہ کے خطوط سے دنیا کے بادشاہوں کے نام کہ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ 3/63 کی روشنی میں جو لکھے گئے تھے اس دعوت توحید نے شاہی محلات کی دیواروں میں دراڑیں ڈالدیں۔ محترم قارئین! عالی مرتبت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآنی پروگرام اور منشور کا یہ کمال تھا کہ دنیا بھر کے محکوم اور پسے ہوئے، ستائے ہوئے لوگ اس دعوت قرآنی کو سنتے ہی اٹھے اور اس انقلاب کو لبیک کہا اور یہ انقلاب آنکھ جھپکتے ہی فاران کی پہاڑیوں سے نکل کر ربع سکان الارض کے بڑے حصہ تک پھیل گیا۔ انقلاب سے مغلوب فارس کی اساورہ شاہی نے شاہ کسریٰ سمیت سلطنت فارس کے شمال مشرق میں چین کے قریب اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک مرکز قائم کیا اور وہاں سے اسلامی سلطنت کے خلاف ہر محاذ پر سازشوں کے تانے بانے بنے جانے لگے۔ اس وقت اسلامی دنیا کی قوت کا راز اور سرچشمہ، گائیڈ لائن کے طور پر اور فکری و نظریاتی رہنمائی کا پورے کا پورا نصاب قرآن مجید کی شکل میں امت مسلمہ کا اثاثہ تھا، میراث تھا۔

اہل مجوس کے دانشوروں (تھنک ٹینک) نے سوچا اور محسوس کیا کہ اگر قرآن کو دنیا سے ختم نہیں کیا گیا تو یہ انقلاب اتنا وسیع ہوتا جائے گا کہ دنیا بھر میں کوئی بھی غیر مسلم نہیں رہے گا۔ اس لئے ہمیں سارا زور قرآن کو مسلمانوں کی نظروں سے چھپانے پر لگانا ہوگا۔ تو اس مہم میں وہ لوگ قرآن کا متن اور نفس مضمون تو ختم کرنے میں ناکام رہے لیکن بعد میں انہوں نے وحی خفی وحی غیر متلو اور خلاف قرآن کے خلاف اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو اقوال رسول کا نام دے کر علم حدیث کے نام سے قرآن کے مقابل اور مثل قرآن میدان میں لے آئے اور اس ساری تحریک کو اماموں کے ناموں سے مشہور کیا۔ امامت کی شروعات امام اول حضرت علی سے کی اور مشہور کیا کہ یہ رسول کا چچازاد بھائی اور داماد تھا اور اس کی قبر اپنے مرکز کے قریب افغانستان میں بنام مزار شریف شہر میں مشہور کی جو آج بھی وہاں اسی نام



سے موسوم ہے۔

محترم قارئین! اس قیصر و کسریٰ کی باقیات نے قرآن کے مقابلہ میں جس امامی تحریک کا آغاز کیا اس میں انہوں نے جعلی حدیثیں اور ان سے تیار کی ہوئی فقہ بنائی۔ پھر قرآن حکیم کی تفسیر کا علم بھی ان لوگوں نے تفسیر بالروایات کے طور پر جعلی اور خلاف قرآن ایجاد کیا۔ ان تینوں فنون کو انہوں نے دینیات کے طور پر مشہور کیا۔ ان کا یہ علم آج مکہ مدینہ سے لے کر پورے عالم اسلام میں مسلم امت کے مذہبی جملہ فرقوں والے دیوبندی، بریلوی، سنی، وہابی، اہلحدیث تھوڑے سے بہت فرق کے ساتھ اپنے اپنے مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف قرآن حکیم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ قرآن مفصل کتاب ہے۔ تمہاری ضرورت کی ساری چیزیں قرآن میں ہیں۔

محترم قارئین اہل فارس کی ایجاد کردہ حدیث اور فقہ کے ذریعے قرآن کے سارے انقلابی اعلانوں کو بدل دیا گیا ہے۔ حدیث اور فقہ کے علوم میں نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے جبکہ قرآن میں ناجائز ہے۔ حدیث و فقہ میں انسانوں کو غلام بنانا جائز ہے جبکہ قرآن میں ناجائز ہے، حدیثوں اور فقہ میں جاگیرداری اور بٹائی پر زمین دینا جائز ہے اور قرآن میں ناجائز ہے ان اماموں کے علم میں کنواری لڑکیوں کے نکاح کے وقت ایجاب و قبول کے وقت چپ رہنے کو بھی اقرار کے معنیٰ دیئے ہوئے ہیں جو کہ قرآن کے خلاف ہے یہ تو مختصر مثالیں ہیں۔ اصل مدعا عرض کرنے کا یہ ہے کہ قرآن کے خلاف سازشوں پر یہ پوری کتاب لکھی گئی ہے جو آگے آپ پڑھیں گے۔ اس امامی تحریک کے بانیوں نے علم کی دو اقسام قرار دی ہیں۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔ حدیث تفسیر اور فقہ ظاہری علم ہے اور تصوف کو جو خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے بھی پہلے یونان سے شروع ہوا تھا۔ باطنی علم قرار دیا ہے۔ اس امامی تحریک والوں نے خود قرآن کے بارے میں بھی مشہور کیا کہ اس کے بھی دو اقسام کے مفہوم اور معنیٰ ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔

محترم قارئین! امامی تحریک ایجاد کرنے والوں نے حکمرانی اور لوگوں کی خدمت کے لئے حکومت کرنے کو بھی دو قسموں میں بانٹا ہے۔ ایک ظاہری حکومت خلافت کے نام سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چلی اور دوسری باطنی حکومت جو ان کے اماموں کے حصہ میں آئی۔ جو لوگ امامی علوم کا مطالعہ کئے ہوئے ہیں ان سے پوچھ کر

دیکھیں کہ ان کے ہاں ظاہری حکمرانی اور حکومت کے حصول اور بقاواستحکام کے لئے جنگ کرنا لڑنا یہ سب چیزیں ان کے ہاں دنیاداری سے تعلق رکھتی ہیں اور حرام ہیں۔ یہ لوگ جہاد سے اتنے بیزار اور خلاف ہیں کہ تبلیغی رائیونڈی جماعت کے بھی استاد لگتے ہیں یا برابر کے ہم مسلک ہیں۔ امام مسلم نے کتاب جامع صحیح میں لکھا ہے کہ تم ضرور گناہ کرو، نہیں کرو گے تو تمہاری جگہ اللہ دوسرے لوگ پیدا کرے گا وہ گناہ کریں گے۔ پھر توبہ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے۔ (مسلم کتاب التوبہ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار روالتوبہ، صفحہ 355 جلد دوم، قدیمی کتب خانہ کراچی)

محترم قارئین! علم حدیث کے فن میں امام ابن جوزی کا بھی بڑا نام ہے اسے لوگ متشدد مشہور کئے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک کتاب اہل تصوف پر لکھی ہے۔ جس کا نام ہے تلبیس ابلیس۔ اسکا عربی سے اردو ترجمہ بھی مارکیٹ میں موجود ہے۔ اس کتاب میں صوفیاء کرام کی اغلام بازی کی مشقوں پر بھی بڑا مواد موجود ہے۔

کامریڈ حیدر بخش جتوئی کے بیٹے کی وفات پر میں تعزیت کے لئے گیا تھا۔ وہاں دیگر لوگوں کے علاوہ مولانا غلام محمد گرامی صاحب اور محمد عثمان ڈیپلائی صاحب سے ملاقات ہوئی کسی نے ڈیپلائی صاحب اور گرامی صاحب سے کہا کہ اہل تصوف کہتے ہیں کہ اغلام بازی مجازی عشق ہے اور اللہ سے عشق حقیقی عشق ہوتا ہے۔ اور **المجاز قنطرۃ الحقیقۃ** یعنی مجازی عشق حقیقی عشق کی سیڑھی ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بات کس طرح ہے؟ تو جواب میں ڈیپلائی صاحب نے کہا کہ جس عشق کا مجاز اغلام بازی ہے تو اس کی حقیقی منزل (موا یا مفعول) بن جائے گی۔ بے شرم اُلو کے پٹھے! اغلام بازی کی رسم بد کو راہ خدا سے ملاتے ہوئے ایسے صوفیوں کو ڈوب مرنا چاہیئے۔ ایک دفعہ ڈیپلائی صاب نے مجھے کہا کہ عزیز اللہ! ہم ڈیپلو کے میمن سارے اہلحدیث ہیں۔ میں بھی اہلحدیث تھا لیکن اب میں دہریہ ہوں، اتھیسٹ ہوں، اللہ کو بھی نہیں مانتا۔ تو میں نے پوچھا یہ کیوں؟ تو اس نے کہا کہ رسول کی زینب اور صفیہ سے شادیوں کی حدیثیں پڑھی ہیں جو بہت ہی شرمناک ہیں۔ اگر رسول کا ہی یہ حال ہے تو اس نے جس اللہ کا تعارف کرایا ہے وہ بھی فرضی ہوگا۔ تو میں نے اسے کہا کہ یہ شادیوں کی بات حدیثوں والوں نے لکھی ہے۔ یہ حدیثیں تو جھوٹی ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تمہاری بات کون مانے گا۔ آج سارا اسلام ان



حدیثوں کے حوالے سے سمجھا جاتا ہے۔

## ﴿ تاریخ کے تلاطم میں ﴾

محترم قارئین! روایات کے نام پر اہلحدیث کہلانے والے لوگوں نے رسالت مآب علیہ السلام کے دور نبوت کو اپنی نام نہاد روایات میں اس طرح پیش کیا ہے جیسے کہ اس دور میں لکھنا پڑھنا جاننے والے مکمل طور پر ناپید اور عنقا تھے اور لکھنے کے لئے کاغذ بھی موجود نہ تھا، نہ ہی ایجاد ہوا تھا اور جو بہت ہی حیلوں سے چند لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا گیا تھا تو وہ بھی کاغذ کی عدم موجودگی کے سبب ٹھکریوں، ہڈیوں اور لکڑیوں پر ہی لکھتے تھے۔ معزز قارئین! اس طرح کے سارے پراپیگنڈے سے ان اماموں کا مقصد یہ رہا ہے کہ لوگوں میں قرآن حکیم کے غیر محفوظ ہونے کی مہم کو کامیاب کیا جائے۔ میرے اس الزام کی تصدیق آپ اس کتاب کے پہلے مضمون جمع القرآن میں دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے اس پراپیگنڈا کی تردید کے لئے قرآن کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 282 اور 283 کا بغور مطالعہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ دور نبوت میں لین دین وتجارتی معاہدوں کے لکھنے کا کتنا عام رواج تھا اور ان دو آیتوں میں معاملات دنیوی کو دستاویزی انداز سے قلمبند کر کے رکھنے کی جو ترغیب اور مکرر تاکید کی گئی ہے وہ آج کے دور میں بھی اس حد تک کئی معاملات لکھنے سے رہ جاتے ہیں اور قرآن کی مطابقت میں آج بھی ان پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ میری اس گزارش کا مقصد یہ ہے کہ دور نبوت سے لے کر آج تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ ان قرآن دشمن، اور انقلاب (نبوت و رسالت) کے دشمن امام کہلانے والے روایت ساز و حدیث ساز مافیا کی کرشمہ سازی ہے۔ جبکہ لکھنے پڑھنے سے مکمل طور پر دور نبوت والا سماج مکی اور مدنی زندگی میں آشنا تھا بلکہ دور نبوت سے پہلے بھی اہل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج عام تھا۔ مگر ان اماموں نے اس کے الٹ اپنی روایتوں میں دور نبوت کے اہل عرب کو جاہل اور ان پڑھ مشہور کیا ہے۔

محترم قارئین! دور جاہلیت میں انقلاب نبوت کی آمد سے پہلے شعراء کے کلام میں کسی بھی شاعر کا کلام اگر پہلا نمبر قرار دیا جاتا تھا تو اسے رواج کے مطابق لکھ کر کعبۃ اللہ کی دیوار پر آویزاں کیا جاتا تھا اور وہ آویز کردہ کلام نہ ہڈی پر ہوتا تھا نہ لکڑی پر لیکن چونکہ وہ عام قسم کے موضوع پر ادبی قسم کی شاعری ہوتی تھی، سو اس کے خلاف ان اماموں نے بھی نہیں

لکھا کہ وہ کاغذ کی بجائے ٹھکریوں اور لکڑیوں پر لکھ کر آویزاں کی جاتی تھی ۔لیکن قرآن جو ظالموں کا پیٹ چاک کر کے اس سے غریبوں کا لوٹا ہوا مال واپس کرنے کی بات کر رہا تھا تو اماموں نے اس کے لئے مشہور کیا کہ وہ کھجور کے پتوں پر لکھا گیا تھا۔ جسے بی بی عائشہ کی بکری کھا گئی تھی ۔ملاحظہ ہو پڑھ کہ یہی کچھ علماء اہلسنت ، دیوبند اور اہلحدیث کو دستار فضیلت کے وقت کتاب صحاح ستہ کے نام سے ابن ماجہ میں پڑھایا جاتا ہے)

محترم قارئین! انقلاب رسالت کے منشور اور رہنما کتاب قرآن کے دشمنوں نے جب دیکھا کہ وفات رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد روم اور فارس کے مظلوم عوام کی طرف سے قرآنی انقلاب کو خوش آمدید اور لبیک کہا ہے تو ان قیصر و کسریٰ کی سردار شاہی اور درباری جاگیرداروں کی استحصالی مافیا نے اپنے ایجنٹ و تنخواہ خور، دانشوروں سے رد قرآن کے لئے چار علوم ایجاد کرائے ۔ پہلا علم الروایات جسے انہوں نے احادیث رسول کا نام دیا پھر دوسرے نمبر پر جعلی اور قرآن مخالف حدیثوں سے قرآن کی غلط تفسیر، شان نزول کی آڑ میں ایجاد کی ۔ تیسرے نمبر پر ان جعلی حدیثوں سے فقہ کا علم ایجاد کیا اور چوتھے نمبر پر ان جعلی افسانوی حدیثوں سے علم التاریخ بھی ایجاد کر ڈالی ۔جس کے ضمن میں جغرافیہ کو بھی الٹ پلٹ کیا ہوا ہے۔ ان سب باتوں کے ثبوت اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔ آپ اگر ان سب حرفتوں کو غور سے پڑھیں گے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کو ان کی گھڑی ہوئی تاریخ وحدیث میں بعض بڑی بڑی شخصیتیں اور نام بھی فرضی محسوس ہوں گے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی شخص قرآن حکیم کے مقابلہ میں دیگر خلاف قرآن علوم کو غلط اور باطل تسلیم کرے گا۔ عام قسم کے سطحی سوچ رکھنے والے لوگ پریشان ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ رسول کی وفات کے بعد اور نزول قرآن کے دور کے بعد کے تاریخی واقعات کو قرآنی دلائل سے کس طرح صحیح یا غلط قرار دے سکتے ہیں؟ جبکہ موجودہ زمانہ میں نزول وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔

محترم قارئین! یہ سوال نہایت ہی قرآن سے لاعلمی کی بنیاد پر ہے۔ عام قسم کے لوگوں نے دنیاء مترفین کی ساحری پر کبھی غور نہیں کیا۔ دنیا کے علمی اداروں نے کبھی سرمایہ داریت اور جاگیرداریت کی سازشوں کی تاریخ مرتب نہیں کرائی ۔ایک ہزار سال سے زائد عرصہ آکسفورڈ یونیورسٹی کو قائم ہوئے گزر چکا ہے۔ اس نے کبھی تاریخ کے تضادوں کے



موضوع پر کسی پڑھنے والے سے ریسرچ کی پی ایچ ڈی نہیں کرائی۔ جامعہ ازہر یونیورسٹی آکسفورڈ سے بھی پرانی کہی جاتی ہے اس کے لئے میں کیا کہوں وہ تو ہے ہی قرآن دشمنوں کی درسگاہ۔ دنیا سے قرآنی علوم کو ختم کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے۔ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ کی یونیورسٹی، مدینۃ الرسول کی یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند کا مدرسہ ان سب کے اندر قرآن دشمن امامی علوم پر مشتمل درسی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ان سب اداروں میں قرآن فہمی کو امامی علوم کا تابع بنایا ہوا ہے۔ تاریخ کے ریکارڈ کی درستگی کے لئے آکسفورڈ کے ماہرین علوم بھی پادریوں کے ڈر کے مارے مریم کو یوسف نجار کے نکاح میں بندھی ہوئی بیوی مانتے ہوئے عیسیٰ کو اس کا بیٹا ماننے کی بجائے اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور اپنی تاریخ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ 3/58 کی طرح درست نہیں کرتے۔

یہود و نصاریٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے جدامجد اسماعیل علیہ السلام کا درجہ گھٹانے کے لئے اپنی دادی مسماۃ سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کو گالی دے کر بھی ایک لونڈی کا بیٹا بنادیا۔ جس کی ہجرت کے فرضی قصہ پر اس کا نام ہاجرہ رکھ دیا۔ اہل فارس کے حدیث ساز اماموں نے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی اختراعات کے موافق حدیثیں بنا کر شعائر اللہ اور تاریخ کا چہرہ ہی مسخ کر دیا۔ اس حقیقت کی تفصیل اس کتاب کے اندر آپ پڑھیں گے اور اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کے ایک ہی ماں سے پیدا ہونے کی بات قرآن کی روشنی میں اسی کتاب کے حصہ اول میں ہم لکھ کر آئے ہیں۔ لیکن اگر اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کی جداجدا مائیں تسلیم کر بھی لی جائیں تو بھی حضرت اسماعیل کی ماں حدیثوں والی ایک کنیز "ہاجرہ" نہیں ہو سکتی کیونکہ اس طرح بخاری کی حدیث میں حضرت سارہ کو دی گئی گالی درست ماننی پڑتی ہے۔ جو کہ ہمارے خیال میں سراسر غلط ہے۔

محترم قارئین! میں کسی فرقہ بندی کا قائل نہیں ہوں۔ میں ہر قسم کی فرقہ واریت کے خلاف ہوں۔ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے علمی دنیا کے دماغوں سے سوالات کرتا ہوں اور اس مضمون سے میرا مقصد یہ مطالبہ کرتا ہے کہ سرمایہ داروں نے علم وحی کے راستے بند کرنے کے لئے جو حیلے ایجاد کئے ہیں جو بند باندھے ہیں ان سے پردے ہٹائے جائیں علمی لیبارٹریوں کو ان تضادوں پر تجزیوں کے لئے استعمال کرنا چاہیئے ۔ جب قرآن حکیم دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ کتاب سمجھنے والوں کے لئے آسان ہے تو پھر پوری مسلم دنیا آخر کیوں

اس بات پر بضد ہے کہ قرآن، سمجھنے کے لئے فارس کے عجمی اماموں کی گھڑی ہوئی حدیثی روایتوں کا محتاج ہے۔ ادھر اللہ پکار رہا ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ 54/51 یعنی ہے کوئی جو اس آسان کتاب کو براہ راست آ کر سمجھے۔ لیکن اس کے باوجود جامعہ ازہر یونیورسٹی، مکہ کی جامعہ ام القریٰ یونیورسٹی، جامعہ مدینہ یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند اور ایران کے علمی مرکز قم کی ساری برانچیں متحد ہو کر بیک آواز اللہ کی پکار کو ٹھکرا رہی ہیں کہ قرآن کو اماموں کی روایات کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ مسلم امہ کے سارے علمی ادارے ساری علمی شخصیتیں اللہ سے ٹکر کھا رہی ہیں کہ تیرا قرآن ان کے گھڑی ہوئی شان نزول والی روایات کا محتاج ہے اس لئے قرآن کو براہ راست نہیں پڑھا جائے گا اور نہ ہی پڑھایا جائے گا۔

محترم قارئین! گلف میں خلافت ترکیہ کے ٹوٹنے سے پہلے اور یہاں برصغیر میں بھی دینی مدرسوں کے اندر درس نظامی کے نصاب میں فقہ کی کتابوں کے ساتھ حدیث کی کتاب صرف مشکوٰۃ پڑھائی جاتی تھی۔ یا اکا دکا کوئی دوسری غیر معینہ طور پر ایک دو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ کہیں بلوغ المرام تو کہیں کوئی مؤطا وغیرہ۔ بقایا کتابیں سب غیر درسی اور غیر نصابی طور پر مطالعہ میں رہی ہیں۔ ان صحاح ستہ نامی کتابوں کو باقاعدہ درسی نصاب میں اہتمام سے پڑھانے کا انتظام عالمی سامراج برطانیہ نے کرایا ہے۔ اس سے پہلے بخاری و مسلم وغیرہ سے دو چار سطریں کوئی طالب علم کسی استاد کے سامنے صرف سوکھی عبارت پڑھ کر اس سے شرف تلمذ کی سند لیتا تھا۔

محترم قارئین! یہ رواج ان سے علم حدیث حاصل کرنے کا اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ علم الروایات کے سرپرست جانتے تھے کہ ان کی حدیثیں قرآن دشمنی سے بھری ہوئی ہیں۔ اس لئے باقاعدہ تفصیل سے یہ علم نہ پڑھایا جائے۔ صرف عبارت کو بغیر تشریح کے تبرک کے طور پر پڑھایا جائے۔ اور یہ بھی بہت دیر سے انہوں نے شروع کرایا ہے۔ ورنہ یہاں سیالکوٹی نصاب تعلیم ہی مروج رہا ہے یعنی کچھ صرف ونحو قسم کے فنون کی کتابیں اور معقولات کے نام سے منطق و فلسفہ کی کچھ کتابیں اور دینیات کی کتابوں کو انہوں نے منقولات کا نام دیا ہوا ہے۔ ان کے مذہب میں دینی امور عقل کے باب سے نہیں ہیں۔ جبکہ اللہ نے رسول اللہ سے اعلان کرایا ہوا ہے کہ کہہ دو کہ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى



بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ 12/108 یعنی میں محمد عقل و بصیرت کی باتوں کی طرف دعوت دینے والا ہوں اور جو شخص بھی میرا ہوگا میرا کہلائے گا، اس کی پہچان کی نشانی بھی یاد کر لو کہ وہ عقل اور بصیرت کی روشنی میں دین کی دعوت سمجھائے گا یعنی غیر معقول جھوٹی کرامتوں والے میرے نہیں ہوں گے۔ یہاں مجھے یاد آتا ہے کہ 1965ء میں میں تبلیغی جماعت والوں سے دین سیکھنے کے لئے از روئے عقیدت تقریباً ہر جمعہ کی رات کو مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی جاتا تھا تو کھانا کھاتے وقت کھلانے والے سے یہ بات بھی سنی کہ بھائی یہ جو باسی روٹی ہے اس کے کھانے میں تازہ روٹی کے مقابلہ میں بڑا ثواب ہے وہ اس طرح کہ یہ باسی روٹی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بہ نسبت اس تازہ روٹی کے زیادہ قریب ہے۔ تو جو زمانہ نبوت و رسالت کے زیادہ قریب ہوگا وہ افضل ہوگا۔ محترم قارئین آگے چل کر مجھے تو ان ثوابوں والی فضیلت والی روٹی نے اتنی تکلیف پہنچائی جو میں آج تک معدے کی کمزوری کا مریض ہوں اور سنا ہے کہ امریکہ میں باسی چیزیں کھانے اور بیچنے پر پابندی ہے بلکہ سزا بھی ہے۔ عجیب ماجرا ہے کہ یہ عقل کی بات پر عمل آج کافروں کے پاس ہے رائیونڈ کے مذہب میں تو عقل دشمنی کی نصیحتیں ہیں۔ میری عرض یہ ہے، میرا مطالبہ یہ ہے کہ مسلم امت اپنی تاریخ کو کیوں نہیں کھنگالتی؟ ہر چیز کو تاریخ کی چھلنیوں میں چھانا جائے سارے سچ سارے جھوٹ چھانے جائیں عقل کی کسوٹی خود بتا دے گی کہ کونسی چیز کھری ہے کونسی کھوٹی ہے۔

میں علماء دیوبند کا شاگرد ہوں میں شیخ الہند محمود الحسن، عبیداللہ سندھی، مفتی کفایت اللہ اور حسین احمد مدنی کی جنگ آزادی کی خدمات پر فخر کرتا ہوں جو انہوں نے غلام ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے مشقتیں جھیلیں وہ ہماری تاریخ کا انمول اثاثہ ہیں۔ ان سب حقائق کے باوجود ان کے استاد اول محترم محمد قاسم نانوتوی صاحب جو اٹھارہ سو ستاون کی جنگ آزادی کے کمانڈر تھے، ہیرو تھے۔ انگریزوں نے 1857ء کو غدر کے سال سے اس کا نام رکھا۔ قاری محمد طیب صاحب نانوتوی صاحب کے پوتے نے مدرسہ کی تاسیس کا صد سالہ جشن منانے کا جلسہ منعقد کیا اور اس وقت ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی تھی۔ اس نے قاری صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ نے اس عظیم الشان یادمنانے کے لئے جلسہ میں مجھے دعوت نہیں دی۔ اس کے باوجود میں سرکاری حیثیت سے بغیر دعوت کے بھی

آرہی ہوں اور اندرا جب بن بلائے دیوبند کے جلسے میں پہنچی تو تقریر میں کہا کہ اس ادارے کے بانیوں اور بڑوں کا پورے ہندوستان پر احسان ہے۔ان کی مساعی جمیلہ سے ہمیں آزادی ملی۔ یہ لوگ جنگ آزادی کے سرخیل تھے۔اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم آج تک غلام ہوتے اور اندرا نے پھر اپنی تقریر میں 1857ء کی جنگ پر بھی روشنی ڈالی۔

محترم قارئین! اس جنگ (بقول انگریزی حکومت کے اس غدر والی لڑائی) کی پاداش میں ہندوستان کے مسلمانوں پر انگریزی حکومت نے جو قیامت ڈھائی بس اللہ کی امان۔ ہزاروں لوگوں کو سر دار لٹکایا گیا، لاکھوں لوگ قید خانوں کی اذیتوں میں جیتے جی لاش بن گئے اور اس قیامت (فرنگی انتقام) نے پہاڑ جیسے عظیم انسان سید احمد خان کو تقیہ کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ انگریز دوستی میں SIR بھی بنائے گئے اور کتاب اسباب بغاوت ہند لکھ کر جنگ آزادی کے لوگوں کو معافیاں دلوائیں اور گویا کہ اس کتاب کی رو سے جنگ لڑنے والوں کے حق میں انگریزوں کی حکومت سے مقدمہ لڑا۔ یہاں میرا سوال اس جنگ کے کمانڈر محترم نانوتوی صاحب سے ہے کہ جنگ میں شریک عام رضا کاروں کو بھی انگریزوں نے پھانسیاں دیں، کالا پانی اور عبور دریا شور، جزائر انڈیمان میں قید کی سزائیں دیں جہاں ان کی اکثریت چکی پیتے پیتے مرگئی۔ آپ بانی بغاوت کس طرح بڑے آرام سے جنگ کے بعد دیوبند میں مدرسہ کھول کر پڑھانے لگ گئے اور آپ کے مدرسہ کو انگریز افسر بھی وزٹ کرنے کے لئے آتے رہتے تھے۔ مسلم امت کے زعماؤ! اور بہی خواہو! اپنے ہی ملی جسم کے زخموں کی سرجری کر کے جراثیم نکالنے میں کونسا امر مانع ہے؟ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند ہی تو ہے جس نے بالاہتمام و بالالتزام درس نظامی کے نصاب میں پرانے سیالکوٹی نصاب میں اضافہ فرما کر دورہ حدیث کے نام سے نام نہاد صحاح ستہ نامی کتابیں پڑھانے کی رسم شروع کی اور یہ پہلے والے سیالکوٹی نصاب میں ایک طرح کی ترمیم تھی۔ کیا اسے سزا سے بچنے کے لئے سودے بازی نہیں کہا جا سکتا؟ جبکہ شاہ ولی اللہ نے بھی نصاب کے بارے میں جن علوم کی وصیت کی ہے اس میں بھی صحاح ستہ کا ذکر نہیں کیا گیا (اس کی تفصیل میری کتاب ''فکر ولی اللہی، فکر قرآن کی دشمنی میں'' کے اندر موجود ہے)۔ غور کیا جائے کہ یہ ترمیم اتنی بڑی جنگ کے جرم کے بانی انگریز دشمن کے ہاتھوں کیسے اور کیوں کر ہوئی؟ جبکہ یہ نصاب صرف برطانیہ کے اس مخفی مدرسہ میں پڑھایا جاتا تھا جہاں انگریزوں



کے جاسوسی محکمہ کے وہ افسر تیار کئے جاتے تھے جنہیں نومسلم قرار دے کر اسلامی دنیا کے ملکوں اور شہروں میں شیخ الاسلام، قاضی، مفتی، خطیب اور پیش امام بنا کر بھیجا جاتا تھا۔

میں اپنے سینے پر پتھر رکھ کر تلخ حقائق کے بارے میں اہل مطالعہ سے کچھ سیکھنا اور سمجھنا چاہتا ہوں کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے اس غدر والے سال سے پہلے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑنے کے لئے فوج بنائی اور اس بھرتی میں شاطر فرنگی نے بھی اپنے بندے لمبی داڑھی والے، پنڈلیوں پر پائنچے رکھنے والے بھرتی کرا دیئے (مثلاً نواب صدیق حسن خان کے والد سید اولاد حسن جو خاندانی طور پر شیعہ تھے وہ سید احمد شاہ کے مرید اور خلیفہ ہوئے اور نواب صاحب کی نوابی رانی بھوپال کے ساتھ شادی کا بھی یہی پس منظر ہے، بحوالہ موج کوثر زیر عنوان اہلحدیث از شیخ محمد اکرام) ان میں سے ایک نے ایک دفعہ سید احمد شہید کو جب وہ اپنے جسم پر جنگی لباس اور ہتھیار پہن رہے تھے تو کہا کہ حضرت فقیروں اور درویشوں کو یہ لباس زیب نہیں دیتا تو سید احمد نے اسے جواب دیا کہ میں ایسی فقیری اور درویشی پر لعنت بھیجتا ہوں جس کے جسم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت والا لباس نہ ہو پھر دنیا نے دیکھا کہ ایسے ہی خادموں، مشیروں اور سپاہیوں نے آزادی کے لئے گھروں سے نکلی ہوئی اس جماعت کا ایسا رخ پھیر دیا کہ بجائے انگریزوں کے سکھوں سے ٹکرا دیا۔ پھر اپنا جوتا اپنا سر۔ انگریزوں کا تو بال بھی بیکا نہ ہوا مگر دیسی لوگ دیس واسیوں کے ہاتھوں مارے گئے اور تاریخ شاہد ہے کہ شاہ اسماعیل اور سید احمد شہید کے اس بھرتی شدہ لشکر والوں نے واپس آکر فرقہ اہل حدیث قائم کیا اور یہ افواہیں بھی مشہور کرائیں کہ شاہ اسماعیل زندہ ہیں، غیب کے پردے میں چلے گئے ہیں، عنقریب وہ دوبارہ ظہور فرمائیں گے اور پھر سے جنگ آزادی کے لئے برصغیر کے مسلمانوں کی قیادت فرمائیں گے۔ بہت اچھا ہوا کہ شاہ اسماعیل اور سید احمد صاحبان جنگ کے لئے جاتے وقت اپنے گھر کی عورتیں اور بال بچے یہاں سندھ میں محترم پیر صبغت اللہ شاہ اول پگاڑہ کے بیٹے علی گوہر شاہ کی حفاظت میں امانتاً دے گئے تھے کہ ہم جہاد سے واپسی پر اپنے بچے واپس لے جائیں گے۔ وگرنہ یہ (بیعت کرنے والے بھرتی شدہ جان نثاروں کی مہربانی سے) یہ بزرگان بچوں سمیت پردہ غیب میں چلے جاتے۔ واضح رہے کہ ہم سید صاحبان کے خلوص دینی اور جذبہ جہاد پر کوئی بدگمانی نہیں رکھتے بلکہ ہم ان کی جنگ آزادی میں جان

لڑادینے کو سلام پیش کرتے ہیں مگر ان کے لشکر میں بھرتی شدہ انگریزی عمل و دخل کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔

میں محترم محمد قاسم نانوتوی صاحب کے اوپر ایسا الزام ہرگز نہ لگاتا مگر کئی وجوہات نے مجھے ایسا مخمصہ میں الجھا دیا ہے کہ ایک طرف تو نانوتوی صاحب نے جو کتاب آب حیات کے نام سے لکھی ہے اس میں ایسی تلمیحات ملتی ہیں جن میں امامیان کی اختراعات کے لئے وہ نرم اور تائیدی موقف رکھتے ہیں اور کتاب کو ایسے جدولوں کے معموں میں لکھا ہے کہ مجھ جیسا جاہل ان کے استعاروں اور کنایوں کو سمجھ ہی نہ سکے اور پھر دارالعلوم دیوبند کے اوائلی طالب علموں میں سے اللہ نے شیخ الہند محمود الحسن جیسا سمجھدار آدمی پیدا کیا کہ اس نے شعور میں آتے ہی انگریز دشمنی کا نعرہ لگایا۔ ہندوستان کی آزادی تو کیا خود خلافت ترکیہ کے بچانے کے لئے پورے عالم اسلام میں ترکی اور عرب سے بھی زیادہ ہندوستان میں یہ مہم چلی اور عجیب بات ہے کہ گاندھی اور جواہر لال نہرو نے بھی مسلم امت کے اس کیس میں تحریک کا ساتھ دیا اور شیخ الہند کے دوش بدوش میدان میں اترے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ شیخ الہند کے اس جہاد کی اگر مخالفت کی تو محترم محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے بیٹے حافظ محمد احمد نے کی، جو اس وقت اپنے والد کا جانشین اور مدرسہ کا مہتمم بھی تھا اور محترم حافظ محمد احمد صاحب کے اس موقف کی وجہ سے انگریزوں نے اسے شمس العلماء کا لقب بھی دیا اور اس لقب کے ضمن میں زرعی زمین کا رقبہ بھی بطور جاگیر دینے کا انگریزی قانون بھی شامل ہے۔ جو شمس العلما حافظ محمد احمد صاحب کو بھی مرحمت کیا گیا اور نقد وظیفہ بھی ان القاب یافتہ لوگوں کے لئے قانون میں تھا۔

محترم قارئین! شیخ الہند کی آزادی وطن کے لئے مساعی نے تو قیام دارالعلوم دیوبند کا غلغلہ ہی اور کر دیا۔ اگر چہ یہ بات محترم نانوتوی صاحب کی طرف بھی منسوب ہے کہ وہ علی الاعلان فرماتے تھے کہ جنگ شاملی میں شکست کا بدلہ مدرسہ کے قیام کی صورت میں ظاہری طور پر درس و تدریس کی آڑ میں پھر سے باغی پیدا کر کے وہ جنگ بمقابلہ افرنگ لڑنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ سوال جان نہیں چھوڑ رہا ہے کہ 1857ء کی بغاوت میں شریک چھوٹے چھوٹے جان نثاروں، سپاہیوں اور رضا کاروں کو تو انگریزوں نے پھانسیاں اور نہایت اذیت ناک سزائیں دیں لیکن داعیان بغاوت کو ٹس سے مس ہی نہیں کیا اس کے



جواب کے لئے لوگوں کو مطمئن کرنا ضروری ہے جبکہ نانوتوی صاحب کا یہ فرمان کہ مدرسہ دارالعلوم کی تاسیس کا مقصد درس و تدریس کے پردہ میں جنگ شاملی کی شکست کا بدلہ لینا ہے اور اس نئی جنگ کے لئے رجال کار پیدا کرنے ہیں۔ یہ فرمودہ کوئی راز نہیں رہا تھا اور انگریزی جاسوس خود مدرسہ کے شاگرد بن چکے تھے اور حضرت نانوتوی صاحب کا فرزند ہی دیکھ لیجئے کہ وہ باپ کے مرتے ہی انگریزوں کی وفاداری میں شیخ الہند محمود الحسن کی جاسوسی کی رپورٹیں کلکٹر سہارنپور کی معرفت گورنر تک پہنچاتا تھا۔ اشرف علی تھانوی کا بھائی مظہر علی، فرنگی حکومت میں جاسوسی کی نوکری پر تعینات تھا۔ شیخ الہند جب حج کو گئے تو اشرف علی تھانوی نے اپنے بھائی کو یہ راز بتایا کہ شیخ الہند حج کے بہانے مکہ گئے ہیں وہاں خلافت ترکیہ کے جنرلوں جمال پاشا اور کمال پاشا کو مل کر انہیں ہندوستان کی حکومت انگلشیہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کریں گے۔ اس رپورٹ سے اشرف علی تھانوی کا بھائی انسپکٹر سے ڈی ایس پی کے عہدہ پر ترقی پا تو گیا لیکن حکومت برطانیہ کو جنگ کا خطرہ پڑ گیا اور اس نے مکہ کے عرب گورنر شریف کو حکم دیا کہ تم ترکوں سے علیحدہ ہو کر عربوں کی جدا قومی حکومت کا اعلان کرو ہم تمہیں پورے عربستان کا بادشاہ تسلیم کریں گے۔ تو شریف مکہ نے ترکوں سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ پھر اس سے برطانیہ کی یونین جیک حکومت نے پہلا کام یہ کرایا کہ مکہ کے حرم میں پناہ گزین انگریزوں کے باغی شیخ الہند محمود الحسن کو گرفتار کرا کر مالٹا کی قید میں براستہ مصر روانہ کرا دیا۔ آگے چل کر برطانوی سامراج نے دنیا سے کیمونزم کے خاتمہ کے لئے جنگ کے ذریعہ سویت یونین ختم کرنا تھا اس لئے اسے برصغیر میں مذہب کے نام پر مسلمانوں کو جدا مملکت دینے کی سوجھی۔

محترم نانوتوی صاحب کے پوتے شمس العلماء حافظ محمد احمد کے بیٹے قاری محمد طیب جو اس وقت مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ اس نے قیام پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ اب جب پاکستان سے عالمی سامراج جنگ کے ذریعے سویت یونین کو ختم کرا کے کیمونزم کے کعبہ لینن گراڈ کو مسمار کرا چکا ہے تو ورلڈ کا واحد چمپئین بنتے ہی اس نے پاکستان کو آرڈر دیا ہے کہ کاہے کا دو قومی نظریہ، اب تم دہلی کو سلوٹ کرو اور اپنے تعلیمی نصابوں سے قرآن کی آیات جہاد کو نکال کر باہر کرو اور سارک کے معاہدہ پر عمل درآمد کے بعد دیکھا جائے گا کہ بارڈروں کا کیا بنتا ہے کیونکہ ڈبلیو ٹی او، سارک کے منشور میں ساری

دنیا کو ون یونٹ بنانے کا پروگرام ہے۔اب تنخواہیں لینے والے گن مین ملک کو نہیں بچا سکتے اور مستقبل میں بچاؤ کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ خود عوام میدان میں اتر پڑیں اور وہ اترنے سے پہلے سوچ لیں کہ فتح کے بعد بیوروکریٹ اور ناظم شاہی اگر اسلام آباد کی چھتری تلے پھر چارج لے گی تو وہ میدان میں نہیں آئیں گے۔ایسی صورت میں پاکستان کو چار قومیں چار زبانیں اور چار مستقل وحدتوں کے نعرہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔اب قوموں کو ان کی زبان و ثقافت اور دھرتی کے حوالہ سے تسلیم کرنا ہوگا۔مطلب یہ ہے کہ 1940ء کی قرارداد سے بھی کچھ زیادہ قومی خود مختاری بلکہ قومی آزادی سے ملک چار دن بچ سکے گا۔لیکن میرا جہاں تک اندازہ ہے کہ اس ملک کی جو حکمران مافیا ہے ان کے ذہنوں میں جدی پشتی غلامی رچی بسی ہوئی ہے۔انہوں نے یہ اٹھاون سال بھی برائے نام آزادی کے گزارے ہیں جب 1997ء میں یہاں ملکہ برطانیہ آئی تھی تو یہ اپنے شجرۂ نسب کی وضاحت میں لگے رہے کہ ہم آپ کے غلاموں کی اولاد ہیں اور اب بھی آپ کے وفادار ہیں تو اب یہ عالمی سامراج کو کیا آنکھیں دکھائیں گے؟ ان کو پیدا ہوتے ہی حدیثوں والے علم کی نفس کشی والی تعلیم گھٹی میں پلائی ہوئی ہے۔سو ان کو دنیا کے مترفین اور استحصالیوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ ہی نہیں ہے۔قرآن نے تو سکھایا ہے کہ وہ لوگ کامیاب و کامران ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ (نفسوں) کو پالا پوسا ہوگا۔جنہوں نے اپنے نفسوں کو صاف ستھرا رکھا، جنہوں نے اپنے نفسوں کو مارنے اور قتل کرنے کے بجائے حیات بخش سرفرازیوں سے نوازا ہوگا۔لیکن کیا کریں کہ اس مملکت کے قیام کی کہانی میں پاکستان کے بانی جناح صاحب کے ان آفیشل مشیر محترم علامہ پرویز صاحب نے اپنی کتاب بنام تحریک پاکستان اور پرویز جس کا بعد میں نام بدل کر تحریک پاکستان کے گم گشتہ حقائق میں بھی لکھا ہے کہ جب تقسیم ہند کا بل منظوری کے لئے برطانوی پارلیمان میں پیش ہوا تو برطانیہ کے وزیر اعظم لارڈ اٹیلی جو اس وقت میجر اٹیلی تھے اپنی تقریر میں فرما رہے تھے کہ ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے لیکن مجھے امید واثق ہے کہ یہ تقسیم زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکے گی، یہ دونوں مملکتیں جنہیں ہم الگ کر رہے ہیں ایک دن پھر آپس میں مل کر رہیں گی۔

قارئین کرام! یہ حوالہ پرویز صاحب کی کتاب سے ہے۔لیکن میں نے ایک اور حوالہ سے اٹیلی صاحب کا اپنی دارالعوام سے مطالبہ سنا ہے کہ وہ مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ



یہ علیحدگی تھوڑے عرصہ کے لئے منظور کریں پھر جلد ہم ان دونوں ملکوں کو آپس میں ملا لیں گے۔ایسی جملہ مثالوں کو لانے سے میرا مقصد خاک وطن کے باسیوں سے یہ کہنا ہے کہ دیکھتے جائیں کہ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ    دیتے ہیں یہ بازی گر دھوکہ کھلا

ہماری جعلی تاریخ نے ہمارے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ کیا ہے۔ان انقلاب دشمنوں نے، اسلام دشمنوں نے اسلامی تاریخ میں اتنے دجل و فریب کے جال پھیلا رکھے ہیں کہ بہت بڑے واقعات بنیاد سے ہی فرضی ہیں ان کے کردار، نام اور شخصیتیں ہی ناپید اور کاغذی ہیں اور یہ سب اس لئے کہ ان حیلوں سے قرآن کو غلط اور جھوٹا قرار دیا جا سکے۔وہ بھی اس لئے کہ قرآن نے رسول اللہ کی انقلابی جماعت کے اتحاد اور آپس کی محبت اور پروگرام سے سچائی کی بڑی شہادتیں دی ہیں کہ یہ لوگ **أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ** تھے یعنی انقلاب دشمنوں کے خلاف بہت سخت تھے اور **رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** آپس میں شیر و شکر تھے 48/29 قرآن کی ان شہادتوں کے خلاف ہماری تاریخ کو ان روایت ساز فارسی عجمی اماموں نے فرضی قصے گھڑ کر اور فرضی کرداروں، ناموں اور کاغذی شخصیتوں سے قرآن کو جھٹلایا ہے۔ان کے ان جھوٹ کے پلندوں پر کوئی بھی عقل کی کسوٹی سے نظر نہیں ڈالتا اور سب نیند میں چلنے والے کی طرح آنکھیں بند کئے جا رہے ہیں۔میں ان کی تاریخ کے فرضی کردار کے لئے قارئین کی خدمت میں مثال عرض کرتا ہوں کہ سب اہل مطالعہ لوگ جانتے ہیں کہ ان فارسی مؤرخین اور حدیث سازوں نے سیدنا عثمانؓ ذوالنورین خلیفہ ثالث کے لئے لکھا ہے کہ بلوائی جب اسے شہید کرنے کے لئے **مدینۃ الرسول** میں ہلڑبازی کر رہے تھے تو عثمان کی حفاظت کے لئے اس کے دروازہ پر محافظ حسن و حسین ابنائے علی تھے اور جب بلوائی قتل عثمان کے لئے گھر کی دیواریں پھلانگ کر اندر جانے میں کامیاب ہو گئے تو عثمان کی داڑھی پکڑ کر قاتلانہ حملہ کرنے والا محمد بن ابوبکر تھا، جس کے بارے میں خود یہ روایت ساز کہتے ہیں کہ عثمانؓ نے کہا کہ اے میرے بھتیجے آج اگر ابوبکرؓ ہوتا تو تو مجھ سے ایسا سلوک نہ کرتا۔

محترم قارئین! اس واقعہ اور کرداروں پر غور کریں اور حدیث ساز و روایت سازوں کے کرتبوں اور روایت سازی کی کمپوزیشن پر بھی غور کریں۔ان حدیث سازوں

نے یہ تاریخ لکھی ہے کہ محترم ابوبکرؓ خلیفۃ المسلمین نے جب وفات پائی تو فوراً اس کی بیوی نے محترم حضرت علی سے شادی کی اور اس کی گود میں یہ بچہ محمد بن ابی بکر تھا جو ماں کی وجہ سے علی کے گھر میں پلا پوسا بڑا ہوا۔ آگے چل کر علی کے گھر میں پلنے والے اس کے بیٹے حسن حسین وہ عثمان کے محافظ اور چوکیدار بنتے ہیں اور محمد بن ابی بکر قاتل عثمان بنتا ہے جبکہ تینوں کی تربیت ایک گھر میں ایک ساتھ خود حضرت علی نے فرمائی تھی۔

محترم قارئین! میری عرض یہ ہے کہ ان قصوں پر کچھ غور بھی کیا جانا چاہیے اور عقل سے ماقبل اور مابعد کو بھی سوچنا چاہیے۔ وہ کچھ اس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر 63 سال مشہور ہے اور خود اس کے عظیم ساتھی صدیق اکبر کا سال وفات اس کی عمر کا بھی 63 سال ہے اور رسول اللہ کو جب رسالت ملی ہے تو علی کی عمر کے لئے مختلف اقوال ہیں کوئی پانچ سال لکھتا ہے کوئی سات سال تو کوئی بارہ سال بھی لکھتا ہے۔ تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو علی سے شادی کے لئے بمشکل راضی کیا تھا اور تاریخ میں یہ بھی ہے کہ فاطمہؓ اور علی کی ان بن تھی جس کی وجہ سے وہ ابوتراب بھی بن گئے اور تاریخ میں یہ بھی ہے کہ فاطمہؓ کے ہوتے ہوئے جیتے جی علی کسی دشمن رسول کی بیٹی سے شادی کرنے کی تیاری میں تھے۔ تو رسولؐ نے (خلاف قرآن) علی کو حکم دیا کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ساتھ اللہ اور رسول کے دشمن کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتے۔

محترم قارئین! سارے اہل مطالعہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد بقول کافی کلینی فاطمہ کی وفات اڑھائی ماہ بعد ہوتی ہے۔ تو یہ مشہور ہے کہ علی نے اس کے فوراً بعد دوسری شادی کی ہے۔ اب آگے غور فرمایا جائے کہ صدیق اکبر 63 سال کے بڑھاپے والی عمر میں وفات پاتے ہیں۔ جن کی خلافت کی مدت بعد وفات رسول کل دو اڑھائی سال ہے اور اس کی وفات سے کچھ پہلے یہ تاریخ بنانے والے لکھتے ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے محمد رکھا۔ تو اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ صدیق اکبر کی 63 سال کل عمر ہے اور اس کی بیوی کی اس کے حساب سے یہی کوئی 50 یا 55 سال عمر ہونی چاہیے تو اسے ان تاریخ گھڑنے والوں نے اس بڑھاپے کی عمر میں محمد نامی بچہ جنوایا ہے اور صدیق اکبر کی وفات کے وقت علی عمر کے لحاظ سے 33,32 سال یعنی اس کی عمر جوانی کے



دن ہیں تاریخ لکھنے والے روایت ساز جوان علی کو بوڑھے ابوبکر کی بوڑھی بیوی پچپن سالہ بیوہ سے بعد وفات صدیق اکبر یہ تیسری شادی کرا رہے ہیں۔ کیا اس جوڑ کو عقل کی بھٹی میں لانے کی ضرورت نہیں ہے؟ بلکہ آگے چلئے پھر ان تاریخ سازوں نے لکھا ہے کہ صدیق اکبر کا بیٹا محمد بن ابی بکر علی کے گھر میں پرورش اور تربیت پاتا ہے تو علی کے دوسرے بیٹے حسن و حسین علی کی تربیت سے عثمان کے چوکیدار اور باڈی گارڈ بنتے ہیں اور محمد بن ابی بکر علی کی تربیت سے اور گھر کے ماحول سے اپنے بھائیوں کے برعکس قاتل عثمان بنتا ہے اب کوئی بتائے کہ ان روایت سازوں کی کرشمہ سازیوں اور کرتبوں پر کس سے انصاف مانگیں؟

ان کی افسانہ سازیوں میں اتنے جھول ہیں کہ یقیناً نہ ابوبکر صدیقؓ کے بوڑھی بیوی سے بیٹا پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اس کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے جوان علی سے شادی ہوئی ہے اور محمد بن ابی بکر کی شخصیت بھی فرضی اور کاغذی ہے۔ یہ سب جعل سازی روایات بنانے کے ٹکسال ان لوگوں کے ہیں جو مشاجرات صحابہ کے نام پر ہر وقت خلاف قرآن اور ان کو آپس میں لڑتا بھڑتا دکھائی دینے کے درپے رہتے ہیں۔ یہ جعلی تاریخ ہے اور افسانہ سازی ہے۔ یہ جعلی مشاجرات کے قصوں سے بخاری و مسلم بھرے پڑے ہیں۔ اب غور فرمایا جائے کہ ان کی اس تاریخ میں محمد بن ابی بکر کی فرضی شخصیت اور جعلی نام سے کتنی بڑی کہانی ان سے منسوب کی ہوئی ہے۔ یہ تو میں نے عقلی تضادوں سے ان کے جھوٹ کی ایک چھوٹی سی مثال عرض کی ہے سو آگے کچھ اور ملاحظہ فرمایا جائے۔ اب عقل اور نقل یعنی خود قرآن بلکہ سائنس اور فطری قوانین کی روشنی میں بھی مندرجہ ذیل حقائق پر غور کر کے بتائیں تاریخ کی ان پیوندکاریوں پر سوچیں کہ این راہ کجا مے رود۔

تلاطم تو آنے دو دریا میں یارو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی میں ذکر مولد فاطمہ میں دوسرے نمبر پر امام رضا علیہ السلام کی حدیث لائی گئی ہے کہ اس نے فرمایا کہ فاطمہ علیہا السلام صدیقہ اور شہدہ ہیں اور بنات الانبیاء کو حیض نہیں آتا۔ بحوالہ باب مولد فاطمہ جلد نمبر 3 ناشر ظفر شمیم پبلی کیشن ناظم آباد کراچی۔ اب غور فرمایا جائے کہ عورت کو ماہواری کا خون آنا یہ کوئی عیب یا گندی بات نہیں ہے بلکہ حیض آنا تو تندرستی کی علامت ہے اور حیض نہ آنا بیماری ہے عیب ہے۔ اللہ

کے قانون فطرت اور قانون تخلیق کی روشنی میں صحت اور سائنس کے اصولوں کے تحت انسان کی ابتدائی نشونما ماں کے پیٹ میں اسی حیض کے خون سے ہوتی ہے۔اس لئے جس عورت کو حیض کا خون پیدا ہی نہ ہوتا ہو تو وہ بانجھ بن جائے گی اور اولاد پیدا ہی نہیں کر سکے گی۔اس طرح سے کوئی بتائے کہ یہ حدیث بنانے والے اولاد فاطمہ، حسن وحسین وزینب اور مزید دوسری اولاد کے پیدا ہونے میں بھی شک ڈال رہے ہیں۔لیکن اس سے ہمیں کیا؟ اس لئے کہ قرآن تو فرماتا ہے کہ ہم نے رسول کو آل دی ہی نہیں 33/40 اور مذکورہ بالا روایت سے بھی ثابت ہوتا کہ قرآن نے جو رسول کو آل نہ دینے کی بات کی ہے وہ سچ ہے۔

آگے محترم اسی کتاب اصول کافی میں بی بی فاطمہ بنت رسول کی ولادت کی تاریخ وسال، رسول اللہ کو نبوت ملنے کے پانچ سال بعد لکھتے ہیں۔تو محترم قارئین اس طرح سے بی بی فاطمہ کی والدہ محترمہ خدیجہ الکبریٰ کی عمر فاطمہ کو جننے کے وقت ساٹھ سال بنتی ہے اس طرح تو سائنس اس عمر میں بچے جننے کی بھی انکاری ہے۔کیا کریں تاریخ کے ایک یا دو جھوٹ ہوں تو مان ہی لیں یہاں تو ساری دال کالی ہے۔کیونکہ اسی کتاب میں مولد امام حسن علیہ السلام میں لکھتے ہیں وہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہجرت کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے ہیں۔محترم قارئین! ہجرت کا دوسرا سال بی بی فاطمہ کی عمر کا دسواں سال بنتا ہے سو اس بات کو اگر تسلیم کیا جائے تو پھر فاطمہ کی شادی علیؓ سے گویا کہ اس کی عمر کی نویں سال میں ہوئی جو خود ایک ظلم عظیم ہے جو ایک معصومہ کو قبل از بلوغت صغر سنی میں خلاف حکم قرآنی، خلاف قانون قرآنی شادی کرائی جائے اور یہ خلاف قانون قرآن عمل بھی رسولؐ اللہ اور علیؓ جیسے ذمہ دار لوگوں سے منسوب دکھایا گیا ہے۔کیا پڑھنے والوں کی سمجھ میں کچھ آیا کہ ان حدیث سازوں نے رسول اللہ کو عائشہ سے شادی کرتے وقت عائشہ کی عمر نو سال ہونے کی رٹ کیوں لگائی ہے۔اصل میں رسولؐ اللہ پر ایسے خلاف قرآن عمل کا الزام سارا کچھ اس لئے ہے کہ اللہ نے اگر قرآن میں رسول کو بیٹا نہ دے کر آل رسول نہ دینے کا اعلان کر دیا ہے۔اس لئے کہ اس طرح سے اسے رسالت اور ختم نبوت کو آل کی طرف سے خطرہ تھا۔نبوت کی تحریک اور مشن کو محفوظ رکھنے کے لئے اللہ نے فرمایا کہ میں محمد کو آل نہیں دے رہا 33/40 تو رسالت اور نبوت کے انقلابی فلسفہ معاشی مساوات اور توحید کو توڑنے کے لئے قیصر و کسریٰ کے دانشوروں نے ضروری سمجھا کہ کسی بھی حال میں رسول کے ساتھ آل کو



منتفی کیا جائے پھر ان کو موروثی خاص اختیارات اور پروموشن دلا کر قرآن میں ترامیم کی جائیں۔سو اگر اللہ نے قرآن میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بیٹے نہ دینے کا اعلان کر ہی دیا ہے تو کوئی بات نہیں اب یوں کیا جائے کہ رسول کو ایک بیٹی دے کر پھر نواسوں سے آل رسول کا سلسلہ آگے چلایا جائے۔اب جو انہوں نے رسول کو بیٹی دی بھی تو وہ اس کی ماں (خدیجہؓ) کو ایسی عمر میں دی جس میں عورتیں بچے جننے سے رہ جاتی ہیں۔محترم قارئین! یہ آل رسول کو ایجاد کرنے والے لوگ بی بی خدیجہ زوجۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بچے جننے والی عمر میں فاطمہ دیتے تو اس میں کیا ہوتا؟ لیکن لگتا ہے کہ اللہ بھی جھوٹ کے پول کھولنے کے لئے دوسرے کی مت مار دیتا ہے۔ اس طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آل کی نفی کے اعلان کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

آگے اسی کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی میں مولد امام حسین علیہ السلام میں لکھتے ہیں کہ حدیث ہے امام جعفر صادق کی کہ امام حسن اور امام حسین کے حمل میں ایک طہر کا فرق تھا اور ان کی ولادت میں چھ ماہ اور کچھ دن کا فرق تھا۔محترم قارئین! آپ پچھلے صفحات میں پڑھ کر چکے ہیں کہ نبیوں کی بیٹیوں کو حیض نہیں آتا۔پھر یہ طہر؟ اس کے باوجود نو سال کی عمر میں شادی اور چھ ماہ میں بچہ جننا اور اتنی رفتار سے۔آل کو لانے والوں کے ذہنوں میں کوئی تو جلدی ہوگی، کوئی تو قصے ان کے نام منسوب کرنے ہیں جن پر اگر علم کے تضادات اور تاریخ کے تضادات پر ہماری علمی درسگاہیں تجزیاتی ریسرچ کرائیں ان تضادات کی دفعات پر پی ایچ ڈی کرائیں تو کئی واقعات اور ان کے ہیروز اور کردار فرضی جعلی اور بوگس ثابت ہوں گے۔

قارئین کرام! مولد حسین علیہ السلام کی حدیث نمبر 4 میں فرمایا ہے امام جعفر علیہ السلام نے کہ حسین علیہ السلام نے اپنی ماں فاطمہ کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا۔حسین ہر دوسرے تیسرے دن اپنے نانا رسول کا انگوٹھا چوستے تھے۔اس سے اتنی غذا مل جاتی تھی کہ دو تین دن تک گزارہ ہو جاتا تھا۔پھر اس طرح حسین کا گوشت رسول کے گوشت سے بنا اور حسین کا خون رسول کے خون سے بنا ہے۔

دوسری روایت میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام حسین کو رسول کی خدمت میں لایا جاتا تھا وہ اس کے منہ میں اپنی زبان دیتے تھے جسے وہ چوس کر دو تین دن

کے لئے غذا حاصل کرتے تھے۔ اصول کافی والے نے باب مولد فاطمہ کی آخری حدیث میں لکھا ہے کہ امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر خدا حضرت علی علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا تو روئے زمین پر فاطمہ کے لئے کوئی کفو (برابر کا جوڑ) کا نہ ہوتا آدم سے لے کر قیامت تک۔

محترم قارئین ان سب حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کردار سب حدیث سازوں کے قلم کے ایجاد ہیں۔ان کا حقیقی وجود عقل کے خلاف نظر آتا ہے۔میں نے ایک شیعہ عالم سے کافی کی ان حدیثوں کا ذکر کیا کہ یہ کس طرح کی غیر عقلی اور غیر فطری پیدائش ہے تو اس نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ اہل بیت کی خصوصیت اور انفرادیت ہے۔ان کو عام لوگوں کے پیدائشی سسٹم پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

محترم قارئین! رسول کی بیٹی کے ساتھ اتنی زیادتی کہ اس کی کل عمر 18 سال اور ڈھائی ماہ قرار دے کر پھر اس کے لئے یہ محبان اہل بیت لکھتے ہیں کہ ان کے ہاں بعض علماء کے نزدیک اس کی اولاد پانچ بچے ہیں اور بعض کے ہاں سات بچے۔ویسے انسانوں کے تخلیقی سسٹم کے بارے میں قرآن کا فرمان کہ **فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ 30/30** یعنی اللہ نے انسانوں کی فطرت میں جو قانون تخلیق بنایا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی یہی پختہ قانون ہے اور غیر متبدل سسٹم ہے۔

اب ہم قرآن کے اس اٹل قانون کو دیکھتے ہیں تو آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اہم شخصیتوں کی اصول کافی والی پیدائش غیر فطری ثابت ہوتی ہے جو کہ غیر قرآنی ہے۔اب ہر ایک سوچے کہ اسے قرآن کے کہے پر چلنا ہے یا اصول کافی کی غیر فطری پراڈکشن کو ماننا ہے۔ مجھے ایک علامہ صاحب نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اللہ نے بڑی عمر میں اسحاق بیٹا دیا تو خدیجہ کو بڑی عمر میں فاطمہ کیوں نہیں دے سکتا؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ وہاں سارہ کا **وَأَنَا عَجُوزٌ** "11/72" کہنا اس سے مراد عام مایوسی والا بڑھاپا نہیں بلکہ کچھ اس طرح کہ چالیس پچاس سال کا آدمی اس طرح محاورۃً کہہ سکتا ہے کہ میرا بڑھاپا ہے۔ ویسے بھی علم التاریخ اور تحریف شدہ تورات والے تو امام بخاری مسلم زہری وطبری سے بھی پہلے جھوٹ بولنے میں ماہر تھے۔

میرا دوسرا جواب یہ تھا کہ اللہ نے سارہ کی تھوڑی سی بڑی عمر میں اسے بیٹا دینے



کی بات کو قرآن میں ذکر کرنا ضروری سمجھا تو اگر خدیجہ کو اس کی ساٹھ سال کی عمر میں بیٹی فاطمہ دینی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ذکر بھی قرآن میں کرتا۔اس لئے کہ جس طرح ابراہیم تاریخ کا بڑا آدمی ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی تاریخ عالم کا بڑا آدمی ہے۔ان بڑے آدمیوں کے حوالہ سے بھی دیکھ لیجئے کہ جس جس کی اولاد ہے اور جیسی بھی ہے تو قرآن نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اچھی آل کو قرآن نے اچھا کہا ہے اور بری کو برا۔سورۃ حدید میں ملاحظہ فرمائیں **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ "مِنْهُمْ فٰسِقُونَ 57/26**

غور کیا جائے کہ اللہ نے نوح اور ابراہیم کی اولاد کا ذکر کیا جن کو نبوت اور کتاب دی ہے ان کا بھی ذکر کیا اور جو آل سے فاسق اور بدمعاش بن گئے ہیں۔ان کا بھی ذکر کیا ہے۔لیکن سارے قرآن میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔پھر سورۃ آل عمران میں فرمایا کہ **إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرٰهِيمَ وَآلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ 3/33** یہاں غور فرمایا جائے کہ آل ابراہیم اور آل عمران کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور عمران کی بیوی کا ذکر بھی کیا گیا ہے پھر اس کے ہاں بیٹی مریم پیدا ہوئی ہے تو اس اس کی اولاد کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔سو اگر فاطمہ کے بیٹوں کو قیامت تک امامت دینی ہوتی تو قرآن ضرور اس کا ذکر بھی کرتا لیکن جبکہ ہدایت کا منشور رسول اللہ کی معرفت قرآن کی شکل میں قیامت تک کے لئے دیا ہوا ہے تو اب دوسری ہر چیز امامت ہو یا کسی مدعی نبوت ،انگریزوں کے پروردہ اور فرستادہ مرزا غلام احمد کا کوئی دعویٰ ہو۔ایسی سب چیزیں شرک بالقرآن ہوں گی اور ختم نبوت کی مہر توڑنی مراد ہوگی۔

## ﴿علم الروایات پر قرآن کا نام رکھنے کی چوری﴾

**اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتٰبًا مُتَشٰبِهًا مَثَانِيَ 39/23**

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن حکیم کو احسن الحدیث کے نام سے تعبیر فرمایا ہے جس کے معنی ہیں "زیادہ حسین حدیثوں والی کتاب" نہ صرف اتنا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں قرآنی احادیث کے مقابلہ میں ان لوگوں کو جو حدیث سازی کی حرفت کے ذریعے عامۃ الناس کا قرآنی احادیث سے منہ موڑنے کے درپے رہتے ہیں، چیلنج کیا ہے کہ **فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صٰدِقِينَ 52/34** وہ لوگ جو روایت

سازی کے فن سے حدیثیں بنانے والے ہیں، سن لیں اگر ان میں دم ہے تو وہ قرآن جیسی ایک ہی حدیث بنا کر دکھائیں۔

دین اسلام کے نام پر مدارس کے اندر اہل مجوس کی بنائی ہوئی خلاف قرآن روایات کو حدیث رسول کے نام پر شیخ الحدیث کہلانے والوں کو قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ
**فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ○ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ** 69/38/39 یعنی جو کچھ تم سے وحی کی معرفت کہا جا رہا ہے یہ اٹل حقیقتیں ہیں۔ جن میں سے تم کچھ دیکھ پائے ہو اور کچھ پس پردہ ہیں۔ سن لو! **اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ** اقوال رسول یہی تو ہیں۔ اب جب سچے اقوال رسول قرآن کے نام سے تمہیں دیئے گئے ہیں تو ان کو احادیث رسول ماننے اور کہنے پر تمہیں بخار چڑھتا ہے۔ جو صدیوں بعد کے شاہ کسریٰ کے درباری اساورہ کے لے پالک دانشوروں کی گھڑی ہوئی خلاف قرآن، جھوٹ کے پلندے ہیں تم ان کو حدیث رسول مان کر قرآنی احادیث سے لوگوں کا منہ موڑ رہے ہو سوائے رسول! اے مخاطب قرآن! **فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ** " 68/44,45 یعنی تمہارا رب ان قرآنی احادیث کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اکیلا ہی کافی ہے۔ ہم ایسی ترتیب سے ان کی چمڑی ادھیڑیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہیں لگے گا۔ میں نے انہیں مہلت دی ہے لیکن میری تدبیر نہایت پختہ اور مضبوط ہے۔

جرمن کے ایک دانشور نے جتنی بھی علم الروایات والی مروج حدیثیں ملیں ان سب کو کمپیوٹر میں فیڈ کیا۔ پھر ان روایات کے واقعات، فیصلوں، لڑائیوں، معاہدوں اور جملہ متعلقہ میعادوں کے وقت کا ٹوٹل نکالا یعنی اتنے فرمان جاری کرنے والے، پروگرام بنانے والے انقلاب لانے والے کی مدت عمر کتنی ہو سکتی ہے اور ان حدیثوں کی روشنی میں صاحب حدیث کو کتنی عمر درکار ہوگی؟ تو کمپیوٹر سے جواب آیا کہ ساڑھے سات سو سال کے عرصہ میں کوئی اتنی باتیں اور کام کر سکتا ہے۔ جبکہ نبوت کی کل میعاد 23 سال ہے۔

میں نے 1965ء میں دارالعلوم کورنگی کراچی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ اُس سال دورہ حدیث میں شریک کل تیس طالب علم تھے۔ محترم استاد شیخ الحدیث صاحب نے روایات والے علم حدیث کے متعلق کئی موضوعات پر فرمودات پیش کئے، جن میں سے ایک



یہ بھی تھا کہ اقوال رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حدیث کا نام اس لئے دیا گیا کہ قرآن ایک قدیم کتاب ہے اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو قدیم کے مقابلہ میں حادث اور جدید کے مفہوم کی خاطر حدیث کا نام دیا گیا تا کہ لوگ اسے بھی قرآن نہ سمجھ بیٹھیں۔

محترم قارئین! دسویں بار قرآن نے خود کو حدیث کے نام سے تعبیر کیا ہے اور کھلے طریقے سے اعلان فرمایا ہے کہ **اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ** یعنی یہ حدیثوں سے بھرا ہوا قرآن رسول کریم کا ہی قول ہے۔ محترم استاد شیخ الحدیث کی شان میں تو میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ چہ جائیکہ اُس سال میں دورہ حدیث کے امتحان میں انعامی نمبروں سے پاس ہوا تھا، اس کے باوجود میں اقرار کرتا ہوں کہ میں قرآن سے بالکل جاہل تھا۔ میں جس وقت عالم فاضل ہونے کے سال سند الفراغ حاصل کرنے کے بعد (اس سند الفراغ کو میں اب سند الفراڈ تصور کرتا ہوں) اس موقع پر اتنا غبی الغب اور احمق تھا کہ قرآن کے اس اعلان کو کہ (قرآن احسن الحدیث کتاب ہے) اور **وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا** 4/87 والی کتاب ہے۔ جیسے کہ قرآن کے ان دعاوی کا مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔ کہ میں استاد سے پوچھ سکوں کہ حضرت جی آپ جس قرآن کو قدیم کہہ رہے ہیں وہ تو خود کو قول رسول کہہ رہا ہے۔ رسول تو حادث ہے قدیم نہیں۔ قرآن تو ہم سارے حدیث پرستوں اور حدیث نہ ماننے والوں کو کہہ رہا ہے کہ۔ **اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ** 56/81

اے دستار فراغت کے مالک کہلانے والوں قرآنی حدیثوں میں تو مداہنت نہ کرو **وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ** 56/82 یعنی جھوٹ بول بول کر حرام رزق کھا رہے ہو۔ تم نے اپنا کھانا پینا ہی حرام بنا دیا ہے۔ محترم قارئین میں تو قرآن سے جاہل تھا کہ استاد سے ایسا سوال نہیں پوچھا لیکن میرے 29 ساتھیوں میں سے بھی کسی نے اس طرح کا کوئی سوال نہیں پوچھا۔

## ﴿ قرآن کیسے جمع ہوا؟ ﴾

امام بخاری صاحب نے کتاب فضائل القرآن میں ایک باب لکھا ہے باب جمع القرآن کے نام سے۔ اس باب میں کل دو حدیثیں ہیں۔ میں پہلے دونوں حدیثوں کا مختصر خلاصہ عرض کر رہا ہوں بعد میں وہ قرآنی آیات لاؤں گا جن کے خلاف یہ حدیثیں گھڑی گئی ہیں۔ اس باب کا نمبر ہے 891 اور حدیثوں کے نمبر ہیں 2095 اور 2096۔ یہ

حدیث ابن شہاب زہری نے گھڑی ہیں، کہ زید بن ثابت نے فرمایا کہ جنگ یمامہ کے موقع پر ابوبکرؓ نے مجھے بلایا اور میں اس کے پاس گیا تو وہاں عمر فاروقؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ابوبکرؓ نے مجھے کہا کہ عمر میرے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ جنگ میں بڑی خونریزی ہوئی ہے جس میں قاری لوگوں کا بڑا قتل ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں کہ ہر جگہ کی لڑائیوں میں اگر یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا ذخیرہ جاتا رہے گا۔ اس لئے میں آیا ہوں کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ تو میں نے عمرؓ کو کہا کہ تم وہ کام کیسے کرو گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ یہ ضروری اور بہتر ہے اور اس لئے وہ اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جس طرح عمرؓ کا اس مسئلہ میں سینہ کھلا ہوا تھا اللہ نے میرا بھی شرح صدر کردیا۔ زیدؓ نے کہا کہ مجھے ابوبکرؓ نے کہا کہ تو نوجوان آدمی ہے اور ہم تجھے کسی تہمت میں بھی ملوث نہیں پاتے اور تم رسول اللہ کے لئے اس کی وحی بھی لکھتے تھے اس لئے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو'' سو اللہ کی قسم کہ اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے لئے کہتے تو وہ مجھے بھاری نہ لگتا جتنا کہ قرآن کا جمع کرنا بھاری لگتا ہے۔ تو میں نے ان کو کہا کہ تم یہ کام کس طرح کر رہے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے اور وہ مجھے اس کے لئے بار بار کہتا رہا یہاں تک کہ میرا بھی شرح صدر ہوگیا۔ پھر میں قرآن کے جمع کرنے کے پیچھے پڑ گیا۔ جو میں نے (عسب یعنی کھجور کی لکڑیوں اور لخان (لخان کا ویسے تو معنی ہے انسانی جسم کا بدبودار مقام بغل وغیرہ) لیکن یہاں مترجمین نے ہڈیاں اور پتھر معنی لئے ہیں، اور لوگوں کے سینوں سے اور اس تلاش کے عمل میں سورۃ توبہ کی آخری آیت میں نے ابوخزیمہ انصاری کے ہاں پائی جو کسی اور کے ہاں نہیں مل رہی تھی اور وہ آیت **لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْل" مِّنْ اَنْفُسِکُمْ** 9/128 سورۃ براۃ کا آخر۔

چنانچہ یہ میرے جمع کردہ صحیفے ابوبکرؓ کے پاس اس کی زندگی تک رہے اور اس کی وفات کے بعد عمرؓ کے پاس رہے اور عمرؓ کی وفات کے بعد اس کی بیٹی حفصہؓ کے پاس رہے۔ پہلی حدیث پوری ہوئی اور دوسری حدیث بھی ابن شہاب زہری☆ کے فن امامت کا شاہکار

---

☆ علامہ رحمت اللہ طارق صاحب رئیس المحدثین امام محمد بن شہاب زہری (۱۲۴ھ م) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ موصوف کو غلط بیانی پر کئی بار وارننگ بھی مل چکی تھی۔ اس سے حدیث لینا ممنوع قرار دیا گیا



تھا اور اس نے جتنی بناوٹی حدیثیں پیش کی ہیں وہ مدنی زندگی میں نہیں عراق جا کر بیان کی ہیں۔

ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ حذیفہ بن الیمانؓ عثمانؓ کے پاس آئے جب وہ عراق اور شام کو اکٹھا کر کے آرمینیا اور آذربائیجان پر حملہ کر رہے تھے۔ تو ان دنوں شامی اور عراقی لوگ قرأت کے معاملوں میں آپس میں لڑ رہے تھے۔ جس نے محترم حذیفہ کو پریشان کیا ہوا تھا تو حذیفہؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس امت کا تو خیال کرو! اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ اپنی کتاب کے بارے میں اختلاف میں پڑ گئے تھے۔ اب کہیں یہ مسلم امت بھی ان کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف میں نہ لگ جائیں۔ پھر عثمانؓ نے بی بی حفصہؓ کے پاس کسی کو بھیجا کہ وہ صحیفے جو آپ کے پاس ہیں وہ ہمارے ہاں بھیج دیجئے۔ ہم اس سے نقل کر کے پھر آپ کو واپس کر دیں گے تو حفصہؓ نے وہ صحیفے بھیج دیئے عثمانؓ کی طرف اور اس نے حکم دیا زیدؓ بن ثابت اور عبداللہ بن الزبیرؓ اور سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمان بن الحارثؓ بن ہشام کو۔ پھر ان سب نے اس کاپی سے نقل کر کے دوسرے نسخے تیار کئے اور عثمانؓ نے ان چار آدمیوں میں سے تین جو قریش تھے انہیں حکم دیا کہ جب تمہارا زید بن ثابتؓ سے کوئی اختلاف ہو جائے تو پھر تم لغت قریش کے مطابق نقل کرو کیونکہ **فانما نزل بلسانهم** یعنی قرآن نازل ہی ان کی زبان کے مطابق ہوا ہے۔ پھر ان لوگوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر جب کئی سارے نسخے تیار ہوئے تو عثمانؓ نے اصل کاپی بی بی حفصہؓ کو بھیج دی اور دیگر نقل کردہ نسخے مملکت کے اطراف ونواحی میں بھیج دیئے اور حکم جاری کیا کہ ان نئے تیار کردہ نسخوں کے علاوہ کسی کے پاس قرآن کا جو کچھ بھی ہو وہ جلا دیئے جائیں۔ آگے ابن شہاب کا قول مزید ہے کہ اس سے خارجہ بن زید بن ثابت نے کہا کہ اس نے اپنے باپ سے سنا کہ سورۃ احزاب کی ایک آیت مجھ سے گم ہوگئی جو میں رسول اللہ سے سنا کرتا تھا۔ پھر ہم نے اسے تلاش کیا تو اسے خزیمہؓ ابن ثابت انصاری کے پاس پایا اور وہ آیت یہ تھی کہ **مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَال" صَدَقُوْامَاعَاهَدُ وااللّٰهِ عَلَیْهِ** 33/23 یعنی اس آیت کو ہم نے پھر مصحف میں شامل کر دیا۔

محترمین! یہ دوسری حدیث بھی پوری ہوئی۔ اب ان دونوں حدیثوں پر قرآن حکیم کا مؤقف جمع القرآن کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ پھر ان دشمنان قرآن اماموں کی ان خرافات پر بھی مزید غور فرمائیں اور آپ پھر جو بھی چاہیں رائے قائم کریں۔

تبصرہ: محترم قارئین! آدمیوں کی پہلی ٹیم کا جب جنت ارضی سے ہبوط ہوا اور انہوں

نے نعماء جنت کی بے قدری کرتے ہوئے استحصال اور ارتکاز دولت کے لئے محنت کشوں کو ننگا تک کر دیا تو انہیں اللہ کا حکم ہوا کہ **فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** 2/38

یعنی اب ہم تمہیں ڈی گریڈ کرتے ہیں اور مقام آدمیت کی علم وحی والی منزل تمہیں تب ملے گی جب تم ہماری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی تابعداری کرو گے۔ تو پھر تمہیں کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں قرآن بتاتا ہے کہ **وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا** 21/79 یعنی ہم نے ہر نبی کو کتاب اور اس کتاب کی روشنی میں حکمرانی عطا کی تو انبیاءؑ کی وحی کی رہنمائی والی اخلاقیات ہوں یا معاشیات، یہ چیزیں دنیا کی استحصالی مادر پدر آزاد ومعاشرت والے مافیا کو نہیں بھائیں۔ انہوں نے ہر دور میں وحی کی تعلیم سے ٹکر لی۔ آج کوئی موازنہ کر کے دیکھے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے جنہیں عہد نامہ عتیق اور تورات کہا جاتا ہے انجیل تک ان کی ساری تحریف شدہ تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اور قرآن جو وحی والی تعلیم کا آخری ایڈیشن ہے جو پہلے جملہ انبیاء کے صحیفوں کتابوں کا امین ہے (نچوڑ اور لیٹسٹ ایڈیشن) ہے اس کے خلاف جو کسروی اور قیصری شکست خوردہ سرداروں جاگیرداروں کی تنخواہ دار دانشور مافیا نے امامت کے چوغے میں حدیث رسول کے نام سے جو علم سامنے لائے ہیں وہ سارے کا سارا بائیبل کی کاپی ہے جس میں جاگیرداری کو از سر نو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے زندہ کیا گیا ہے۔ جس علم روایات واحادیث میں سرمایہ داریت، پاپائیت کو قرآنی معاشیات و دیگر علوم کے مقابلہ میں لے آئے ہیں۔ ان حدیث ساز اماموں نے ایک حدیث بنائی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمرؓ فاروق کسی اگلے نبی کا صحیفہ پڑھ رہے تھے تو رسولؐ اللہ اسے دیکھ کر غصے میں لال ہو گئے تو صدیق اکبرؓ نے عمر کو کہنی مارتے ہوئے کہا کہ **الاترى وجه رسول الله** یعنی تو دیکھ نہیں رہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرے اس کتاب پڑھنے پر کتنے غصہ میں آ گئے ہیں تو فوراً عمرؓ نے رسول اللہ کو دیکھتے ہوئے کہا کہ **رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد نبيا** یعنی اس نے گویا ایمان کی دعا پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کی اور رسول کو تسلی دی کہ میں تو ایسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ **لو كان موسىٰ حيا لما وسعه الا اتباعي** یعنی اے عمر اگر آج میرے دور نبوت میں موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو



اسے بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

محترمین عالی مقام! یہ سارا کچھ اس لئے ہے کہ وحی قرآن کی تعلیم، کے خلاف عہد نامہ عتیق و جدید میں جو کچھ ہے اسے یہ فارس کے امام حدیث رسول کے نام پر میدان میں لائے ہیں۔ اب یہ اس طرح کی حدیثوں سے اگلے تحریف شدہ صحیفوں کے پڑھنے سے اس لئے روک رہے ہیں کہ کہیں قیصریت کے لے پالک سینٹ پالوں سے کسروی فارسی زرتشتی اماموں کا علمی رشتہ لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے اور ان کے امامی علم نے جسے آپ علم الروایات کہیں یا علم الحدیث کہیں بقول ان کے یہ سارے کا سارا شرک بالقرآن ہے یہ تو سارے کا سارا شرک بالرسالت ہے اس لئے کہ رسالت والا علم تو قرآن ہے اور یہ اہل فارس کی حدیثوں والا علم تو شرک باللہ ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ امامی حدیثیں ان کے متبعین کے کہنے کے مطابق قرآن کو بھی منسوخ کر سکتی ہیں۔ تو اللہ کے مقابلہ میں گویا ان کی حدیثیں قرآن ثانی کے درجہ میں ہوئیں بلکہ ان کے لئے تو قرآن سے اعلیٰ ہوئیں کیونکہ ناسخ چیز منسوخ کے مقابلہ میں فوق ہوئی۔ تو ان حدیث پرستوں کے ہاں حدیثیں قرآن کو منسوخ کر سکتی ہیں، حدیثوں کا مرتبہ ان کے ہاں قرآن سے اعلیٰ ہوا۔ ان قرآن مخالفوں نے **وحده لا شريك** ذات کا وحدہ لاشریک مینوفیسٹو جو وحدہ لاشریک علمی اصل اور ماخذ ہے۔ انہوں نے اللہ کے اس توحیدی نشان کو توڑنے کے لئے اور شرک بالقرآن کے طور پر ان کے اپنے گھڑے ہوئے علم حدیث کو حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے طور پر منوانے کے لئے ان لوگوں نے وحی غیر متلو کے چکر چلائے اور **مثله معه** کے شرکیہ ڈائیلاگ پھینکے اور انہیں منوانے کے لئے ان لوگوں نے **مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ** 4/80 کے غلط معنی مشہور کئے۔ انہوں نے **اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ** سے اللہ اور رسول کے درمیان فرق کیا کہ اللہ کی اطاعت کو قرآن کی اطاعت کے معنی میں مشہور کیا اور رسول کی اطاعت کو حدیثوں کی اطاعت کے معنی میں مشہور کیا۔ ان کے اس شرک کو عام لوگ سمجھ نہیں پائے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے شرک کے معنی صرف قبروں کو پوجنے میں محدود کر دیئے۔ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو جدا کرنا یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ حقیقت میں رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہی کا نام ہے۔ یہ کوئی جدا دو چیزیں نہیں ہیں رسول کی اطاعت کے معنی اس کی رسالت کی اطاعت ہے۔ رسالت کا محسوس مسودہ تو

قرآن ہے۔ رسالت کا معنی تو پیغام ہے اور وہ پیغام اللہ کا قرآن ہے جب پیغام یعنی رسالت کی اطاعت کی جائے گی تو وہ ازخود اللہ کی اطاعت ہو جائے گی۔

محترم قارئین !اس مضمون کی پہلی حدیث سے تبصرہ عرض ہے کہ امام زہری صاحب نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کو صدیق اکبر نے جنگ یمامہ کے بعد بلا کر کہا کہ لڑائی میں بہت قاری لوگ قتل ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ اس طرح قرآن کا بڑا ذخیرہ چلا جائے گا۔ زہری کی اس عبارت سازی میں اس کی خیانت یہ ہے کہ اصحاب رسول سارے کے سارے حفاظ قرآن تھے۔ اس زمانہ میں قرأت کے فن کی کوئی ایجاد اور صنعت ہی نہیں تھی یہ۔ **نزل القرآن علی سبعة احرف** یعنی قرآن سات قرائتوں میں نازل کیا گیا ہے۔ یہ تو اہل فارس کی سازش ہے کہ قرائتوں کے بہانے سے ان کو تحریف لفظی کا کہیں بہانہ مل جائے۔ اللہ نے تو نزول قرآن کا ذکر قرآن حکیم میں مختلف وصفوں سے نزول کے صیغے اور لفظ کے ساتھ ڈیڑھ سو بار سے زیادہ تعداد میں ذکر کیا ہے۔ جس میں نور کا وصف ہے، ذکر ہے، آیات بینات ہے، حق ہے، سلطان ہے، نذیر ہے، بشیر ہے ،احسن الحدیث ہے، متشابہ ہے، مثانی ہے، تبیان ہے، جس میں انداز نزول کا ذکر تنزیل کے صیغے سے ہے۔ **علی مُکْث** کے اسلوب سے ہے۔ اذن اللہ کے تعارف سے ہے ،شفاء کے نام سے ہے، مصدق ہے، رحمت کے لقب سے ہے، حکمۃ کے نام سے ہے، مبارک ہے، ہدایت کے طور پر ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ اللہ نے نزول کے صیغہ سے ایک سو ساٹھ بار سے زائد قرآن کا تعارف قرآن میں سمجھایا لیکن **سبعة احرف** اور لسان قریش میں نزول کا ذکر نہیں کیا یعنی سات قرائتوں میں نازل کرنے کی بات بتانا اللہ بھول گیا۔ یہ فارس کی شکست خوردہ امامی مافیا نے آکر اللہ کی بھول چوک کو درست کر کے دکھایا اور لسان قریش کی پیوند لگا دی۔ اس قرآن دشمن مافیا سے متاثر ذہنوں والے یہ بات ہمیشہ کے لئے پلے باندھ رکھیں کہ جو چیز قرآن میں نہیں ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ بھول گیا بلکہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ نے وہ چیز ضروری نہیں سمجھی۔ اُسے علم ہے کہ اتنے سے اضافے سے یہ لوگ کتنا پھنس جائیں گے۔ پہلی قوموں نے ایسے بے جا قسم کے سوالات اٹھائے تو وحی کے سرچشمہ سے انہیں جواب میں وہ اضافے دیئے گئے پھر وہ ایسے پھنسے کہ **ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كَافِرِيْنَ** 5/102 پھر تو ان کو لینے کے دینے پڑ گئے اور اپنے مانگے ہوئے اضافوں کا



بھی کفر کر بیٹھے۔

تو یہ امام زہری صاحب کا اپنی حدیث میں قاریوں کے قتل کی بات کرنا یہ امت کو دھوکہ دینا ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں کامل قرآن کا کوئی حافظ تھا ہی نہیں صرف قاری تھے اور یہ زہری صاحب کی تکنیک اس لئے ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ جب حفاظ قرآن نہیں ہوں گے تو واقعی پتھروں اور ہڈیوں پر لکھے ہوئے ذخیرہ سے ایک ٹھکری کے ضائع ہونے سے بھی قرآن مکمل نہیں ہو سکے گا۔ جس طرح کہ اسی امام مافیا کا گھڑا ہوا پراپیگنڈا بخاری نے بھی اپنی کتاب میں نوٹ کیا ہے کہ رجم کی آیت نازل ہوئی تھی جو آج کل قرآن میں شامل نہیں ہے گم ہو گئی ہے۔

محترم قارئین! اس ماجرا کی تفصیل اس کتاب کے حصہ اول میں پیش کی گئی ہے۔ میں اہل فارس کی اس قرآن دشمن تحریک کے تنظیمی ربط کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں کہ یہ زہری امام ابوحنیفہ کی پیدائش کے سال 80ء ہجری میں بنو امیہ کے خلیفہ عبدالملک کی اولاد کے اتالیق بنے ہیں اور بنو امیہ کی جڑیں اکھیڑنے میں سارا اسی کا ہاتھ ہے۔ یہ صاحب 45 سال تک کنگ میکر کے طور پر انڈر گراؤنڈ دارالخلافہ میں بیٹھ کر اپنا کام کرتے رہے۔ اس قسم کے لوگوں نے قرآن دشمنی کے لئے جو من گھڑت علم حدیث ایجاد کیا تو دیکھئے اس کے ایک سو سال سے بھی بعد میں آنے والا بخاری اس کے سارے مخطوطات کتابی شکل میں قلمبند کرتا ہے۔ نہ صرف اکیلا بخاری بلکہ آپ امام محمد کی کتاب الآثار میں بھی دیکھیں گے کہ ابوحنیفہ کی قرآن دشمن روائتیں بھی امام زہری سے مروی ہیں۔ جس کا کچھ ذکر اس کتاب کی جلد اول میں ہے کچھ اس حصہ دوم میں لایا جائے گا اور ان امامی تحریک والوں کا طریقہ۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو۔ کی طرح ہے۔ یہ جو ان کے ناموں کے ساتھ قدس سرہ لکھا جاتا ہے یہ اس زیر زمین دشمن مافیا کا تعارفی کوڈ ورڈ تھا جس کا مطلب ہوتا تھا کہ یہ اپنا بندہ ہے اس کی ممبر شپ کا راز محفوظ ہے۔ ظاہر نہیں ہو پایا آگے حدیث میں یہ کہنا کہ قاریوں کے قتل ہو جانے کی وجہ سے عمر میرے پاس آیا ہے اور مطالبہ کیا کہ ضرورت ہے کہ قرآن کو جمع کیا جائے ورنہ ضائع ہو جائے گا۔

محترم قارئین! قرآن کا ضائع ہو جانا قاری لوگوں کے مرنے سے تو نہیں ہو جاتا۔ ہاں البتہ حافظ لوگوں کے قتل کی کوئی بات ہو تو عقل مانتی ہے لیکن یہ مافیا والے کیسے

کہیں کہ اس دور میں حافظ قرآن بھی تھے۔ اس طرح کہنے سے توان اماموں کو سانپ ڈستا ہے۔ پھر حدیث میں آگے لکھتے ہیں کہ صدیقؓ اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے اس مطالبہ پر اسے کہا کہ جو کام رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حدیث ساز اماموں کی اس ڈھٹائی پر کیا کہیں اور چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

محترم قارئین! اللہ تعالیٰ اگر اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو ان کی یہ تحریک اتنی خطرناک ہے کہ قرآن کو ایک صدی بھی چلنے نہ دیتی اور شاید توریت اور انجیل سے بھی قرآن کریم کا زیادہ برا حشر ہوتا۔ جب یہ لوگ قرآن کے ٹیکسٹ اور متن کو مٹا نہ سکے تو انہوں نے سارا زور قرآن کی معنوی تحریف پر لگایا۔ اور وہ بھی اتنا طاقتور اور بھرپور انداز سے کہ یہ لوگ مسلم امت کو بلکہ پوری دنیا کو یہ منوانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس نے قرآن کے حکم **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** کے خلاف عمل کیا اور لڑائیوں میں لوگوں کو غلام بناتے رہے اور قرآن کے معاشی مساوات کے حکم **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰى** 53/39 اور **سَوَآءً لِّلسَّائِلِيْنَ** 41/10 کے حکم پر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل نہیں کیا اور لوگوں میں جاگیریں تقسیم کیں۔ ملاحظہ فرمائیے بخاری کے باب اقطاع الارض میں جس میں ایک شخص کو رسول اللہ نے فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ۔ جہاں تک پہنچ سکو وہاں تک کی ساری زمین تیری ہوئی۔ تفصیل اسی کتاب کے حصہ اول میں دیکھی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں رجم کی حدیث میں بھی قرآن کے ناقص ہونے کا الزام ہے

محترم قارئین! اگر کوئی حقائق سے آنکھیں بند کر کے اول فول بکتا جائے کہے تو اس کا کیا علاج؟ جبکہ رسول اللہ نے خود وحی کے ملنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے قرآن کو قلم بند کیا ہے۔ جس کا حوالا دشمنوں کی شہادت سے قرآن نے بیان کیا **وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ** 29/48 **قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا** 25/5 دیکھئے کہ رسول اللہ پہلے اکیلے نازل شدہ وحی کو لکھ کر پھر ساتھیوں کو بٹھا کر قرآن لکھوانے کی کلاس لیتے تھے، صبح و شام روزانہ یہ کام کرتے تھے۔ پھر بھی یہ روایت ساز امامی مافیا والے لکھتے



ہیں کہ ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں؟ ان حدیث سازوں کی آنکھوں میں ذرہ بھی حیا کا دخل نہیں۔ یہ دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں رسول اللہ کو فرماتے ہیں کہ:

**لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ** 75/16 اے محمد قرآن کو جمع کرانے کے معاملے میں تجھے زبان ہلانے کی بھی تکلیف کرنی نہیں پڑے گی۔ اگر یہ کام تو کرنا چاہے گا تو یہ تیری جلدی ہوگی، **اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ** 75/17 یہ معاملہ یعنی قرآن کو جمع کرنا اور وہ بھی ترتیب سے یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ یعنی ترتیب نزولی نہیں ہوگی ہم اسے نئی ترتیب سے جمع کرائیں گے۔ اس لئے عجلت نہ کی جائے۔ یہاں ایک خاص بات ہے غور کرنے کی۔ جس کا تعلق ترتیب قرآن سے ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو وحی کے آتے ہی اسے قلم بند کرتے جاتے تھے تو اس طرح سے وہ ایک کتاب ہی مدون ہو رہی تھی، جمع ہو رہی تھی، ترتیب پا رہی تھی، جو ترتیب نزولی تھی تو صرف اس کی حتمی فائنل شکل کا مسئلہ تھا جس کے متعلق اللہ نے رسول سے فرمایا کہ اس کو حتمی اور فائنل شکل میں لانے کے معاملہ میں جلدی نہ کرنا ہم اس کے جمع و ترتیب کے معاملہ میں آپکو خاص ہدایات دیں گے۔ پھر جب ترتیب کے بارے میں آپکو خصوصی ہدایت مل جائیں تو **فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ** یعنی ہماری والی ترتیب کو آپ فالو کریں اس کے مطابق اسے جمع کرانا ہے۔ نہ کہ نزولی ترتیب سے۔ پورے قرآن کے نزول ہونے کے بعد ترتیب اور جمع کی ہدایات ملیں گی۔ مکمل ہونے سے پہلے ترتیب نزولی کو فائنل سمجھنا یہ عجلت ہوگی۔ اس لئے یہ کام ہمارے ذمہ ہے اس حد تک کہ: **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ** 75/19 قرآن کی تفسیر بھی وہ قابل قبول ہوگی جو ہم چاہیں گے یعنی تفسیر القرآن بالقرآن کے سوا کسی دوسرے کی تفسیر قبول نہیں ہوگی۔ تفسیر وہ ہوگی جو ہم بیان کریں گے اور اس کے لئے بھی گارنٹی ہے کہ:

**وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا** 5/33 یعنی پوچھنے والے ایسا کوئی سوال بھی پوچھیں گے ہم ان کے ہر سوال کا حق والا، احسن ترین انداز سے تفسیر کیا ہوا جواب دیں گے۔ کوئی قرآن سے پوچھ کر تو دیکھے۔ آگے پھر حدیث میں ہے کہ ابو بکرؓ نے مجھے کہا کہ تو نوجوان آدمی ہے اور ہم تجھے کسی تہمت میں بھی نہیں پاتے۔

محترم قارئین! اہل مطالعہ لوگ جانتے ہیں کہ ان تحریک والوں نے زید بن ثابت

کاکاتب الوحی اور عبداللہ بن عباس کو رسول کی دعا کے طفیل عالم قرآن مشہور کیا ہے۔ جبکہ یہ ساری ان کی فنکاری ہے۔ یہ حدیث ساز لوگ عامۃ الناس کو بیوقوف بنا رہے ہیں کہ کسی کو قرآن کو جب سمجھا ہے جبکہ اسے رسول اللہ نے دعا دی ہے۔ نہیں تو قرآن ہر ایک کی سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔

محترم قارئین! سارے اصحاب رسول، اعلیٰ پائے کے عالم قرآن تھے، حفاظ قرآن تھے، قرآنی نظام کے حساس قسم کے نگران تھے۔ جب ہی تو دشمنوں کو اصحاب رسول سے آج تک بیر ہے چڑ ہے۔ آپ نے حدیث میں دیکھا کہ زہری نے کیسی فنکاری دکھائی ہے کہ وہ زید بن ثابت کو کہہ رہے ہیں کہ جمع قرآن کا کام تم کرو۔ اس لئے بھی کہ تجھ پر کوئی تہمت بھی نہیں۔ یہ جملہ بڑے پائے کے ذاکر لوگوں کا فن تبرا کا شاہکار ہے۔ اس طریقے سے حدیث ساز نے گویا کہ ابوبکر صدیقؓ جیسے بڑے آدمی سے اصحاب رسول کو گالی دلوادی کہ ان میں کئی سارے کردار تہمت زدہ عیدار ہیں۔ یہ ہے فن تبرا جو آج کے بھنگ پینے والے بھی نہیں جانتے جتنا یہ امام لوگ جانتے تھے اور زید بن ثابت کے لئے یہ اسماء رجال والے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ بارہ سال کی عمر کا بچہ تھا اور مدینہ کے انصار صحابہ کا لڑکا تھا۔ تو مجھے یہ سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ جن مہاجر صحابہ کے لئے قرآن نے خود فرمایا ہے کہ وہ صبح وشام کلاسوں کی شکل میں رسول اللہ سے ان کی تیار کردہ ماسٹر کاپی سے مزید نسخے تیار کرتے تھے (حوالہ آپ ابھی پڑھ کر آئے ہیں کہ **قَالُوٓا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا** 25/5 ) ان مکی دور کے مہاجرین کاتبین وحی کا نام لیتے ہوئے ان کو تکلیف ہوتی ہے کیا خبر کہ ابن عباس اور زید بن ثابت کی یہ پر دموشن ان کی جعل سازی کا کرشمہ ہو؟ ان دو بچوں کو قرآن کا عالم مشہور کر کے بقیہ جم غفیر کاتبین وحی صحابہ کو انجان قرار دیا جانا اس طرح کی بات کا کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ کیا آپ نے ابھی اس حدیث کے شروع میں نہیں پڑھا کہ اصحاب رسول میں سب سے بڑے جلیل القدر صدیق اکبرؓ اور عمرؓ فاروق پر ایک تیرا چودہ سالہ لڑکے زید بن حارث کی منت سماجت کر رہے ہیں کہ تو قرآن کا بڑا عالم ہے جمع قرآن کا کارنامہ تو ہی انجام دے سکتا ہے۔ اہل مطالعہ کو باقاعدہ علم ہوگا کہ عمرؓ فاروق کو ان حدیث سازوں نے ہر لحہ قرآن کا مسئلہ سمجھنے اور پوچھنے کے لئے ابن عباس کو بلوا کر سیکھتے ہوئے دکھایا ہے جبکہ



عمرؓ فاروق یا صدیق اکبرؓ یا دیگر اصحاب کرام ایک سے ایک اعلیٰ درجہ کے عالم القرآن تھے۔ جن کے لئے قرآن نے شہادت دی ہے کہ **اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ** 2/218 یہ ہر وقت اللہ کی رحمت کی تڑپ میں رہتے ہیں اور رحمت قرآن بتایا اور فرمایا کہ یہ لوگ **رحماء بینھم** آپس میں بھی رحیم وکریم ہیں اور **تراھم رکعا سجدا** تم جب بھی دیکھو گے تو ہر وقت یہ لوگ اللہ کی اطاعت میں سرگرم ہوں گے اور فرمایا کہ ان کا مقصد صرف اللہ کے فضل کی تلاش اور رضائے الٰہی کی جستجو ہوگی 48/29 اور اصحاب رسول کی یہ ساری خصوصیات قرآن سے منسلک ہیں۔ تو اصحاب رسول ہر گھڑی **يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ** 6/52 دعوت ربوبیت میں مشغول رہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ رحمت قرآن کو کہا گیا ہے دعوت ربوبیت عامہ یہ بھی دعوت قرآن ہے جو صحابہ کا ہر وقت کا مشغلہ رہا ہے اور یہ دعوت الی القرآن قرآن سے انجان آدمی نہیں کر سکتا اور زید بن ثابت کی زبانی یہ کہنا کہ یہ لوگ مجھے قرآن کو جمع کرنے کے عوض کسی پہاڑ کو ادھر سے ادھر کرنے کو کہتے تو وہ آسان لگتا۔ پھر یہ قول **اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ** 75/17-18 کے خلاف ہوا، یعنی قرآن تو اللہ نے رسول اللہ کی زندگی میں اسے ہدایات دے کر اس کے ہاتھوں مکمل اور مرتب کرا دیا تھا۔ اس سے یہ حدیث خلاف قرآن ثابت ہوئی آگے حدیث میں لکھا گیا ہے کہ زید بن ثابت نے منتشر قرآن کو بدبودار ہڈیوں، لکڑیوں اور لوگوں کے سینوں سے چن چن کر نقل کیا۔ ٹھیک ہے اگر تسلیم کیا جائے کہ نقل کیا ہے، پھر کوئی انکشاف کرے بتائے کہ کس چیز پر نقل کیا، ان کا دور تو وہی رسول اللہ والا دور ہے۔ رسول اللہ کی وفات کے پورے ایک سال بعد بھی جنگ یمامہ نہیں لڑی گئی صدیق اکبرؓ کے دور میں ہڈیوں اور لکڑیوں سے قرآن نقل کر کے کس چیز پر لکھا گیا؟ کس چیز پر اُتارا گیا؟ یہ وضاحت حدیثیں بنانے والوں نے کیوں نہیں کی؟ اللہ نے تو رسول اللہ کی لکھی ہوئی۔ ماسٹر کاپی کے لئے فرمایا کہ وہ تو ہرن کی کھال پر لکھی گئی تھی اے محمدؐ جنگ یمامہ **والطور** کبھی ہمارا یہ منشور کوہ طور سے موسیٰ کے ہاتھوں آیا کبھی کوہ تین سے یہ پیغام ہم نے نوح کی معرفت بھیجا کبھی کوہ زیتون سے یہ پیغام ہم نے عیسیٰ کی معرفت بھیجا اور اب اے محمد بلد امین سے یہ پیغام **رق منشور** پر ہرن کی صاف شدہ کھال پر تیری معرفت ہم نے بھیجا 52/1-3،95/1-3 یہ سب کتابی انداز میں سطر در سطر، سطر زیر سطر لکھے ہوئے تھے۔ یہی مطلب ہے **و کتاب مسطور** کا۔

موسیٰ کا صحیفہ اگر لکڑیوں کی سکول کے بچوں والی تختیوں، لوح پر لکھا ہوا اسے ملا تو کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی لکڑی کا نام کیوں لکھا گیا جس سے تختی بھی نہ بن سکے۔ جس پر دو سطریں بھی لکھی نہ جا سکیں۔ اس طرح ہڈیوں پر بھی کیا لکھا جا سکتا ہے؟ اور یہ امام لوگ امت مسلمہ کو اندھا سمجھ رہے ہیں کہ قرآن کی ماسٹر کاپی کے لئے اتنا اعلیٰ انتظام جو وہ آج کے الیکٹرانک دور میں مہنگی سے مہنگی پرنٹ، لیدر شیٹ پر ہوتی ہے۔ میں پریس کے کاموں سے واقف ہوں۔ آج کے دور میں پرنٹ میڈیا کی ترقی کے زمانہ میں کاغذ سے بھی چمڑے کی چھپائی زیادہ ہنر مانگتی ہے۔ اس کا انتظام 15 سو سال پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں قرآن کے لئے کرایا گیا تو میرا سوال اماموں کے مسند نشین شیخ الحدیثوں سے یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا دور خلافت وہی رسول اللہ کی رسالت کا ہی دور ہے۔ اس وقت جمع قرآن کے طور پر کھجور کے پھٹوں اور ہڈیوں سے کون سی دوسری چیز پر قرآن کے صحیفے نقل ہوئے؟ تو کیا وہ چیزیں جن پر ابوبکرؓ کے زمانہ میں قرآنی صحف نقل کیے گئے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وجود میں نہیں آئی تھیں؟ اور وہ علاوہ ازیں سیدنا عثمان کا زمانہ خلافت بھی رسول اللہ کا زمانہ کہلائے گا۔ تو دوسری والی حدیث میں جو امام زہری بتاتے ہیں کہ عثمان نے چار رکنی کمیٹی سے لغت قریش کے مطابق قرآن کی نسخے بنوا کر اس کی کاپیاں بڑی تعداد میں مملکت کے شہروں میں بھجوادیں اور ان سے پہلے لکھا ہوا غیر لغت قریش والے قرآن کی ساری کاپیاں جلانے کا حکم دیا ان کے جواب میں اب یہاں میں صرف آیت مباہلہ کو لانا کافی سمجھتا ہوں **فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَآئَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ** 3/61

محترم قارئین! اس پہلی حدیث میں آپ نے پڑھا کہ امام زہری صاحب فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت نے جمع قرآن کے دوران سورۃ توبہ کی آخری آیت کے بارے میں کہا کہ وہ اسے کسی کے پاس مل نہیں رہی تھی جو **لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ** سے لیکر سورۃ براۃ کے اخیر تک ہے۔

محترمین! یہ جملہ بھی امام زہری صاحب کا بڑا زہر آلودہ تیر ہے اگر کوئی سمجھے



تو۔ اس تیر کا زہر یہ ہے کہ ایک تو **لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ** سے لیکر سورۃ براۃ کے اخیر تک دو آیتیں ہیں ایک نہیں۔ تو اس حرفت سے بھی زہری آیات قرآن کی تعداد کے بارے میں امت کے اندر اختلاف ڈالنا چاہتا ہے اور زہر کا دوسرا ایٹم جو بڑا مہلک ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بتائی ہوئی آیت کسی بھی دوسرے آدمی کے پاس نہیں ملی، صرف ایک آدمی ابو خزیمہ انصاری کے ہاں ملی۔ اس سے زہری صاحب یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ آیت بھی خبر واحد کے حکم میں ہوئی۔ سو اگر قرآن کی آیت خبر واحد کی شکل میں قبول ہے تو حدیث بھی خبر واحد کی قبول کرنی ہوگی۔ زہری کے جواب میں میں بھی اسے زہر ہی کا تحفہ پیش کروں کہ قرآن اپنی سچائی کے لئے تمہاری وضع کردہ اصطلاحوں کا محتاج نہیں ہے یہ خبر واحد، یہ مشہور اور متواتر آپکی اصطلاحیں اپنے خانہ فرہنگ میں قابو رکھیں قرآن اپنی دلیل آپ ہے اس کا چیلنج ہے کہ خبر واحد یا حدیث مشہور کی اصطلاحیں یا متواتر حدیث کی اصطلاح یہ تمہاری اپنی فنکاری ہے تمہارے اندر اگر تھوڑی سی بھی علمی اپروچ ہے تو **فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ** 11/13 یعنی قرآن جیسی دس سورتیں تو بنا کر دکھاؤ۔ اگر دس نہیں بنا سکتے تو **فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ** 2/23 قرآن کی ایک سورت جیسی سورۃ تو بنا کر دکھاؤ۔ تم نے جو یہ مشہور حدیث اور متواتر کے چکر چلا رکھے ہیں تو آؤ تم سارے کے سارے جنہیں جم غفیر کے نام سے متواتر کہتے نہیں تھکتے تو متواتر کے سارے افراد آؤ قرآن کا چیلنج ہے کہ **قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا** O 17/88 یعنی جملہ انسان جو میدانوں میں بازاروں میں تمہاری علمی درسگاہوں میں اور خانقاہوں کے اندر چوغوں اور جبوں میں، مراقبوں میں چھپے بیٹھے ہیں سب آئیں میدان میں اور اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر دکھائیں چاہے یہ تمہارے سارے سارے تواتر کے افراد ایک دوسرے کو ڈھارس بھی کیوں نہیں بندھوائیں۔ تمہاری مجال ہی نہیں کہ اس طرح کی کتاب بنا سکو۔

تم کہتے ہو کہ رسول اللہ کے زمانہ میں کاغذ نہیں تھے، ہڈیوں اور لکڑیوں پر قرآن لکھوایا گیا۔ تو سیدنا عثمان کا دور خلافت بھی رسول اللہ کا زمانہ ہے۔ اس عرصہ میں چیزوں کی ایجادات کی لسٹ وہی تھی جو رسول اللہ کے زمانہ میں تھی۔ پھر پاکستان کے صدر ایوب ہندوستان فتح کرنے کے موقع پر 1965ء کی جنگ کے بعد سجدہ سہو کے لئے جب

سوویت یونین گیا تھا تو وہاں کے تاشقند شہر والوں نے قرآن حکیم کا نسخہ سیدنا عثمان کے دور کا تحفہ میں اسے دیا تھا وہ کاغذ پر لکھا ہوا ہے جو آج بھی موجود ہے تو تمہاری زہری اور بخاری کے زہریلے بخاروں والی حدیثوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ قرآن کے بتانے کے مطابق قرآن کے نسخے خود رسول اللہ کے زمانہ سے نقل کرانے کا سلسلہ سرکاری اہتمام سے خود رسول اللہ کی نگرانی میں ہوتا رہا ہے۔ اور رسول اللہ خاتم الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کو ملی ہوئی کتاب بھی خاتم الکتب ہے جو اللہ نے قیامت تک کے لوگوں کے لئے **هدی للناس** بنا کر بھیجی ہے۔ جو اللہ کے وعدے اور اعلان **فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى** کا مصداق ہے۔ اسے ان فارسی اماموں کے جھوٹ کس طرح جھٹلا سکیں گے کہ قرآن کو ہڈیوں اور لکڑیوں پر منتشر حالت میں چھوڑ کر رسول اللہ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ حتیٰ کہ بقول آپ کے وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جب یہ کتاب جمع کرنے کی کوشش کی گئی تو اس میں آیت رجم بھی نہیں تھی جو گم کر دی گئی۔ امام بخاری کی اس طرح کی حدیثیں شیخ الحدیث لوگ امت کی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور کتاب بخاری کے ختم پر جشن مسرت کی تقریبات مناتے ہیں، اور سیدنا عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں جو لاکھوں نسخے قرآن پاک کے تیار کرا کر اطراف مملکت میں بانٹے گئے، حدیثوں میں انکا کوئی ذکر نہیں۔ اس کے لئے لکھتے ہیں کہ اس کے بارہ سالہ عرصہ خلافت میں وہ ایک ہی نسخہ تھا جو صدیق اکبرؓ نے تیار کرایا تھا اور اسے وہ وفات کے وقت اپنی بیٹی حفصہ کے پاس چھوڑ کر گئے۔ یہ حدیث ساز امام مافیا دور فاروقی کے تیار کرائے ہوئے نسخوں کا ذکر کیوں کر کریں گے؟ یہ حدیث ساز لوگ تو وہ جو ہزاروں کی تعداد میں نسخے رسول اللہ نے خود لکھوائے تھے (25/5) انہوں نے اپنی حدیثوں میں ان قرآنی شہادت والے نسخوں کا بھی ذکر نہیں کیا تو ان سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ یہاں میں پھر قارئین کی توجہ آیت مباہلہ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔

اس کے بعد آگے دوسری حدیث میں امام زہری صاحب لکھتے ہیں کہ عثمانؓ جب آرمینیا اور آذربائیجان پر حملے کی تیاری کر رہے تھے اور اس کے لئے عراق اور شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا تو خلیفہ کے پاس حذیفہ بن الیمان آئے اور اسے کہا کہ یہ عراقی اور شامی قرآن کی قرأت کے مسئلوں میں آپس میں لڑتے ہیں۔ جس کی مجھے بڑی پریشانی ہے اس



لئے اے امیر المؤمنین اس امت کا تو خیال کرو! اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ نے اختلاف کیا اور اپنی کتابوں کو گنوا بیٹھے تو اس امت کی کتاب کا بھی حال ان کی طرح کا نہ ہو جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ امام زہری اور اس کی قدس سرہ والی ٹیم قرآن کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی تگ و دو میں لگی ہوئی تھی اس کے لئے انہوں نے **نزل القرآن علی سبعة احرف** کی حدیث بنائی یعنی قرآن سات قرائتوں پر مشتمل نازل ہوا ہے۔ پھر اس حدیث میں زہری دکھاتا ہے کہ شامی اور عراقی لوگ قرائتوں پر لڑ رہے ہیں۔ یہ سب ان اماموں کے قرآن کے خلاف وہ شیطانی حربے ہیں جو مختلف الزاموں پر مشتمل حدیثیں بنا رہے ہیں کہ کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی اگر یہ لوگ قرآن کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کامیاب ہو گئے تو ان کی یہ حدیثیں رنگ لائیں گی اور اگر یہ لوگ قرآن کو دنیا سے مٹا بھی نہ سکے تو انجان اور وہمی لوگوں کو تو قرآن کے بارے میں شک و تردد میں ڈالنے کی ان کی کوششیں کام آئیں گی اور نہیں تو قبوں اور جبوں میں شیخ الحدیث لوگ ان کی اس طرح کی حدیثیں پڑھا پڑھا کر امت مسلمہ کی اولاد کو قرآن کے بارے میں یہ یقین دلاتے رہیں گے کہ نابالغ بچوں کا نکاح ہو سکتا ہے اور قرآن کی طرف سے جو طلاق کے لئے حکم ہے کہ **فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا** 4/35 یعنی طلاق بھی نکاح کی طرح پنچائتی مسئلہ ہے جو گواہوں کے ذریعے طے ہوتا ہے تو طلاق بھی امینوں کی معرفت ہوگی اکیلے مرد بیوی کو لاکھ طلاقیں دے دے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لیکن یہ حدیث ساز امام اکیلے مرد کو سب اختیار دے کر قرآن کی آیت 4/35 حدیثوں کے زور سے جھٹلائے بیٹھے ہیں۔

قرآن میں حکم ہے **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** یعنی اپنی ریاست اور مملکت کا نظام حکومت ایسا بہتر بناؤ کہ اس میں تم اپنی ڈیوٹیوں کی معیاری کارکردگیوں سے مثالی نظام قائم کر سکو۔ سو اس **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** کی کامیابی کا نشان اور علامت یہ ہوگی کہ جب **اٰتُوا الزَّكٰوةَ** ہو جائے یعنی رعایا کے ہر فرد کو ضروریات زندگی اور پرورش کی ایک ایک چیز میسر ہو اور مل جائے تو تمہاری **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** درست مانی جائے گی۔ اگر کوئی بھی شہری بھوکا رہ گیا، یا کوئی بھی رعیت کا فرد ننگا رہ گیا، یا کوئی بھی مریض علاج کے سہولتوں سے محروم رہ گیا، یا کوئی بھی شہری گرمی یا سردی میں گھر کی چھت سے محروم رہ گیا، یا کسی بھی شہری کے

بچوں کو تعلیم نہیں مل سکی تو **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ** ان صاحب صلوٰۃ افسروں کو ڈسمس کر کے بلیک لسٹ کیا جائے جو حقداروں کی ضروریات کا سامان کھا گئے اور **اَقِيْمُوا الصَّلٰوة** (ڈیوٹی) میں خیانت کی پاداش میں ایسے افسر کو **ویل** کی سزا دی جائے۔ مولویوں، شیخ الحدیثوں نے **ویل** کے معنی اگلے جہان میں دوزخ کا ایک طبقہ بتایا ہے۔ جبکہ یہ غلط ہے۔ **ویل** کی سزا اس موجود جہان اور دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ اب یہ **ویل** اس افسر کے لئے کس طرح تجویز کیا جاتا ہے وہ حکومت کی تھنک ٹینک سوچے گی کہ اس افسر کا کسی چوک اور شاہراہ پر منہ کالا کر کے وہاں اسے کھڑے رہنے کی سزا دینی ہے یا اس کے گلے میں کوئی پلے کارڈ لٹکانا ہے کہ اس نے **اَقِيْمُوا الصَّلٰوة** یعنی ڈیوٹی میں خیانت کی تھی، یہ خائن ہے یہ چور ہے یہ بددیانت ہے یہ انسان دشمن ہے یہ مملکت کا غدار ہے یہ قرآن کے حکم **اَقِيْمُوا الصَّلٰوة** کا منکر ہے۔ اس نے **اٰتُوا الزَّكٰوة** یعنی حقداروں اور ضرورت مندوں کو سامان زندگی سے محروم کر کے زکوٰۃ کے غلط معنی لئے ہیں تاویل غلط کی ہے اور خلاف قرآن معنی پر عمل کیا کہ سال میں ایک بار ایک سو روپے میں سے صرف ڈھائی روپے کسی غریب کو دے دینے سے **اٰتُوا الزَّكٰوة** ہو جائے گی۔ تو ایسے افسر کو ایسے قرآنی معنی بگاڑنے والے مولوی اور شیخ الحدیثوں کے لئے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ** کا حکم ہوگا۔ لیکن کیا کریں کہ کسی بھی حدیث ساز امام نے ایسی حدیث نہیں بنائی کی قرآن حکومت چلانے کا منشور ہے، رہنما کتاب ہے، قرآن نے تو **الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ** 104/1,2 یعنی دولت جمع کر کے بنکوں میں بیلنس بڑھانے کے لئے رکھنے پر بھی ویل کی سزا سنائی ہے لیکن قرآن کو آج کل کون پوچھتا ہے۔ آج کل پوری مسلم امت اہل فارس کی حدیثوں کو اسلام کا نام دیئے بیٹھی ہے جو حدیثیں اسلام اور قرآن کی دشمن ہیں۔ آج اہل فارس کے اماموں کی زد سے مکہ مدینہ بھی آزاد نہیں۔ وہاں بھی قرآن کو صرف ایصال ثواب کے لئے پڑھا جاتا ہے اور حکمرانی عالمی سرمایہ دار ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ہے جن کا ورلڈ پر حکم چلتا ہے۔

آگے اس دوسری حدیث کے آخر میں زہری صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے زید بن ثابت کے بیٹے خارجہ نے ذکر کیا اپنے باپ کے حوالہ سے کہ اس سے سورۃ احزاب کی ایک آیت گم ہوگئی جو میں رسول اللہ سے سنا کرتا تھا تو وہ بھی تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری سے ملی اور وہ آیت یہ تھی کہ **مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ**



**عَلَيْهِ** پھر اسے ہم نے اس سورۃ میں ملا دیا۔ غور کیا قارئین کرام نے کہ اگلی حدیث میں ایک آیت ٹو ان ون والی زید بن ثابت سے گم گئی۔ وہ ابو خزیمہ کے ہاں سے ملی اور پھر باب کی اس دوسری حدیث میں دوسری آیت کی گم شدگی کی بات کی ہے تو وہ ابو خزیمہ کے بیٹے خزیمہ کے پاس سے ملتی ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ اس انصاری باپ بیٹے کے پاس گم شدہ چیزوں کی پٹھاری تھی اور دونوں حدیثوں میں جدا جدا آیتوں کی گم شدگی کی بات بھی غور طلب ہے۔ ہر کوئی اس ماجرا پر سوچے اور نتیجہ نکالے۔

## ﴿بخاری کی فقہ سے بخاری کا تعارف﴾

**كان جبريل يعرض القرآن على النبى صلى الله عليه وسلم وقال مسروق عن عائشه عن فاطمه عليها السلام اسر النبى صلى الله عليه وسلم ان جبرئيل يعارضنى بالقرآن كل سنة وانه عارضنى العام مرتين ولا اراه لا حضر اجلى باب 895 کتاب فضائل القرآن**

محترم یہ امام بخاری صاحب کا ذیل کی دو حدیثوں پر ترجمۃ الباب عنوان ہے۔ جن کے لئے سارے علماء حدیث متفق ہیں کہ **فقه البخارى فى تراجمه** یعنی بخاری کا فقہی نظریہ اور فقہی مؤقف اس کے عنوانات میں ہے۔ بخاری کے اس عنوان کے ذیل میں دو عدد حدیثیں ہیں جن پر اس مضمون میں کچھ بھی نہیں لکھ رہا اور اس ترجمۃ الباب یا عنوان کی عبارت میں بخاری صاحب نے مسروق کی روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے جو اس نے بی بی عائشہ سے معنیٰ کے طور پر نقل کی ہے اور عائشہ نے براہ راست رسول اللہ سے نہیں بلکہ اسے بھی فاطمہ بنت رسول نے یہ حدیث سنائی ہے۔ حدیث ہے کہ جبرئیل ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کا دور کرتے تھے۔ اس سال اس نے دو بار دور کیا ہے۔ سو اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ میری وفات کا وقت آ چکا ہے۔

محترم قارئین! میں نے جبرئیل کا رسول اللہ کے ساتھ قرآن کا دور کرنے پر تفصیل سے کسی اور جگہ تبصرہ کر چکا ہوں۔ یہاں صرف بخاری کی عبارت میں عائشہ اور فاطمہ کے ناموں کا ایک ساتھ ذکر کرنے کے بعد عائشہ کے نام کے ساتھ کچھ بھی نہ لکھنا اور فاطمہ کے نام کے ساتھ **علیہا السلام** لکھنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ مجھے قارئین کی اس طرف

توجہ مبذول کرانی ہے۔ ویسے یہ ایک طرح سے لوگوں نے اصطلاح بنائی ہوئی ہے کہ انبیاء کے ناموں کے پیچھے علیہ السلام اور سلام علیہ لکھتے ہیں اور صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ یا رضوان اللہ علیہم لکھتے ہیں اور بقایا مومنین کے لئے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ تو ہوئی اصطلاحی بات ویسے قرآن حکیم میں سلام انبیاء کے ناموں کے ساتھ آیا ہے کہ سلام علی ابراہیم، سلام علی موسیٰ وھارون، سلام علیٰ ال یاسین اور سلام علی المرسلین تو اس طرح غیر انبیاء کے لئے بھی آیا ہے کہ۔ **والسلام علی من اتبع الھدیٰ یا واذ جا ئك الذین یومنون بایاتنا فقل سلام علیکم۔**

ہمیں اصطلاحوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں اور ان اصطلاحی لفظوں میں جو عموم ہے یعنی سلام کا لفظ نبی اور غیر نبی مومن کے لئے استعمال کرنا اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں بلکہ اسے ہم جائز اور درست بھی قبول کرتے ہیں لیکن بخاری کے لئے سوال یہ ہے کہ جب اس نے اپنے ترجمۃ الباب میں عائشہ ام المومنین کے نام کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ فاطمہ کا بھی اسی جگہ ذکر کیا تو فاطمہ کے نام کے ساتھ **علیہا السلام** لکھا اور عائشہ کے نام کے ساتھ کچھ بھی نہیں لکھا تو دال میں کالے کی جگہ ہمیں تو ساری دال کالی نظر آتی ہے۔ اس سے تو بخاری کا یہ فقہ اور نظریہ ثابت ہوتا ہوا نظر آتا ہے کہ اس کی سوچ میں نبوت اور رسالت ورثے میں منتقل ہونے والی چیز ہے اور یہ بھی بخاری کی سوچ ثابت ہوتی کہ بخاری ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اور ہم نے اپنا یہ الزام اس کتاب کے حصہ اول میں صفحہ 48 پر بخاری کتاب کے حوالہ سے باب **کیف کان بدأ الوحی** کی حدیث نمبر 3 کے ضمن میں ثابت کر دیا ہے۔ بخاری کا اپنے ترجمۃ الباب میں بی بی عائشہ ام المومنین کے لئے کچھ بھی نہ لکھنا اور وہیں اسی جگہ بی بی فاطمہ کو علیہا السلام لکھنا یہ انڈیکیشن ہے اہل فارس کی قدس سرہ ٹیم کو کہ میں اس کیمپ میں تمہاری ہی ڈیوٹی انجام دے رہا ہوں اور فاطمہ جو اصول کافی کے حوالہ سے نبوت ملنے کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی ہے اس وقت تو اس کی ماں کی عمر ساٹھ سال بنتی ہے تو اس طرح کی تاریخی روائتوں سے ان لوگوں نے فاطمہ کا پیدا ہونا ہی مشکوک بنایا ہوا ہے۔ ان حدیث ساز اماموں نے فاطمہ بنت رسول کو آل رسول کی ماں بنایا ہوا ہے جس آل کا قرآن نے انکار کیا ہوا ہے کہ محمد علیہ السلام کو آل دینی ہی نہیں اس لئے کہ اللہ جانتا ہے کہ آل کے نام سے کیا کیا خلاف قرآن چکر چلائے جائیں گے اور قرآن کے



خلاف لوگوں کے منہ موڑنے کے لئے انہیں بقول ان کے امام غائب کے پاس رکھے ہوئے مصحف فاطمہ کا انتظار کرایا جائے گا۔ جو بقول اصول کافی والے کے اس قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔

## ﴿فضائل قرآن کی آڑ میں قرآن دشمنی﴾

امام بخاری صاحب نے اپنے مجموعہ میں ایک کتاب بنام فضائل قرآن لکھی ہے جو حقیقت میں فضائل کی آڑ میں کفر بالقرآن ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری صاحب علیہ ماعلیہ نے ایک باب باندھا ہے جس کا نمبر 890 ہے عنوان ہے کہ **نزل القرآن بلسان قریش والعرب قرآناً عربیا بلسان عربی مبین۔**

محترم معزز قارئین! یہ عبارت آپ بار بار غور سے پڑھیں اس کا پہلا حصہ **نزل القرآن بلسان قریش والعرب** تک یہ امام بخاری کی اپنی اختراع اور گھڑاوت ہے۔ اس کے آگے پھر دو حصے ہیں ایک ادھورا ٹکڑا سورۃ زمر کی آیت 28 سے لایا ہے۔ پوری آیت ہے کہ **قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ** 29/28 تک۔ لیکن اس امام نے پوری آیت نقل کیوں نہیں کی اس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس ترجمۃ الباب میں تیسرا حصہ **بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ** 26/195۔ اب قرآن کے جملوں، حصوں، اور آیتوں پر بھی غور کریں اور بخاری کی اپنی گھڑی ہوئی عبارت پر بھی تقابلی غور کریں اور بخاری کی امامت والی ذہنیت پر بھی مہربانی فرما کر غور کریں۔ جو قرآن کے حوالہ جات اس نے بعد میں ذکر کئے ہیں پہلے پہل اپنی گھڑاوت کو لایا ہے۔ جو قرآن کی ضد میں ہے اور خلاف قرآن بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے نازل فرمایا قرآن کو **عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ** میں اور امام بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ **نزل القرآن بلسان قریش و العرب۔**

محترم قارئین! یہ وحی کی عبارت سے، تصادم ہے وحی کے مفہوم سے اختلاف ہے یہ بخاری کی اپنی عبارت قرآن کے متن کو ٹھکرا رہی ہے۔ قرآن کے اعلان کا انکار کر رہی ہے۔ جان لینا چاہیئے کہ لسان قریش اور چیز ہے اور بلسان عربی مبین اور چیز ہے۔ وہ اس طرح کہ مبین کا مادہ ب، ی، ن ہے بین اور بان کے معنی ہیں جدا کرنے والی چیز جیسا کہ طلاق بائن کے معنی ہیں وہ طلاق جو شوہر اور بیوی کو جدا کر دے۔ تو قرآن جس عربی مبین میں نازل ہوا ہے اسکے معنی یہ ہوں گے کہ قبائل عرب کی بولیوں میں اگر کوئی فرق ہوگا تو ان

میں قرآن کی جو بولی ہوگی وہ فرق والی ہوگی، وہ فیصلہ کن ہوگی، وہ سب قبیلوں کے فرق کی قدر مشترک ہوگی، وہ سب کے مفہوم جدا جدا کر کے دکھائے گی، وہ چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اس کا مقام **فَصۡلَ الۡخِطَابِ** 38/20 کا ہوگا۔ بخاری اپنے اس ترجمۃ الباب کی عبارت میں پڑھنے والوں سے دجل کر رہا ہے کہ **بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ** کے معنی اس کی عبارت **بلسان قريش والعرب** کو قرار دیا جائے سو بخاری صاحب اور شیخ الحدیث حضرات سمجھ لیں کہ ہم اس کی امامت کے رعب میں اور دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ لسان عربی مبین اور چیز ہے اور لسان قریش اور چیز ہے۔

محترم عالی مقام! امام بخاری صاحب نے جو درمیان میں سورۃ زمر کی آیت کا ٹکڑا لکھا ہے اور آیت کو پورا نہیں کیا جبکہ آیت بھی آگے بہت ہی مختصر ہے۔ اس پس منظر کو باب کے نیچے جو حدیث لایا ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 2093 جو کہ امام زہری کی بنائی ہوئی ہے۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ امیر المومنین عثمان نے حکم دیا زید بن ثابت اور سعید بن العاص اور عبداللہ بن الزبیر اور عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام کو کہ وہ نقل کریں قرآن کو (اس جگہ بخاری نے نسخ کا لفظ لکھا ہے جو غیر مناسب ہے) اور ان کو کہا کہ جب تم لوگ اور زید بن ثابت نقل کرتے وقت عربی کے لہجوں میں اختلاف کر بیٹھو تو اس صورت میں قریش کی بولی میں لکھو کیوں کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پھر انہوں نے ایسے ہی کیا۔

محترم قارئین! یہ امام زہری صاحب کا سراسر اور خالص جھوٹ ہے یہ اس کی اپنی گھڑاوت ہے اس معاملہ کے لئے قرآن کی کتابت پہلے پہل تو وحی سے سن کر رسول اللہ خود کلام الٰہی لکھتے تھے پھر ساتھیوں کو صبح و شام لکھواتے تھے۔ اللہ نے یہ شہادت دشمنوں سے دلوائی کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ **افضل الشهادة ماشهدت به الاعداء** یعنی بہتر شہادت وہ ہے جو دشمن کی زبانی ہو تو وہ شہادت یہ ہے کہ **قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا** 25/5

اب رہی بات یہ کہ ان حدیث ساز اماموں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یعنی ان حدیثوں کے بنانے والوں نے رسالت ملنے کے بعد بھی رسول کو ان پڑھ اور لکھنے پڑھنے سے نابلد قرار دیا ہے۔ تو یہ معاملہ بھی قرآن نے صاف کر دیا اور



فرمایا کہ **وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ** 29/48 یعنی اے محمد تو نبوت ملنے سے قبل نہ کتاب پڑھنا جانتا تھا نہ دائیں ہاتھ سے لکھنا جانتا تھا۔ اگر تو لکھنا پڑھنا جانتا تو یہ اہل باطل شک کرتے کہ چونکہ آپ پہلے سے لکھے پڑھے آدمی تھے۔ اس لئے خود یہ کتاب لکھ کر ہمیں قرآن کے نام سے دے رہیں ہیں اسی لئے اب یہ دشمن حیران ہیں کہ جو کل تک لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا وہ آج کس طرح ایک لاجواب، بے مثال کتاب لکھ بھی رہا ہے اور پڑھ بھی رہا ہے اور وہ بھی ایسی کتاب جو کسی عالم فاضل کی مجال نہیں کہ اس طرح کی کتاب لکھ سکے۔

محترم قارئین! دیکھا آپ نے کہ یہ شہادت بھی قرآن نے دشمنوں سے دلائی کہ رسول نبوت ملنے سے پہلے تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا۔ لیکن اب تو بڑی لاجواب کتاب لکھ پڑھ رہے ہیں۔ 2/23 اب تو قرآن نے رسول اللہ کے پڑھے لکھے کی شہادت دشمنوں سے بھی دلوادی ہے۔ حدیث میں جو آپ نے پڑھا کہ محترم عثمان امیر المومنین نے چار آدمیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ لغت قریش کے مطابق نسخے نقل کریں۔ یہ ان کا ان کی امامت کے برابر کا جھوٹ ہے۔ محترم عثمان کے دور خلافت تک رسول اللہ کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ماسٹر پرنٹ کے لاکھوں نسخے اطراف مملکت میں بانٹے جا چکے تھے۔ یہ فارسی امام لغت قریش کی جوڑ توڑ لگا رہے ہیں کہ عثمانی دور میں قرآن لغت قریش پر جمع ہوا ہے **ذٰلِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ** قرآن نے ایسی خرافات کا رد کر دیا ہے۔

## ﴿امام بخاری کی فقہ کے مطابق تقیہ جائز ہے﴾

یہ بات تو ہم علماء حدیث کے حوالہ سے کئی بار عرض کر چکے ہیں کہ فقہ البخاری فی تراجمہ یعنی امام بخاری کا فقہی موقف، نظریہ اور مسلک اس کی کتاب کے عنوانات میں ہے۔ تو امام بخاری صاحب نے اپنے مجموعہ احادیث بنام الصحیح البخاری کے اندر ایک کتاب بنام **کتاب الاکراہ** قائم کیا ہے۔ جس کا پہلا ہی باب ایک لمبے چوڑے عنوان سے لکھا ہے جو سارے کا سارا تقیہ کے ثبوت اور جواز کے لئے لکھا ہے اور دلیل کے لئے قرآن حکیم کے ایسے دلائل لایا ہے جو ان پر **نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ** کا قرآنی جملہ بالکل سچا اور پورا اترتا ہے۔

محترم قارئین! امام بخاری اس ترجمۃ الباب کے شروع میں سورۃ نحل کی آیت

نمبر 106 لایا ہے کہ **مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ** 16/106

جس شخص نے بھی اللہ کے احکامات کا ایمان لانے کے بعد کھلے دل سے کفر یعنی انکار کیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب اور دردناک عذاب ہوگا۔ ہاں وہ لوگ اس حکم اور سزا کے مواخذہ میں نہیں آئیں گے جن کے دل ایمان باللہ پر مطمئن ہوں اور ان سے جبر واکراہ سے کوئی خلاف شرع کام لیا جائے۔ ایسے لوگوں کو کوئی سزا نہیں ہوگی۔

محترم قارئین! امام بخاری نے اس آیت کو نقل تو کیا ہے لیکن بغیر تبصرہ کے جلدی آگے آل عمران کی آیت 28 کے درمیان کا جملہ **اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً** لکھ کر فوراً لکھتا ہے کہ یہی تقیہ ہے یہی جملہ تقیہ کے لئے ثبوت اور دلیل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خوف اور ڈر کی حالت میں تمہارے لئے ناجائز چیز (جھوٹ وغیرہ) جائز کردی جاتی ہے۔ اس لئے مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں کہ میں یہاں پوری آیت نقل کر کے اس کا مفہوم عرض کروں پھر فیصلہ قارئین خود کریں کہ کیا قرآن حکیم جھوٹ بولنے کی اجازت دیتا ہے؟ جس طرح امام بخاری اور اس کے ہمنواؤں نے مشہور کیا ہے۔ پوری آیت ملاحظہ ہو:

**لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ** 3/28 یعنی مومنوں کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی رکھیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو پھر وہ مکافات کے لئے تیار ہو جائے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر تم کفار سے ڈرتے ہو اور تمہیں ان کی طرف سے بڑا کوئی خطرہ ہے جان اور مال کے ضائع ہو جانے تک تو بھی یاد رکھو کہ **يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ** یعنی اللہ تمہیں اپنے قوانین کی خلاف ورزی سے ڈراتا ہے۔ وہ اس لئے بھی کہ **وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ** یعنی مآل کار، بالآخر انجام تو یہ ہے کہ پھر پھرا کر اللہ کی طرف لوٹنا ہے تو پھر خوف کی حالت میں بھی سچ بولنا ہوگا۔ اور اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی کی اجازت کسی بھی حالت میں نہیں ملے گی۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اس سے پہلی آیت 16/106 پر بھی امام بخاری صاحب نے صرف نقل پر اکتفا کیا اور تبصرہ نہیں کیا۔ اس



لئے کہ اس آیت میں صاف صاف ہے۔ **اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ** مجبور اور اکراہ کئے ہوئے لوگوں کا اپنا کوئی عمل وارادہ غیر شرعی چیز کے لئے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ ڈر کے مارے جھوٹ بولنے، کہنے والے کا اپنا قول اور عمل موجود ہے۔ اس لئے تو آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے ڈرو آخر کار تو میرے دربار میں تمہیں حاضر ہونا ہے۔ جن کا آخری عدالت پر کوئی کنٹرول نہیں ان سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب قارئین آگے ترجمۃ الباب کی عبارت میں امام بخاری صاحب نے تقیہ کے ثبوت اور جواز کے لئے ایک ایسی خیانت اور بیہودہ جسارت کی ہے کہ فیصلہ کس سے کرائیں یعنی ثبوت تقیہ کے لئے قرآن کی آیت 97 سورۃ نساء سے لکھتے ہیں:

**اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ الى قوله وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا** 4/75

اس آیت کے نقل کرتے وقت امام بخاری صاحب نے آدھی آیت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آگے اتنے تک پڑھتے رہو جتنے تک جملہ **وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا**۔ محترم قارئین یہ جملہ آگے ختم قرآن تک نہیں ہے۔ دیکھئے کہ امام بخاری پڑھنے والوں کو کتنا دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ جملہ تو پیچھے اسی سورۃ کی آیت نمبر 75 کا حصہ ہے جب کہ یہ آیت 97 نمبر ہے تو پھر کیا اسے امام بخاری کی حواس باختگی کہا جائے گا، یا قرآن سے لاعلمی اور جہالت پن کہا جائے گا، یا تراویح پڑھانے والوں حافظوں کی طرح متشابہات میں بھٹک جانا کہا جائے گا، یا پڑھنے والوں کو بیوقوف بنانے کی فنکاری کہا جائے گا۔

محترم قارئین! اصل بات یہ ہے کہ اس آیت 97 کا اگلا بقیہ حصہ **قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا** 4/97 ہے۔ پوری آیت جس کا مفہوم اور خلاصہ ہے کہ ملائکہ جب ان لوگوں کو جنہیں انہوں نے وفات دی ہوگی پوچھیں گے کہ تم کس حال میں تھے تو وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا وہ کہیں گے کہ ہم زمین پر کمزور بنائے گئے تھے (بخاری صرف یہاں تک نقل کر کے پھر لکھتا ہے کہ آگے **وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا** تک) جبکہ آگے آیت ہے کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں جو تم اس میں بذریعہ ہجرت پھیل جاتے۔ سوان

لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت برا مرجع ہے۔

محترم قارئین بخاری صاحب نے جب دیکھا کہ آیت کا یہ پچھلا حصہ تو تقیہ کرنے پر جہنم میں پہچانے کی بات کرتا ہے تو اس نے اپنی امامت کا ہنر دکھاتے ہوئے ایسے جملے کی طرف اشارہ کیا جو آگے پڑھنے سے آخیر قرآن تک نہ مل سکے۔ ملاحظہ فرمایا قارئین! قرآن کسی بھی پھنے خان کی ٹامک ٹوئیاں چلنے نہیں دیتا۔ اس آیت سے امام بخاری کے تقیہ کے لئے استدلال نے اسکی بددیانتی کو طشت ازبام کردیا جو کسی بھی تھوڑی سی پاسداری والے کو زخم چاٹنے کے لئے کافی ہے۔ آگے امام بخاری صاحب اپنے ترجمہ الباب میں لکھتے ہیں کہ **وقال الحسن التقیه الی یوم القیامه** یعنی حسن بصری نے فرمایا کہ تقیہ یعنی خوف کے مارے جھوٹ کہنا یہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عزیز بھائیوں! حسن بصری صاحب امام بخاری صاحب کے بھی پیشوا اور سلف صالحین میں سے ہیں۔ وہ امام بخاری کے بھی بڑے میاں ہیں۔ محترم حسن بصری صاحب قدس سرہ ٹیم کے صف اول کے پیشوا ہیں۔ وہ تصوف کے بانیوں میں سے ہیں۔ سوان کا سارا اثاثہ تو تقیہ یعنی جھوٹ بولنے سے معرض وجود میں آیا ہے۔ سوان لوگوں نے قرآن کے غلط حوالوں سے اللہ پر جو بہتان باندھا ہے کہ تقیہ قرآن سے ثابت ہے۔ ان کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ۔ **قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ** 10/69 یعنی اے نبی اعلان کردے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں گے ان کی کبھی فلاح نہیں ہوگی۔ سو سارے اہل ایمان سے اللہ نے فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** 9/119 یعنی اے ایمان والو خوف اور ڈر صرف اللہ کا رکھو اور ہمیشہ سچ بولنے والوں کا ساتھ دیا کرو دوسرے مقام پر فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا** 33/70

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو بات کرو وہ سیدھی اور صاف ستھری ہونی چاہیے، پکی اور پختہ ہونی چاہیئے جس میں تقیہ کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔ آخر میں امام بخاری اپنے ترجمۃ الباب میں اپنی شروع کتاب والی حدیث کو مختلف حوالوں اور مختصر عبارت سے لایا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ **الاعمال بالنیته**، یعنی عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ میں اس حدیث کے غلط، جھوٹ، جعلی، من گھڑت ہونے پر اسی



کتاب کے حصہ اول میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس کے باوجود یہاں کچھ مزید دلائل قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس سے پہلے جملہ "**الاعمال بالنیته**" یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس میں جھول کی نشان دہی یہ ہے کہ علم مناظرہ میں ایک اصطلاح زیادہ استعمال ہوتی ہے وہ یہ کہ **کلمه حق ارید به الباطل** یعنی بات تو صحیح اور سچی کہی گئی ہے لیکن اس سے باطل مفہوم کا ارادہ کیا گیا ہے۔ بخاری کی اس حدیث میں بھی جان بوجھ کر یہ مشہور کیا گیا ہے کہ اعمال نیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو اس میں ان کے اندر کا چور یہ ہے کہ یہ لوگ اگر کوئی براعمل کریں تو یہ کہہ کر جان چھڑائیں کہ عمل تو ایسا ہوگیا لیکن میری نیت اس طرح کی نہیں تھی یا ان کا کوئی مخالف اچھا کام بھی کرے تاہم مخالف کے متعلق یہ کہہ کر کردار کشی کریں کہ ٹھیک ہے کام تو اچھا ہوا لیکن یہ لوگ نیت کے اچھے نہیں ہیں یعنی نیت کی تلوار سے ان کی من مانی چلتی رہے۔ اس لئے قرآن میں اللہ تعالی نے ایک سو سے زائد بار عمل کے ساتھ صالح کو ملا کر بیان کیا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ عمل کرنے والا سوچ سمجھ کر عمل کرے کہیں بدکرداری پر یہ نہ کہے کہ میری نیت میں ایسا ویسا نہ تھا انجانے میں غلطی ہوگئی۔ انجانے میں غلطی پر قرآن نے حکم دیا ہے کہ نیت کی آڑ میں جان چھڑانے والوں کو بتایا جائے کہ **مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ** 6/54 یعنی جو بھی شخص تم میں سے بے خبری میں برائی کر بیٹھے تو اس پر لازم ہے کہ اس غلطی کے ازالہ کے لئے غلط یوٹرن پر واپس لوٹ آئے پھر سیدھی نتیجہ خیز صالح لائن پر چلے تو پھر رحم کرنے والا مالک اسے بچائے گا۔

محترم قارئین! قرآن کے نظریہ پر غور کریں کہ کتنا مضبوط ہے کہ نیت کی بہانہ بازی سے جان چھڑانے والوں کو کتنا جانتا ہے۔ پس حدیث **الاعمال بالنیات** اس لئے بھی جھوٹی ہے کہ اللہ نے قرآن میں جب عمل کے ساتھ نیت کی کہیں بھی شرط نہیں لگائی ہے تو رسول اللہ ایسی بات کیونکر فرمائیں گے جو قرآن میں نہ ہو۔ اور جب قرآن میں ہر جگہ اللہ نے عمل کے ساتھ صالح کی شرط لگائی ہے تو رسول اللہ نے وہ قرآن والی عمل کی صفت اور شرط کیوں بیان نہیں فرمائی؟

تیسری دلیل یہ بھی ہے کہ اعمال بالنیات میں تقیہ بازی والے جھوٹ بولنے کی مشق کی گنجائش نکل آتی ہے اور قرآن کی آئیڈیالوجی کے مطابق **آمنوا وعملوا**

الصالحات سے تقیہ کے لئے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا جبکہ نیت کی آڑ میں جھوٹ بولنے کے کئی مواقع مل جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کسی کے کام کا اگر کوئی غلط نتیجہ نکل آیا تو اس عمل والا آدمی یہ کہہ کر جان چھڑانے کی تدبیر کرسکتا ہے کہ جی میری نیت تو صحیح تھی وغیرہ وغیرہ۔

**﴿امام بخاری اور اس کے اساتذہ کا اصحاب رسول سے بغض﴾**

**عن عائشه قالت سألت النبی صلی الله علیه وسلم عن الجدار من البیت هو قال نعم قلت فسالته لم یدخلوه فی البیت قال ان قومك قصرت بهم النفقة قلت فما شان بابه مرتفعا قال فعل ذالك قومك لیدخلوا من شاؤ اویمنعوا من شاؤ اولولا ان قومك حدیث عهدهم بالجاهلیة فاخاف ان تنکرقلوبهم ان ادخل الجدر فی البیت وان الصق بابه باالارض۔** (حدیث نمبر 1483 باب نمبر 1002 کتاب المناسک بخاری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور)

خلاصہ: عائشہ ام المومنینؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سوال کیا بیت اللہ کی دیوار (حطیم والی ادھوری) کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں (وہ ادھوری رہ گئی) میں نے پوچھا کہ پھر ان لوگوں نے اسے بیت اللہ میں شامل کیوں نہیں کیا؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ تیری قوم کے پاس خرچہ کم ہوگیا تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ انہوں نے دروازہ کو اتنا اونچا کیوں کیا؟ تو جواب میں فرمایا کہ تیری قوم والوں نے ہی ایسا کیا ہے۔ اس لئے کہ جسے وہ چاہیں داخل ہونے دیں اور جسے وہ چاہیں داخل ہونے سے روک دیں۔ تیری قوم والے ابھی تازہ تازہ جاہلیت کے زمانہ کو چھوڑ چکے ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ ان لوگوں کے دل دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کرنے کے انکاری نہ ہو جائیں اور دروازے کو بھی نیچے زمین سے ملانے پر انکار نہ کردیں۔ خلاصہ ختم

محترم قارئین! وہ آیات جن کے خلاف یہ حدیثیں گھڑی گئیں۔

**فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا 2/137 وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ 6/52**

اس حدیث میں آپ نے غور فرمایا اور دیکھا کہ کس طرح یہ حدیث ساز امام لوگ اصحاب رسول کی رسول اللہ سے نافرمانی اور ان کے احکام سے انحراف کی من گھڑت



حدیثیں بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اس حد تک کہ خود رسول اللہ کی زبانی اپنی حدیثوں میں **اخاف ان تنکر قلوبهم** یعنی رسول سے کہلواتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان اصحاب کے دل میرے فیصلوں کے منکر نہ ہو جائیں۔ نہ صرف اتنا بلکہ یہ امام لوگ رسول کی زبانی کہلواتے ہیں کہ میرے اصحاب ایمان لانے کے بعد بھی دور جاہلیت سے ابھی ابھی آنے کی وجہ سے وہ میرے فیصلوں کو کہیں ٹھکرا نہ دیں۔

محترم قارئین! آپ نے متن حدیث پر غور فرمایا کہ یہ حدیث ساز امام رسول اللہ سے بی بی عائشہؓ کو بار بار کہلوا رہے ہیں کہ تیری قوم ایسی ہے، تیری قوم جاہلیت کے زیادہ قریب ہے۔ تیری قوم سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ میرے منکر نہ بن جائیں۔ تو محترمین! انہی کے بتائے ہوئے شجروں میں بی بی عائشہ اور رسول اللہ کا ددھیال کچھ پشتیں اوپر جا کر ایک ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تیری قوم تیری قوم ایسی ویسی ہے کی رٹ تو ان اماموں کی ہی لگتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح کیونکر کہیں گے جبکہ عائشہ بھی اس کی ہم قوم ہے۔

محترم معزز قارئین! یہ حدیث اسی مقام پر امام بخاری نے اسی باب کے اندر مختلف عبارتوں سے تین بار دہرائی ہے اور شان صحابہ کی تحقیر کے الفاظ **لولا حداثت قومك بالكفرتك** اگلی حدیث میں الفاظ لائے ہیں یعنی تیری قوم کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو نئے سرے سے بناتا۔ محترم قارئین! اس طرح کی حدیثوں سے جو تاریخ بیت اللہ کی بنتی ہے جو تاریخ مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ کی بنتی ہے پورے حجاز کی بنتی ہے، پورے دور رسالت کی بنتی ہے۔ یہ ساری کی ساری ان دشمنان اسلام و دشمنان قرآن اور دشمنان اصحاب رسول، اماموں کی بنائی ہوئی ہے۔ دنیا والو! آؤ قرآن سے رجوع کریں اور اصحاب رسول کے ایمان کے بارے میں قرآن سے پوچھیں کہ وہ کیا فرماتا ہے۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 137 میں فرمان ہے کہ۔ **فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا** 2/137 یعنی دنیا بھر کے لوگ سن لیں کہ اگر ان کا ایمان تمہاری جماعت کی طرح کا ہوگا تو پھر وہ ہدایت والے کہلاسکیں گے۔ اگر کسی بھی گروہ نے تجھ سے اور تیرے ساتھیوں کے جیسے ایمان سے منہ موڑلیا **وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ** تو وہ لوگ بڑی بدبختی میں جا پھنسیں گے۔ محترم قارئین دیکھتے چلئے کہ قرآن کس طرح ان حدیث ساز امامی تحریک کے عجمی اسلام دشمنوں کو ان کے منہ پر مارتا جاتا ہے کہ یہ لوگ تو

اصحاب رسول کو جاہلیت اور کفر کے قریب کہہ رہے ہیں لیکن اللہ کے ہاں کسی کا ایمان جب قبول ہوگا جب وہ اصحاب رسول سے موافقت کا ثبوت دیں گے۔

پھر آگے قرآن نے سورۃ انعام کی آیت نمبر 52 میں فرمایا کہ۔ **وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ 6/52**
اے محمد! خیال رکھنا اگر کوئی سردار، خان، نواب تیرے پاس آجائے تو ایسے نہ ہو کہ کہیں اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا کر ان کی پہلی صف والی جگہ پر کسی سردار جاگیردار کو نہ بٹھانا اے محمد! یہ تیرے ساتھی اللہ کی ربوبیت عامہ کی دعوت میں ہر وقت صبح وشام مصروف ہیں اور وہ بھی خالصتاً **لوجه الله** انقلابی مشن میں لگے ہوئے ہیں ان کو کسی قسم کی کسی سے بھی لالچ نہیں ہے۔ اے محمد! ہم جانتے ہیں کہ تو بھی بڑا قدردان ہے تو نے بھی ان کی عزت افزائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن یاد رہے، خیال رہے کہ انہوں نے بھی تیرے سارے حساب چکائے ہوئے ہیں سو ان کی قدر دانی اور عزت افزائی کا ہمیں اتنا خیال ہے کہ اے محمد! اگر ان کو کسی خان صاحب اور خان بہادر کو آگے بٹھانے کے لئے پیچھے ہٹایا گیا تو تیرا ایسا عمل ظلم میں سے شمار کیا جائے گا۔ قارئین۔ آپ نے اصحاب رسول سے اللہ کی محبت کا اندازہ لگایا؟ ان آیات کے بعد بخاری نے ایک ہی باب میں ایک قسم کی تین حدیثیں درج کی ہیں کہ عائشہ تیری قوم والے جاہلیت اور کفر کے قریب ہیں تو قرآن نے اصحاب رسول کا دفاع کرتے ہوئے یہ کفر اور جاہلیت ان حدیث ساز اماموں کے سر پر دے ماری۔

## ﴿امام بخاری کا رسول اللہ کو امام کا لقب دینا﴾

معزز قارئین! امام بخاری صاحب نے اپنی کتاب کے اندر **کتاب الجهاد والسير** کے نام سے لکھی ہے اس کے دو جدا جدا باب ہیں۔ ایک باب نمبر 128 اور دوسرا باب 131، میں ایک ہی حدیث کو تکرار کے ساتھ دہرا کر لایا ہے۔ قارئین کی خدمت میں میں نے یہ بات متعدد بار عرض کی ہے کہ امام بخاری کے لئے یہ سارے شیوخ الحدیث بیان کرتے ہیں کہ بخاری صاحب کی اپنی رائے اور احادیث سے جو فقہی جزئیات کا استدلال اور استنباط ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس حدیث کے اوپر قائم کردہ سرخی یعنی عنوان اور ترجمۃ الباب میں اپنی رائے واضح کر دیتا ہے۔ تو اوپر بتائے ہوئے دونوں ابواب میں ایک



ہی حدیث سے جو فقہی استدلال کیا ہے وہ پہلے باب یعنی 128 نمبر پر بتاتا ہے کہ **من علق سيفه بالشجر فى السفر عند القائله** یعنی کیا سفر میں قیلولہ (دوپہر کی نیند) اپنی تلوار درخت میں لٹکا کر رکھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے باب کی سرخی امام بخاری صاحب نے یہ بنائی ہے کہ **تفرق الناس عن الامام عند القائله والاستضلال بالشجر** یعنی لوگوں کا امام سے (قائد سے، کمانڈر سے) دوپہر کے آرام کے وقت جدا ہو جانا درختوں کے سایہ کے حصول کے لئے۔

محترمین! ان دونوں ابواب کے ذیل میں جو ایک ہی حدیث ہے وہ یہ ہے کہ نجد کی طرف رسول اللہ کسی لڑائی میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت آرام کے لئے کانٹوں بھرے جنگل میں سب سپاہی جدا جدا درخت ڈھونڈ کر جگہ جگہ سو گئے اور رسول اللہ بھی اکیلے ایک درخت کے نیچے سو گئے اور سونے سے پہلے اپنی تلوار اس درخت میں لٹکا دی تھی۔ اسی دوران رسول اللہ جاگ پڑے اور اپنے پاس ایک اجنبی کو دیکھا جو کھلی تلوار سونت کر اوپر کھڑا تھا۔ تو رسول اللہ ہمیں پکارنے لگے۔ پھر جب ہم وہاں جمع ہوئے تو فرمایا یہ شخص میرے اوپر میری تلوار کھینچ کر کہنے لگا کہ تجھے آج میرے وار سے کون بچائے گا؟ تو میں نے اسے جواب میں تین بار کہا کہ اللہ اور پھر رسول اللہ نے اس شخص کو کوئی سزا نہیں دی اور وہ شخص وہیں بیٹھ گیا۔

محترم قارئین! اس حدیث کے گھڑنے والے امام بخاری کے استاد الاستاد امام ابن شہاب زہری صاحب بنفس نفیس خود ہیں۔ اس حدیث پر اگر تفصیل سے تبصرہ لکھوں گا تو دونوں روائتوں کی عبارتوں کے تضاد اور جھول ہی حدیث کے جھوٹے اور من گھڑت ہونے کے لئے کافی اور وافی ہو جائیں گے علاوہ ازیں اس حملہ آور اور حملہ کی کیفیت پر تبصرہ لکھوں گا تو سامراج کے جو ففتھ کالمسٹ لیڈر ہوتے ہیں۔ سامراج کی ایجنسیاں ان کا ناموس بڑھانے کے لئے ان پر نورا کشتی قسم کے قاتلانہ حملے کرا کر ان کی قدر ومنزلت بڑھاتے ہیں۔ یہ شعبدہ بازی پرانے سامراج فارس کے دانشوروں کی ایجاد کردہ ہے۔ جسے آج کا جدید سامراج کاپی کرتا آرہا ہے۔ اور موجودہ دور کی ایسی مثالیں لکھوں گا تو ففتھ کالمسٹوں کے فالور مجھے معاف نہیں کریں گے اس لئے صرف امام بخاری نے دوسرے باب میں اس حدیث سے جو فقہی جزئی استنباط کیا ہے، میں قارئین کی توجہ اس کی طرف مبذول کرانا چاہتا

ہوں جس سے خود امام بخاری کا اپنا اصلی مذہب ظاہر ہوتا ہے۔ جسے وہ تقیہ کے لبادے میں چھپائے ہوئے ہیں۔ ہمارا اسے ظاہر کرنا ضروری ہے ویسے امام بخاری نے اس باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول، نبی یا فوجی سربراہ اور کمانڈر لکھنے کی بجائے امام کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ جو خود امامی تحریک والوں کی اپنی ضرورت ہے۔ جبکہ پورے قرآن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امام کے لقب سے کہیں بھی متعارف نہیں کرایا گیا۔ اس کے باوجود کہ لفظ امام اپنے معنی میں نہایت ہی ایک بڑا اعزاز ہے اور ابراہیمؑ کو بھی امام الناس کے لقب سے نوازا گیا ہے، اور محمد رسول اللہ بھی اپنے عظیم دادا ابراہیم کی طرح جملہ انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس کے باوجود پورے قرآن میں ان کے نام کے ساتھ لفظ امام نہیں لکھا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ اس لئے نہیں لکھا گیا نہ ہی سنا کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ قرآن کی مخالفت میں جو تحریک چلائی جائے گی وہ امامت کی اصطلاح کی آڑ میں ہوگی۔ اس لئے اللہ نے اپنے رسول اور خاتم الانبیاء کے تعارف یا القاب میں امامت کا لفظ استعمال نہیں فرمایا ہر شخص جا کر حضرت علی کی امامت کا شجرہ پڑھ کر دیکھے۔

محترم کلینی نے اپنی کتاب اصول کافی میں بارہ اماموں کے پہلے امام حضرت علی کی امامت حضرت ابراہیم سے شروع کی ہے۔ اس نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھی امام کے عہدے پر فائز کرتے ہوئے پھر اپنی حدیث **من کنت مولاہ فهذاعلی مولاہ** کے ذریعے خلافت باطنیہ والی امامت سے نوازا ہے۔ قرآن حکیم میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہیں بھی امام کا لقب نہ دینا بڑی معنی خیز بات ہے۔ جس سے یہ کہا جا سکے گا کہ رسول اللہ کو قرآن حکیم نے جب امام کا لقب دیا ہی نہیں تو پھر **من کنت مولاہ فهذاعلی مولاہ** سے امامت کا توارث ثابت ہی نہیں ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو نبی اور رسول ہیں۔ پھر توارث آگے چلانا ہے تو علی کے لئے نبوت اور رسالت کے دعویٰ کرو۔ امامت جب ہے ہی نہیں تو اس کا ورثہ کیسا؟ یا تو علی کی مولائیت کیسی؟ تو امام بخاری کا اپنے ترجمۃ الباب میں رسول اللہ کو امام کے لقب سے نوازنا غیر قرآنی اور خلاف قرآن کاریگری ہے۔ ویسے اس حدیث پر سوال یہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر امام بخاری اپنے ترجمۃ الباب کے ذریعے اصحاب رسول پر یہ الزام عائد کرنا چاہتا ہے کہ ہر سپاہی اصحابی کو اپنی نیند اور آرام کی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ جیسے امام کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ وہ اکیلے کانٹوں



میں، جھاڑیوں میں نیند کرنے کے لئے تن تنہا تھا۔ یہ صحابی لوگ رسول جیسے امام کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ ہر ایک کو اپنے آرام کی پڑی تھی (اس سے بخاری یہ تاثر چھوڑنا چاہتا ہے کہ اصحاب رسول کا علی کی امامت کو نہ ماننا بھی ایسا ہی ہے جیسے انہوں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جیسے امام کو اکیلے کانٹوں میں چھوڑ دیا تھا)

میں نے اس عبارت میں سے ایک سوال اٹھایا، وہ یہ ہے کہ کیا پھر اس لشکر میں علی جیسا بہادر سپہ سالار بھی تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس نے رسول اللہ جیسے امام کی خبر گیری کیوں نہیں کی؟ لیکن بات کو آگے بڑھانے کے بجائے عرض ہے کہ حدیث ساز گروہ نے بڑے ہنرمندی سے اسلامی جہاد کی لڑائیوں میں حضرت علی کو زیادہ تر غیر حاضر دکھایا ہے۔ صرف خیبر کی جنگ کے موقع پر وہاں قلعہ کا دروازہ توڑنے کے لئے علی کا ذکر کیا ہے۔

محترم قارئین کرام! مسلم امت کی تاریخ وجغرافیہ تو سارا امامی تحریک کی حدیثوں سے بنایا گیا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہودیوں کے علاقہ خیبر میں قلعہ ہی نہیں تھا تو قلعہ کا دروازہ توڑنے والی حدیث کس طرح صحیح ثابت ہو سکتی ہے؟ خیبر کے یہودی بغیر قلعہ کے رہتے تھے۔ یہ حقیقت آپ فتح خیبر کے عنوان کی حدیث میں اسی کتاب میں پڑھیں پھر وہاں قلعہ تلاش کر کے دکھائیں کہ وہ ہے کہاں؟

قارئین محترم! سوچنے کی بات ہے کہ حدیث بھی ان اماموں نے کس طرح کی بنائی ہے کہ رسول کا سارا لشکر دشمن کے علاقہ میں گیا ہوا ہے اور دوپہر کا وقت ہے۔ ایسے وقت میں عجیب ماجرا یہ ہے کہ کمانڈر انچیف، سپہ سالار افواج اکیلے منجھی کتھے ڈاہواں کانٹوں بھری جھاڑیوں میں سو جاتے ہیں۔ لوگ دن کے اجالے میں جب کسی تفریحی پوائنٹ پر جاتے ہیں تو وہ بھی دوپہر کو سارے کے سارے خوشنما پارکوں میں نیند کے مزے نہیں لوٹتے اور حدیث ساز اماموں نے اس حدیث میں کانٹوں والی جھاڑیوں میں، دشمن کے علاقہ میں لڑنے کے لئے جانے والوں کو قیلولہ کی نیند ایسی سلائی ہے کہ افواج کے سارے سواری کے جانور، راشن کی بوریاں، ایمونیشن، ہتھیاروں کی حفاظت اور فوجی کوچ میں بہت کچھ سامان ہوتا ہے وہ سب کانٹے دار جھاڑیوں میں کہاں سیٹ کیا گیا؟ اور دوپہر کی نیند کا ایسا اہتمام زہری صاحب نے کرایا ہے کہ دشمن کا بھیجا ہوا قاتل مسلم افواج کے کمانڈر پر آ کر اس کی تلوار جو درخت میں لٹکی ہوئی نیام سے کھول کر وار کرنے کی وارننگ دیتا ہے۔ اسی اثنا میں

لشکر والے لوگ اتنی گہری نیند میں ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم چلا چلا کر ان کو پکارتا ہے اور بلاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس سب ماجرا کے باوجود وہ حملہ آور قاتل، رسول کے ساتھیوں کے بلانے پر بھی بھاگتا نہیں سپاہ آجاتے ہیں تو وہ پھر بھی تلوار لئے کھڑا ہے۔

امام ابن شہاب زہری نے ایسی حدیث کمپوز کی ہے جسے من گھڑت اور جھوٹا تصور کرنا صاف ظاہر ہے۔ ماں یا نانی بچوں کو رات کے وقت دیو، پریوں کے جو دیو مالائی قصے سناتی ہے تو بچے سمجھنے کے لئے نانی اماں سے کافی سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہوا؟ کیونکر ہوا؟ کس طرح ہوا؟ لیکن ان امام لوگوں کی پرہیز گاری سچائی عبادت گزاری کا ایسا تعارف کرایا گیا ہے کہ پوری مسلم امت اور ان کے شیوخ الحدیث سب کے سب ہپناٹائز ہو گئے ہیں۔ جو اتنا بھی سوال نہیں کرتے کہ دشمن کے علاقہ میں، پھر دوپہر کی نیند اتنی کہ کوئی بھی جاگتا نہ ہو اور دشمن قاتل، سپہ سالار افواج تک پہنچ جائے۔

امام ابن شہاب زہری حدیث بناتے وقت یقین سے سوچتے ہوں گے کہ ہم نے کرامات اور معجزات کے جو اسلامی لٹریچر میں بنڈل بھر دیئے ہیں ان کا یقین سے ایسا اثر لوگوں پر ہو چکا ہوگا کہ وہ اس حدیث کے جھول کو محسوس ہی نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ وہ اتنے سے خوش ہو جائیں گے، قاتل کے اس جملہ سے کہ ”تجھے اب میرے وار سے کون بچائے گا؟ اور رسول کا جواب میں یہ کہنا کہ اللہ“۔ تو اس جواب سے دشمن دہل گیا۔ واہ واہ کیا تو رسول کے جواب میں جلال تھا کہ دشمن ہکا بکا رہ گیا۔ امام بخاری نے جو اصحاب کرام پر الزام لگایا ہے کہ **تفرق الناس عن الامام** لوگوں کا اپنے قائد سے ہٹ جانا اتنا کہ دشمن ان پر آسانی سے حملہ کر کے قتل کر سکے۔ اللہ ایسی حدیثیں بنانے والے اماموں کو ان کی گھڑاوت ان کے منہ پر مارنے کے لئے سورۃ انعام کی آیت نمبر 52 میں فرماتے ہیں

**۔وَلَاتَطْرُدِالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه ٗ مَاعَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَامِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ 6/52**

اے محمدؐ اپنے ان ساتھیوں کا خیال رکھنا جو صبح و شام ہر وقت دعوت ربوبیت عامہ میں سرگرداں اور مصروف رہتے ہیں۔ یہ تیرے ساتھی اس مشن میں نہایت مخلص اور سچے ہیں۔ ان کو اپنی کوئی لالچ نہیں۔ یہ لوگ **يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه** ٗ خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے



اس تحریک میں جڑے ہوئے ہیں (اے محمد آگے چل کر تیرے ساتھیوں سے نفرت کرنے والے حدیث سازی پر امام کہلانے والے ان کے خلاف پراپیگنڈہ کریں گے کہ انہوں نے تیری حفاظت نہیں کی تجھے دشمنوں کے نرغے میں اکیلا چھوڑ دیا۔ تجھ سے جدا ہو گئے۔ یہ ان کے امامی پراپیگنڈے جھوٹ ہوں گے) میں اللہ اعلان کیئے دیتا ہوں کہ **مَاعَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَامِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ** تو نے بھی اپنے ساتھیوں کا ایسا ساتھ نبھایا ہے کہ تیرے اوپر ان کا کوئی شکوہ نہیں۔ لیکن ان جانثاروں نے بھی تیری اطاعت وحفاظت کا ایسا حق ادا کیا ہے کہ اب ان کے اوپر تیرا کوئی حساب باقی نہیں۔ یہ فارس کے حدیث ساز امام تیرے ساتھیوں کے خلاف کچھ بھی کہیں یہ ان کی صحابہ سے عداوت کی بنا پر خرافات ہوں گی۔ میں صحابہ کے بارے میں بتائے دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے پیشوا کے سارے حساب ادا کئے ہوئے ہیں۔

محترم قارئین اب کوئی بتائے جن صحابہ کرام کے لئے اللہ تعالیٰ خود اس طرح کی شہادت بھی دے تو وہ اپنے رسول کو دشمن کے علاقے میں دن کی روشنی میں ایسے ہی بے سہارا چھوڑ دیں کہ قاتل اس تک پہنچ جائے کیا یہ ممکن ہے؟ پھر ایسے اصحاب سے اللہ راضی بھی ہوتا ہے۔ **رضی اللہ عنهم و رضوا عنه و اعد لهم جنٰتٍ تجری تحتها الانهٰر خلدین فيها ابدًا** (9/100) راضی ہے اور وہ اللہ سے اور ان کے لئے باغات ہیں جنت کے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ حالانکہ کام یہ کیا کہ اس کے نبی کو جنگل میں بے یار و مددگار چھوڑ کر خود قیلولہ (دوپہر کی نیند) کرنے چلے گئے۔ ایسے ساتھی تو سزا کے حقدار ہیں۔ اور رب انہیں جنت، باغات اور نہروں کی نوید سنا رہا ہے؟ اس لئے کہ انہوں نے ایسا نہیں۔ یہ حدیثیں ایرانی فیکٹری کا مال ہے۔

## ﴿ویکھی جا تقیہ دے رنگ﴾

**وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ و قال ابن عباس الدخول المسيس والماس هوالجماع وقال بنات و لدها من بناته فى التحريم لقول النبى صلے الله عليه و سلم لام حبيبه لا تعرضن على بناتكن وكذالك حلائل ولد الا بناء هن حلائل الابناء وهل تسمى الربية وان لم يكن فى حجره و دفع النبى صلے الله عليه و**

سلم ربيبة له الى من يكفلها وسمى النبى صلے الله عليه و سلم ابن بنته ابنا۔ (باب نمبر 55 کتاب النکاح البخاری) وہ آیتیں جن کے خلاف یہ حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ 4/23۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ 33/5

عبارت ترجمۃ الباب کی ہے۔ جو بخاری صاحب کی اپنی فقہ ہے اور بخاری صاحب نے اپنی فقہی موقف کی تائید میں اس ترجمۃ الباب کے اندر دو عدد حدیثیں رسول اللہ کے نام منسوب کر کے اپنے اجتہاد کو پکا اور پختہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میں یہاں پہلے ان دو حدیثوں کا خلاصہ عرض کرتا ہوں، اس کے بعد ان پر تنقیدی بات چیت ہوگی۔ ایک حدیث تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ ام حبیبہ کو کہا کہ "تم اپنے پہلے شوہر کے بیٹیوں کو مجھے بیاہنے کے لئے، یعنی میری شادی کرانے کے لئے پیش نہ کیا کرو۔

اس سے آگے بخاری صاحب نے رسول اللہ کی طرف ان کا ایک عمل پیش کیا ہے کہ اُس نے اپنی بیٹی کفالت کے لئے کسی کے حوالے کی اور دوسری حدیث اس اطلاع اور خبر کی شکل میں بخاری صاحب نے اس طرح لکھی ہے کہ: رسول اللہ نے اپنے نواسے کو بیٹے سے موسوم کیا۔ نواسے کو بیٹا قرار دیا۔ یعنی نواسے اور بیٹے کو مترادف گردانا۔

ویسے بخاری صاحب کے اس ترجمۃ الباب میں کئی فقہی مسائل مدفون ہیں لیکن اس کا ایک یہ رخ بھی قارئین کے غور کرنے کے لئے پیش کروں گا کہ بخاری صاحب نے شروع میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ دخول اور چھونا اور ہاتھ لگانا یہ سب برابر ہیں یہ جماع قرار دیئے جائیں گے۔

تنقید و تبصرہ: محترم قارئین! فن حدیث میں قول صحابی رسول، کو بھی حدیث کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے اور کتب احادیث میں بے شمار ایسی احادیث ہیں جو اقوال صحابہ اور افعال صحابہ کے طور پر لائی ہوئیں ہیں۔ علم حدیث کی اصطلاح میں انہیں آثار السنن کہا جاتا ہے۔ میں یہاں امام بخاری صاحب کے ترجمۃ الباب میں لائے ہوئے ابن عباس کے قول پر چند الفاظ قارئین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب قرآن حکیم خود یہ بات اعلانیہ کہہ چکا ہے کہ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ 51/23 یعنی یہ حق والی کتاب اس اسلوب سے نازل کردہ ہے جس طرح تم لوگ آپس



میں باتیں کرتے ہو۔ یعنی جن محاوروں میں جن استعاروں میں جن کنائیوں میں جس انداز سے تمہاری آپس میں گفتگو ہوتی ہے ہم نے قرآن کو اسی انداز میں نازل فرمایا ہے۔ تو قرآن حکیم نے لمس اور مس لفظ، جنکے معنی ہے چھونا اسے آپ کے محاوروں کے مطابق جماع کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا 5/6 , 4/43 اور لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ 2/236۔

اب قارئین حضرات فیصلہ فرمائیں کہ جب قرآن حکیم نے لوگوں کے محاوروں کے مطابق اپنے متن میں نص میں ٹیکسٹ میں لفظ مس اور لمس کا استعمال جماع کے معنوں میں کر دیا ہے تو امام بخاری کا یہ لکھنا کہ ابن عباس اس طرح کہتا ہے۔ تو کوئی بتائے کہ اس کی پھر کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟ اگر ابن عباس نے کہا ہوگا تو یقین مانئے کہ وہ قرآن کے حوالہ سے کہہ سکتا ہے بغیر حوالہ کے نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے اب تو اچھی طرح ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں بنانے والے لوگ جو لکھتے ہیں کہ قال فلاں قال فلاں ۔ یہ سب ایسے ہی ٹھونک دیتے ہیں۔ قارئین کو یہ بھی حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ جب ایک بات قرآن حکیم سمجھا دے اس کے بعد کوئی بھی بڑی ہستی وہی بات کرے تو بھی اس بات کی نسبت قرآن کی بتائی ہوگی کیونکہ قرآن سے اوپر کسی کی حیثیت نہیں ہے۔ میری جان پہچان والے ایک مولوی صاحب وعظ میں کہتے تھے کہ فلاں علامہ صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن اس طرح کہتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ بات اگر قرآن ہی کی کرنی ہے تو قرآن موجود ہے پھر اسی کا نام لیا کرو۔ سیدھا سیدھا کہو کہ: قرآن اس طرح فرماتا ہے۔ اس علامہ کو بیچ میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟ سو میرے خیال میں مولوی صاحب پھر بھی امام بخاری سے اچھا ہے جو قرآن کا نام تو لیتا ہے۔ بخاری تو قرآن کی بات بھی ابن عباس کی زبان سے سناتا ہے۔

ان حدیث سازوں نے ایک جھوٹی حدیث بنائی ہے کہ ابن عباس چھوٹا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرما۔ اس کے بعد وہ بچہ قرآن کا اتنا بڑا عالم بنا کہ عمر فاروقؓ اور دیگر بڑے بڑے صحابہ ابن عباس سے قرآن کے مسائل سیکھتے تھے۔ محترم قارئین آپ حیران ہوں گے یا مجھ پر غصہ آتا

ہوگا کہ میں یہ کیسے کہتا ہوں کہ ان کی یہ حدیث بھی جھوٹی ہے۔ رسول اللہ کا کسی کے لئے علم قرآن کے طلب کی دعا کرنا یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ایسی حدیث کیوں کر جھوٹی ہو سکتی ہے؟ محترم

قارئین یہ حدیث اس طرح جھوٹی ہے کہ ایک طرف اس حدیث سے یہ تاثر بنتا ہے کہ قرآن کا علم اور قرآن کو سمجھنا کوئی معمولی یا آسان بات نہیں جو ہر ایک کو آ جائے۔ دیکھو بڑے بڑے صحابہ بھی قرآن نہیں جانتے تھے اور اس نونہال ابن عباس سے پوچھتے تھے اور اس سے باقاعدہ پڑھتے تھے۔ یہ بات علم الروایات سے واقف لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ آگے پھر اس حدیث کے بنانے والی تنظیم نے ابن عباس کی دعا رسول کی وجہ سے قرآن دانی کو اتنا اچھالا اتنا اچھالا کہ اس کے نام سے منسوب کر کے خود انہوں نے تفسیر ابن عباس بھی لکھ ڈالی۔ جس کی ابن عباس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ اس نے کوئی تفسیر بھی لکھی ہے۔ پرائے کندھے پر بندوق چلانا تقیہ پرست امام بخاری کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

محترم قارئین امام بخاری صاحب اس ترجمۃ الباب میں ابن عباس کے نام سے پھر لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ **بنات ولدھا من بناتہ فی التحریم** یعنی بیوی کے پہلے شوہر سے پوتیاں اور نواسیاں بھی حرام ہیں تمہارے اوپر۔ اب غور فرمایا جائے کہ ایک سطر پہلے یعنی ترجمۃ الباب کی شروع عبارت میں امام بخاری صاحب جو آیت قرآن بیان کی کہ **وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمْ** اس آیت میں جب بیویوں کی گود میں لی ہوئی بیٹیاں قرآن نے حرام بنا دیں تو ابن عباس کے نام سے بخاری صاحب پوتیوں اور نواسیوں کے حرام ہونے کی خبر کونسی دور کی کوڑی لانا چاہتے ہیں۔ یہ ساری حیلہ بازی قرآن سے مسائل اخذ کرنے سے منہ موڑ کر حدیثوں کی طرف کرنے کا چکر ہے۔ ایسے قرآن دشمن روایت باز و حدیث ساز اماموں کے لئے قرآن نے فرمایا ہے کہ **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ○ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ** 74/49-51 قرآن سے منہ موڑنے والے، بدکنے والے ان گدھوں کی طرح ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

آگے امام بخاری کی یہ حدیث کہ رسول اللہ نے اپنی بیوی ام حبیبہ کو فرمایا کہ تم اپنی بیٹیاں مجھ سے شادی کرانے کے لئے پیش نہ کرو۔ محترم قارئین ذرا دیکھئے امام بخاری



تبرا کر رہا ہے گالیاں دے رہا ہے۔ کوئی سوچے، کوئی انصاف کرے کہ رسول اللہ کے کاتب وحی معاویہ کی بہن اور ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ کو جو رسول اللہ کی اہلیہ محترمہ ہیں، ام المومنین ہیں۔ سے یہ بات کہتے ہیں کہ تم اپنے پہلے شوہر سے اپنی بیٹیوں کو مجھے پیش نہ کرو۔ یہ بخاری کی نفرت ہے معاویہ کی بہن سے ابوسفیان کی بیٹی سے۔ بخاری اور اس کے حوالی موالی سب دشمن ہیں بنوامیہ کے۔ اس لئے کورٹ میں دشمن کی ایسی گواہی قابل قبول نہیں کی جاتی ان فارس کے امام کہلانے والوں کی دشمنی کا پس منظر اور بنیاد یہ ہے کہ ان کو جنگ قادسیہ میں شکست پر فارس کی سلطنت کے زوال کا صدمہ ہوا اور انسانیت کو غلامی سے چھڑا کر استحصال سے پاک اور غلام سازی سے پاک اور آزاد معاشرہ قائم کرنے والے اسلامی نظریہ حیات سے بھی ان کو چڑ ہے۔ نفرت ہے۔ اس انقلاب کو آگے بڑھانے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انقلابی ساتھیوں سے نفرت ہے، ایسا انقلابی نظریہ اور فکر سکھانے والے **قرآن** سے نفرت ہے، خود رسول انقلاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے نفرت ہے۔ اس انقلاب دشمن حدیث ساز امامی تحریک والوں نے رسول اللہ کے کھاتے میں جعلی آل منسوب کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جان نثار انقلابی ساتھیوں کو ان کے بنائے ہوئے امام اول علی کا دشمن مشہور کیا اور اس جعلی آل رسول کا قاتل مشہور کیا۔ جب کہ اللہ نے رسول اللہ کے ان ساتھیوں کے لئے اعلان بھی کیا ہے کہ یہ پاکدامن لوگ ہیں۔ یہ پاک صاف کردار کے مالک لوگ ہیں۔ یہ پاکدامنی سے محبت کرنے والے ہیں۔ اللہ ایسے پاکباز اصحاب رسول سے محبت رکھتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

**لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ** 9/108 میں یہاں ترجمۃ الباب کی آخر میں لائی ہوئی حدیث کو قبل از وقت بحث میں لاتا ہوں۔ اس ضرورت اور ثبوت کے لئے کہ اس امامی تحریک والوں نے جعلی آل رسول بنائے جس کی دلیل بخاری کی اس گھڑی ہوئی حدیث میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ **سمی النبی صلے اللہ علیہ و سلم ابن بنتہ ابنا** یعنی رسول اللہ نے اپنی بیٹی کے بیٹے کو ابن کہہ کر موسوم کیا ہے۔ دیکھا قارئین کرام! بخاری کی چال کو کہ وہ زبردستی سے کس ڈھٹائی کے ساتھ رسول اللہ کے گود میں ابن اور بیٹا دے کر اس سے آگے چل کر آل رسول کا چکر کامیاب کرنے کی کوشش

کرر ہے ہیں۔اور بخاری کی یہ من گھڑت حدیث اس لئے جھوٹی ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ **اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ** 33/5 بچوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو یہی انصاف والی بات ہے اللہ کے نزدیک۔ تو بتایا جائے کہ رسول اللہ نے اس آیت قرآن کا کیونکر انحراف کر کے پرائے بیٹے کو اپنا بیٹا کہا ہوگا۔

اب واپس ترجمۃ الباب کی بقایا عبارت کی طرف آیئے جو ایک مستقل سازش ہے۔ان حدیث سازوں کی وہ عبارت یہ ہے کہ: **وهل تسمى الربيبة وان لم يكن فى حجره ودفع النبى صلے الله عليه و سلم ربيبة له الى من يكفلها** یعنی کیا کسی لڑکی کو لے پالک بیٹی کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اس کی گود میں ہی نہ ہو۔اور حوالے کیا رسول اللہ نے اپنی لے پالک بیٹی کو کسی کی طرف جو اس کی کفالت کرے۔میری عرض یہ ہے کہ بخاری کی اس عبارت پر ہر کوئی شخص بڑے انہماک سے غور فرمائے کہ اس میں کتنی تو بھول بھلیاں ہیں، کتنی تو چکر بازیاں ہیں اور تقیہ کے کتنے تو ہنر ہیں۔اب اس عبارت میں بخاری نے جو بظاہر مہمل اور بے جوڑ سوال پھینکا ہے کہ:

**هل تسمى الربيبة وان لم يكن فى حجره** کیا ایسی لڑکی کو لے پالک بیٹی کہا جا سکتا ہے جسے کسی مرد نے اپنی گود میں لیا تک نہیں ہو؟ بخاری نے بظاہر اس بے جوڑ سوال کے بعد جھٹ سے ایک خبر اور اطلاع دی کہ رسول اللہ کے پاس لے پالک لڑکی تھی جو انہوں نے کسی کو پالنے کے لئے دی۔محترم قارئین! یہ سب بخاری نے گھنگل دیئے ہیں۔اس کیمپ والوں کو جو آل رسول کے فلسفہ کی آڑ میں سارے صحابہ کرامؓ کو دشمن آل رسول اور قاتل آل ☆رسول مشہور کر کے ان کے ہاتھوں ملے ہوئے دین کو مشکوک اور داغدار بنانے کی ٹوہ میں ہر وقت غلطاں رہتے ہیں۔بخاری ان کے کیمپ سے تقیہ کی چھتری پہن کر دوسری کیمپ والوں کا امام بن گیا۔اور اپنے اصل مشن والوں کے لئے حدیثیں بنا بنا کر ان کا فلسفہ سچا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ان کا آل رسول کا یہ دعویٰ کہ رسول کی ایک حقیقی بیٹی فاطمہ تھی باقی تین بیٹیاں حقیقی نہیں تھیں۔وہ رسول کی بیویوں کو اگلے شوہروں

---

☆ آل اولاد کو نہیں قوم کو کہتے ہیں اللہ کا فرمان ہے **و اغرقنا آل فرعون و انتم تنظرون** (2/50) اور ہم نے فرعون کے آل کو غرق کر دیا تم دیکھتے رہے۔اگر آل اولاد کو کہتے ہیں تو فرعون کی تو اولاد تھی ہی نہیں لے دے کے ایک موسیٰ علیہ السلام تھے وہ بھی اپنے نہ تھے لے پالک تھے۔



سے گود میں آئی ہوئی تھیں۔اس قسم کا عندیہ اور سگنل بخاری کے اس ترجمۃ الباب کی عبارت میں جملہ **و دفع النبى صلے الله عليه و سلم ربيبة له الى من يكفلها** کے اندر گردن اٹھائے ہوئے ہے۔ جب کہ قرآن کی زبان میں لسان الوحی میں آیا ہے کہ **يٰاَيُّهَاالنَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ** 33/59 تو اس آیت میں بنات جمع کا صیغہ آیا ہے۔جس کا کم سے کم اطلاق تین پر ہوتا ہے۔اور اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جب خود قرآن کا حکم ہے کہ **اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ** یعنی ہر ایک کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو، تو قرآن "پرائی بیٹیوں کو رسول اللہ کے نام سے کس طرح منسوب کر سکتا ہے؟" اس سے ثابت ہوا کہ بنات یعنی رسول اللہ کی ساری بیٹیاں ان کی اپنی حقیقی بیٹیاں تھیں۔کسی اہلیہ سے گود لی ہوئی کوئی بیٹی رسول اللہ کے کھاتے میں نہیں ہے۔اور ان حدیث سازوں نے جو خود رسول اللہ کے لئے بھی کفالت کے لئے مکہ سے دور حلیمہ کے گاؤں، پیدا ہونے کے بعد جلدی گدھے پر سوار کر کے ماں کی گود سے جدا کیا ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔ان دنوں مکہ کی بستی خود ایک چھوٹے سے گاؤں کی مثل تھی۔ جو بکریاں حلیمہ کے پاس تھیں وہ مکہ میں بھی تھیں۔جو دیہاتی کلچر حدیث سازوں نے حلیمہ کے گاؤں کا دکھایا ہے۔وہ خود مکہ کی بستی کا بھی تھا۔سیرت کے متعلق جو روایات لکھی گئی ہیں کہ زمانہ ولادت رسول میں باحیثیت لوگ اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی دیہاتوں میں پرورش کے لئے اجرت پر کسی کے حوالے کر دیتے تھے یہ جھوٹ ہے۔یہ امامی افتراء ہے۔ ان دنوں سارا حجاز ایک طرح کا تھا۔خود مکہ کوئی گنجان میونسپلٹی نہیں بن پایا تھا اور کون پاپی اپنے نوزائدہ بچے کو آنکھوں سے دور پرائے گاؤں میں پیدا ہوتے ہی کفالت کے لئے گھر سے نکال سکتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ اہل ثروت مال دار لوگ اپنے ہی گھروں میں آیاؤں (مربیوں) کو تنخواہ اور معاوضوں پر مقرر کر کے بچوں کی پرورش کراتے ہیں۔اگر بخاری اس حدیث میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی گود میں لی ہوئی بیٹی کو کفالت کے لئے کسی اور کے حوالے کیا تھا تو پھر ان اماموں کی طرف یہ بھی قرض رہ جاتا ہے۔کہ ایسی بھی کوئی حدیث دکھائیں جس میں بی بی فاطمہ کو بھی پیدا ہوتے ہی کفالت کے لئے کسی کو دیا ہو۔اور بی بی فاطمہ کے لئے ایسی حدیث بنانا تو ان پر لازم ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے بی بی فاطمہ کی پیدائش اس وقت بتایا ہے جب اس کی ماں خدیجہؓ کی عمر ساٹھ سال بنتی ہے۔تو ایسی بوڑھی

ماں کی اولاد کی کفالت کا مسئلہ تو یقیناً وجود میں آیا ہوگا؟ اصول کافی والے کلینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ کی مادر محترمہ آپ کے پیدا ہونے کے جلد بعد وفات پا گئیں تھیں۔ تو اللہ نے رسول کے چچا ابو طالب کے پستانوں میں دودھ لایا اور رسول اپنے چچا کے پستانوں سے دودھ پیتے تھے۔ اور فاطمہؓ نے دس سال کی عمر میں حسن کو جنا اس کے چھ ماہ بعد حسین کو جنم دیا تو اس کی چھاتی کا دودھ سوکھ گیا تھا۔ حسینؓ دوسرے تیسرے دن اپنے نانا کا انگوٹھا چوس چوس کر پرورش پاتے رہے۔ پڑھ کر دیکھیں اصول کافی کے ترجمہ کی کتاب الشافی میں اماموں کے مولد کے ابواب میں۔ تو ایسی صورت حال میں بی بی فاطمہؓ کی کفالت درضاعت کا مسئلہ بھی یقین سے پیش ہوا ہوگا۔

## ﴿روایت افک یعنی تہمت والی حدیث﴾

قارئین والا کرام! یہ حدیث امام زہری کی ان زہر سے بھری ہوئی حدیثوں میں سے ایک ہے جو اس نے اسلام، قرآن، رسول اللہ، ازواج رسول اور اصحاب رسول سے نفرت کی بنیاد پر گھڑی ہے۔ یہ زہری کی امامی اختراع ہے۔ آپ ابھی ابھی یہ زہر بھرے انجکشن اسی حدیث میں ملاحظہ کریں گے۔ یہ حدیث نمبر 1305 میرے پاس کتاب البخاری کے نسخے دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ یہ حدیث ساڑھے سات صفحوں پر مشتمل ہے۔ حدیث بڑی لمبی ہے اس لئے میں پوری عبارت نقل نہیں کروں گا۔ صرف روایت کے ضروری حصے نقل کروں گا۔ زہری صاحب فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث میں نے ایک طائفہ یعنی لوگوں کے جتھے گروپ سے جدا جدا سنی ہے اور سب کی روایتیں ایک دوسرے کی روایت کی تصدیق کرتی ہیں۔ یہ سب راوی ایک دوسرے سے زیادہ حدیث کو محفوظ طریقے سے یاد کرنے والے تھے۔ اور میں نے سب سے اچھی طرح حفاظت کے ساتھ نقل کر کے پیش کی ہے۔ جو سب راویوں کی نقل کا مجموعہ ہے۔

محترم قارئین! زہری اس تمہید کے بعد بی بی عائشہ کی زبانی حدیث کی شروعات میں ہی رسول اللہ کی قرآن سے انحراف کی بات کرتے ہیں۔ روایت کی عبارت یہ ہے کہ

**قالت عائشہ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم اذا ارادسفرا اقرع بین ازواجہ فایھن خرج سھمھا خرج بھا رسول اللہ**



**صلے اللہ علیہ و سلم معھا قالت عائشہ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج فیھا سھمی فخرجت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم بعد ما انزل الحجاب۔**

یعنی رسول اللہ کا معمول تھا کہ وہ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی بیویوں کو سفر پر لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ پھر جس کا فال نکل آتا تو اسے ساتھ لے جاتے تھے۔ عائشہؓ نے کہا کہ ایک غزوہ پر جاتے وقت ہمارے درمیان رسول اللہ نے فال نکالی تو اس میں میرے نام کا تیر نکل آیا۔ پھر میں رسول اللہ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئی اور یہ سفر آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔

محترم قارئین! اس روایت کے شروع کی اس عبارت کے متعلق پہلے گزارش کروں۔ توجہ فرمائیں کہ اللہ نے قرآن میں سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 3 میں **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ** کے الفاظ سے حرام کی ہوئی چیزیں گنوائی ہیں۔ جن کی تعداد گیارہ ہے اور گیارھویں حرام کردہ چیز کے لئے فرمایا **وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ**" 5/3 یعنی یہ جو تم تیروں کے ذریعے فالیں نکالتے ہو یہ تمہاری بڑی بدکاری ہے، برائی ہے۔ قارئین دیکھتے چلئے حدیث کی عبارت میں ان اماموں نے رسول اللہ کو فال کے ذریعے فیصلے کرنے والا دکھایا ہے اور وہ بھی تیر کے ساتھ کیوں کہ عبارت میں انہوں نے بی بی عائشہ کو کہتے ہوئے دکھایا ہے کہ **فخرج فیھا سھمی** یعنی رسول اللہ کی قرعہ اندازی میں میرا تیر نکل آیا۔ کتاب المنجد لغت کی کتاب ہے۔ کھول کر دیکھیں کہ اس میں **سھم، سھام** کے معنی جوئے کے تیر لکھے ہوئے ہیں۔ مطلب کہ یہ حدیث ساز امام لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کو فالیں نکالنے والا جوتشی بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا رسول اللہ کے سامنے کوئی ٹھوس اصول، نظریہ یا قانون نہیں تھا۔ وہ وہمی قسم کے آدمی تھے۔ جس طرح ایسے لوگ اپنے کاموں کے لئے جوتشیوں کے پاس جا جا کر فالیں نکلواتے ہیں۔ تو رسول بھی اپنے معاملات بغیر کسی قاعدہ و قانون کے فالوں کے ذریعے نمٹاتے تھے۔

اب کوئی بتائے کہ جن فالناموں کو قرآن نے **حرمت علیکم** کے کھلے ہوئے حکم سے حرام قرار دینے کے بعد فرمایا کہ **ذٰلِكُمْ فِسْقٌ**" یہ تمہاری بدکاری ہے۔ تو یہ تحریک امامت کے ستون امام زہری سے لیکر امام بخاری تک رسول اللہ کو جوتشی بنا رہے ہیں۔ کیا ان

کے اس الزام کے بعد کوئی مان سکتا ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ پر ایمان لایا بھی ہے؟ کہ وہ قرآن پر صحیح عمل کرنے والے تھے؟ اور یہ حدیث ساز لوگ لکھتے ہیں بزبان عائشہ کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب پردہ کے متعلق آیتیں نازل ہو چکی تھیں۔ تو محترم قارئین ان کا کوئی امام یا حدیثوں کے پڑھانے والے پورے قرآن میں ایسی آیت پردہ کے نام پر نہیں دکھا سکتے جن میں حجاب کا لفظ ہو۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر 53 میں جو حکم ہے کہ اے ایمان والو! آپ نبیؐ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو۔ اور جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے، اجازت دی جائے تو ایسے نہ کریں کہ کھانا ابھی تیار ہی نہ ہوا ہو تم پہلے جا کر بیٹھ جاؤ اور جب تم بلائے جاؤ تو کھانا کھاتے ہی واپس نکل آؤ۔ ایسے نہ کرو کہ بعد میں وہاں مجلسیں شروع کر بیٹھو۔ یہ تمہارا کھانے کے بعد بیٹھ جانا رسول اللہ کو تکلیف دیتا ہے۔ اور وہ حیا کی وجہ سے تمہیں کہتا نہیں ہے۔ لیکن اللہ اس چیز کی پروا کئے بغیر حکم دیتا ہے کہ تم ایسے نہ کیا کرو حق کے معاملہ میں ہر کسی کو کہہ دینا چاہیئے۔ اور جب تمہیں کوئی چیز پوچھنی ہو سامان وغیرہ لینا دینا ہو تو۔ **فاسئلوھن من وراء حجاب** گھر میں اندر جائے بغیر باہر سے پس پردہ، پس دیوار معلوم کیا کرو۔ ہر اہل خانہ کی پرائیویسی اس کا حق ہے۔ جس میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں۔

محترم قارئین! یہ آداب کی تعلیم والی آیت ہے۔ جس میں حجاب کا لفظ آیا ہے۔ سیاق وسباق پر غور کر کے سوچیں کہ یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ منہ پر برقعہ کی طرح کپڑا ڈالنا یہ حکم حجاب نازل ہوا ہے۔ یہ پورے قرآن میں نہیں ہے۔ آیت نمبر 53 سورۃ احزاب کے نازل ہونے سے پہلے جو معمول تھا عورتوں کے باہر نکلنے کا نزول آیات کے بعد بھی معمول اسی طرح رہا ہے۔ آگے اسی سورۃ کی آیت 59 میں جو حکم ہے کہ **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** 33/59

---

یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی کمانڈر یا دیگر افسران اپنی بیویوں کو میدان جنگ نہیں لے جاتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ میں تشریف لے گئے تھے پکنک پر تو نہیں گئے تھے کہ اپنے ساتھ بیگم کو لے جاتے۔ جنگ میں فتح اور شکست کا امکان تو لگا رہتا ہے۔ شکست کی صورت میں زنان خانہ وبال بن جاتا ہے۔ پسپائی کے وقت زنان خانہ کا دشمن کے ہاتھوں میں چلے جانے کا دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ جس طرح راؤ علمگر پسپا ہوئے اور عورتیں ٹیپو سلطان کے ہاتھوں میں آ گئیں۔



یعنی اے نبیؐ اپنی گھر والیوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر چادر اوڑھ کر چلیں۔ اور یہ اس لئے کہ وہ پہچانی جا سکیں اور پہچاننے کی وجہ سے کوئی آوارہ سمجھ کر چھیڑے نہیں۔ غور کیا جائے تو قرآن کا فلسفہ ہے کہ عورت کی پہچان ہی عورت کی عزت کی محافظ ہوگی، کہ یہ فلاں عورت ہے یہ فلاں گھرانے کی عورت ہے۔ یہ فلاں مقام و مرتبہ کی عورت ہے۔ اگر کچھ غلط حرکت کی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ **ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ** زینت بھرے کپڑوں کو ڈھانپنے کے لئے اوپر سے کوئی چادر یا اور کورٹ کی طرح کی زینت چھپانے والا کپڑا جو دیکھنے والے کو بتائے گا کہ یہ شریف اور مہذب عورت ہے۔ یہ کوئی آوارہ نہیں ہے۔ اس طرح کی پہچان سے عورتیں لفنگے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچ جائیں گی۔ گزارش یہ ہے کہ آج جو حجاب کی آیتوں کے نام سے پردہ کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے وہ قرآن کی تشریح میں نہیں آ سکتا۔ وہ اماموں کی حدیثوں کی تفسیر تو ہو سکتی ہے۔ اس لئے بخاری میں زہری کی حدیث میں یہ الفاظ کہ سفر جنگ پر جانے کی یہ قرعہ اندازی حجاب کے نازل ہونے کے بعد کی ہے۔ یہ زہری کا جھوٹ ہے، فراڈ ہے۔ حجاب کا لفظ جو آیا ہے وہ جسم کے لباس کے لئے نہیں بلکہ گھر کی دیوار سے باہر کھڑا ہو کر کام کاج پوچھنے کہنے کے معنی میں آیا ہے۔ بہر حال یہ جملہ زہری نے یہاں کیوں فٹ کیا ہے؟ یہ اس کے آگے ایک اور جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ وہاں ہم آپ کو یاد دلائیں گے۔

آگے حدیث میں لکھتے ہیں کہ میں (بی بی عائشہ) اس سفر میں اونٹ کے کجاوے پر اٹھائی اور اتاری جاتی تھی۔ میں یہاں قارئین کو یاد دلاتا چلوں کہ امام زہری کے بنائے ہوئے اس سفید جھوٹ والی افسانوی حدیث میں بڑا جھول ہے وہ یہ کہ کجاوے میں اکیلی عورت نہیں بیٹھ سکتی اور ہودج کے معنی کجاوے کے سوا (اس تراشیدہ کہانی میں) دوسرے نہیں کئے جا سکتے۔ اور کہانی ساز امام زہری نے اپنے اندر کی پلیتی اگلنے کے لئے مجبوراً بی بی عائشہ کے ساتھ سفر میں ہودج میں شریک سفر کوئی اور عورت نہیں نتھی کی۔ اگر شریک گنواتا تو اس کی کہانی میں تہمت بن نہ پاتی۔ اس لئے حدیث کے جھوٹی ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ کجاوے میں سفر کرنے والی عورت اکیلی عائشہؓ دکھائی گئی ہے۔ وہ اس لئے کہ کجاوے کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور اونٹ پر رکھنے کے بعد وزن کا بیلنس دونوں طرف برابر رکھنا

ضروری ہوتا ہے۔ اگر صرف ایک پلڑے میں وزن ہوگا تو کجاوے کا گر جانا یقینی بن جاتا ہے۔ اب اگر قارئین خود دیکھیں گے کہ افسانہ ساز زہری کو بھی اس جھول کا احساس ہے جسے آپ دیکھیں گے کہ اسے وہ ذہن سے ہٹانے کے لئے کتنی ناکام کوشش کرتا ہے۔

آگے روایت ہے کہ ہم جب لڑآئی کی سیر سے فارغ ہوئے اور واپسی پر مدینہ کے قریب ہوئے تو رات کے وقت جہاں قافلہ منزل انداز تھا تو قافلے کے منتظمین نے اعلان کیا، منادی دی کوچ کرنے کی۔ پھر میں کوچ کرنے کی منادی کے وقت اٹھی اور قضاء حاجت کے لئے لشکر کے پڑاؤ والے ایریا سے باہر نکل گئی اور فراغت کے وقت جب واپس آئی اپنے کجاوے والے اونٹ کے پاس۔ پھر میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگا کر جو دیکھا تو اچانک میرا ہار جو کوڑیوں والا تھا وہ ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ پھر میں لوٹ کر گئی ہار ڈھونڈنے جہاں ہار کی تلاش میں مجھے دیر ہوگئی قارئین! میں عربی متن حدیث کا خلاصہ اور مفہوم لکھتا جارہا ہوں تنقید کے لئے یہاں میں یاد دلا دوں کہ حدیث ساز دشمنان، عزت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آگے تہمت کے رد کے لئے تو سورۃ نور کی آیتوں کو جو مدینہ شہر کے کسی نامعلوم واقعہ کے لئے بطور قانون نازل ہوئیں تھیں۔ انہیں عائشہ کی برأت کے طور پر مشہور کر دیا گیا۔ لیکن یہ جو فارسی امام زہری صاحب افسانے کے درمیان مزید تہمتیں لکھتا جارہا ہے۔ شیوخ الحدیث لوگوں کی اس طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟

محترم قارئین! اس سفر میں عائشہ کو کہانی کار زہری نے اکیلے اونٹ ہنکانے والے جن لوگوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ عائشہ کمانڈر انچیف سپہ سالار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ سربراہ مملکت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ اسے یہ لوگ گالی دے رہے ہیں کہ قضاء حاجت سے واپسی پر ہار ٹوٹا ہوا پایا۔ اس جملہ میں بھی بڑی گالی ہے۔ ان حدیث سازوں نے اپنی من گھڑت کہانی میں اس سفر میں اپنے عظیم شوہر کو اپنی اہلیہ سے کیوں دور دور اور بے خبر دکھایا ہے؟ کیا یہ افسانہ نویس کی رسول اللہ اور عائشہ صدیقہؓ کے حضور گالی نہیں ہے؟ ان گالیوں کو اگر قارئین نہیں سمجھ سکے ہیں تو آگے بات اور کھلے گی پھر آپ ان اماموں کی امامت دیکھیں گے۔ عبارت ہے زہری کی کہ۔

**واقبل الرهط الذين كانو يرحلونی فاحتملوا هودجی**



**فرحلوه علی بعيری الذی كنت اركب عليه وهم يحسبون انی فيه۔**
جب میں ہار ڈھونڈنے واپس گئی تو جن ساربانوں کی ڈیوٹی میرے کجاوے چڑھانے اور اتارنے کی تھی، وہ آئے اور کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور چل پڑے۔ ان کے خیال میں میں کجاوے کے اندر میں موجود ہوں۔ اس کے بعد زہری کو احساس ہوتا ہے کہ لوگ شاید میری حدیث پر شک کریں گے کہ خالی کجاوہ اٹھانے والوں نے کیونکر محسوس نہیں کیا کہ اس میں سوار کا کوئی وزن ہی محسوس نہیں ہوتا اور پھر انہوں نے خالی کجاوے سے کیسے سفر کیا؟ تو کہانی ساز زہری پڑھنے والوں کو بیوقوف بنانے کے لئے عائشہ کی زبانی کہتا ہے کہ

**وكان النساء اذذاك خفافا فلم يهبلن ولم يغشهن اللحم انما يا كلن العلقة من الطعام فلم يستنكر القوم خفة الهودج حين رفعوه وحملوه وكنت جارية حديثة السن۔** اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں۔ ان کا کھانا سادہ اور خشک ہوتا تھا جس کی وجہ سے ان کے گوشت پر چربی ہی نہیں چڑھتی تھی۔ اس لئے ھودج اٹھانے والوں نے کجاوے کے ہلکے پن کو اُٹھاتے وقت محسوس ہی نہیں کیا اور ویسے بھی میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی۔

محترم قارئین یہ ساری لفاظی کہانی کے اندر جو جھول ہے وہ یہ کہ ایک آدمی اگر کجاوے کے ایک طرف بیٹھے گا اور دوسری طرف خالی ہوگی تو کجاوہ گر جائے گا یہ لفاظی اس کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے اور عائشہ اس سفر میں اونٹ چلانے والے جن لوگوں کے حوالے ہے۔ کوئی عورت بھی ساتھ نہیں ہے۔ اس سفر میں قافلے کے اندر شوہر بھی موجود ہے وہ بھی بیوی سے بے خبر ہے۔ اس سفر میں باپ بھی ساتھ ہے وہ بھی بیٹی کے احوال سے بے خبر ہے۔ امام زہری نے جو اپنی طرف سے گالی دی کہ قضاء حاجت سے واپسی پر اونٹ کے قریب پہنچ کر عائشہ نے سینے کو ہاتھ لگایا تو ہار کہیں ٹوٹ کر گم ہو چکا تھا۔ محترم قارئین! مدینے کے نواحی پہاڑی علاقہ میں نہ جھاڑیاں ہیں نہ جنگل۔ میدانی علاقہ ہے۔ اس میں ہار کیسے ٹوٹ جاتا ہے؟ حدیث ساز امام زہری اس جھوٹ سے نئی گالی دے رہے ہیں۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں لیکن زہری کی اس تہمت کے لئے قرآن کی سورۃ نور کی آیت برأت کے علاوہ کوئی دوسری آیتیں کیوں نہیں نازل ہوئیں؟ زہری کی اس عبارت سازی میں کونسا وہ احساس ہے جو سینے پر ہار کی خبر گیری کے لئے تجسس کراتا ہے۔ عائشہ اپنے آنے

جانے کی اطلاع قافلہ والوں کو کیوں نہیں دے رہی ہے۔اس طرح چوری چھپے بغیر اطلاع کے آنا جانا یہ سربراہ مملکت اور رسول کی زوجہ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ حدیث ساز فارسی اماموں کی اپنی بیگمات کا ایسا کلچر ہوتو ہو یہ محمد رسول اللہ کی زوجہ محترمہ ہیں، امت کی مائیں بھی ہیں۔اس واقعہ کو اس طرح امام زہری کا گھڑنا یہ اس کا اندر کا اپنا زہر ہے جو اگل رہا ہے زہری آگے لکھتا ہے کہ عائشہ نے رات کے اندھیرے میں واپس جا کر ٹوٹا ہوا ہار تلاش کر لیا اور جب واپس آئی تو قافلہ جا چکا تھا۔اب ٹوٹے ہوئے ہار کی کوڑیاں یا دانے کس طرح چنے جا سکے؟ یہ روایت سازی کا جھول ہے جسے ان اماموں نے ہم مسلمانوں کو بیوقوف اور احمق سمجھتے ہوئے قصہ کو عقل کے موافق بنانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔آگے روایت گھڑنے والا لکھتا ہے کہ میں جب قافلہ کے جانے کے بعد ہار تلاش کر کے وہاں پہنچی تو

**فجئت منازلهم وليس بها منهم داع ولا مجيب**

یعنی قافلہ والوں کی جگہ پر جب واپس آ کر پہنچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا نہ کوئی بلانے پر جواب دینے والا تھا۔محترم قارئین! اس عربی میں نقل کردہ جملے کو یاد رکھیں آگے کام آئے گا۔آگے روایت ساز لکھتا ہے کہ قافلہ کے چلے جانے کے بعد بی بی صاحبہ نے ارادہ کیا کہ میں اپنے اونٹ والے مقام پر بیٹھ جاؤں اور میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے گم شدہ سمجھ کر پھر واپس آ کر مجھے پالیں گے اور اسی اثناء میں مجھے بیٹھے بیٹھے وہاں نیند آ گئی اور میں سوگئی۔آگے راوی لوگ بی بی صاحبہ کی زبانی کہلواتے ہیں کہ۔

**وكان صفوان بن معطل السلمى ثم الذكوانى من وراء الجيش فاصبح عند منزلى فرأى سواد انسان نا ئم فعرفنى حين رآنى وكان رآنى قبل الحجاب فاستيقظت باستر جائه حين عرفنى فخمرت وجهى بجلبابى والله ما تكلمنا بكلمات ولا سمعت منه كلمة غير استر جائه وهوى حتى اناخ راحلته فوطى على يدها فقمت اليها فركبتها فانطلق يقودبى الراحلة حتى اتينا الجيش موغرين فى نحر الظهيرة وهم نزول"**

قارئین غور فرمائیں کہ افسانہ نگار روایت ساز امام زہری کو ضرورت پڑی ہے کہ اونٹ کے کجاوے کو کس طرح ہلکا کروں جو اونٹوں کے جوتنے والے لوگ خالی کجاوا اٹھائیں



تو بھی محسوس کریں کہ اس میں کوئی آدمی موجود ہے تو اس کے لئے امام زہری نے یہ بات گھڑی کہ عائشہ کی زبانی خود بولا کہ میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی دبلی پتلی تھی اور آگے یہ راوی لکھتا ہے کہ اس چھوٹی سی لڑکی کو آدھی رات بیابان میں اکیلے بیٹھے ہی نیند آ گئی'' اب کوئی انصاف تو کرے کہ کہانی اور افسانے بنانے میں امام زہری نے کتنی جہالت دکھائی ہے'' پھر جب یہ بھی کہا ہے کہ بی بی صاحبہ جب ہار ڈھونڈ کر واپس آئی تو وہاں نہ کوئی تلاش کے لئے آواز دینے والا تھا نہ کوئی پکارنے پر جواب دینے والا۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ بی بی صاحبہ نے ہار تلاش کر کے واپسی پر آوازیں دیں ہیں کہ ہے کوئی قافلہ والوں میں سے، لیکن کسی کے جواب نہ آنے پر بیٹھ گئی اور نیند آ گئی۔محترم ایسے بھیانک سماں میں نیند آ جانا بھی عجیب مذاق ہے اور آگے راوی لکھتے ہیں کہ صفوان بن معطل صبح کو عائشہ کی منزل کے پاس آئے۔ یہ صفوان لشکر کے پیچھے بھولی ہوئی چیزیں لے آنے پر مامور تھا۔اب کوئی یہ بتائے کہ بی بی صاحبہ نے رات کو قافلہ کے جانے کے بعد آوازیں دی ہیں پکارا ہے کہ ہے کوئی قافلہ والوں میں سے۔بی بی صاحبہ نے یہ بتایا کہ وہاں کوئی پکار کا جواب دینے والا نہیں ملا۔آگے لکھتے ہیں کہ صفوان بن معطل نے صبح کے نیم اندھیرے میں سوئے ہوئے انسان کی کالی چھاؤں کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ تو عائشہؓ ہے اور پھر **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** پڑھا اور پہچانا اس لئے کہ اس نے حجاب کی آیات کے نزول سے پہلے اسے دیکھا تھا اور بی بی فرماتی ہیں کہ میں اس کے **إِنَّا لِلّٰهِ** پڑھنے سے جاگ پڑی اور جلباب یعنی اوڑھنی سے میں نے اپنا منہ ڈھک لیا۔

محترم قارئین! اب میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسے موقع پر قرآن کا حکم بھی سنا تا چلوں تا کہ افسانہ ساز امام لوگوں کے بنام حدیث قرآن سے نسبت کی بھی قارئین کو اطلاع ملتی جائے۔قرآن میں ہے کہ **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ** 24/30 یعنی اے نبی مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نظروں کو نیچے رکھیں۔پھر اگلی آیت میں **وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ** 24/31 یعنی اے نبی مومن عورتوں کو کہہ دیجئے کہ وہ نظروں کو نیچی رکھیں۔جو بخاری اور زہری نے لکھا ہے کہ **فخمرت وجهى بجلبابى** یعنی میں نے اپنے جلباب سے منہ ڈھانپ لیا۔تو قرآن میں تو حکم ہے کہ **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ** 24/31 یعنی عورتیں خمار نامی کپڑے سے اپنی

چھاتی ڈھانپ لیں۔ اب کوئی بتائے کہ یہ امام لوگ قرآن کے خلاف کتنی من مانی چلاتے ہیں۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ سچی حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ سچی حدیث ہے ہی وہ جو خود قرآن بتائے۔ قرآن خود ہے ہی سچی **احسن الحدیث** کتاب ہے۔ تو ان امام لوگوں کی حدیثیں جملہ کی جملہ خلاف قرآن ہیں۔ آگے روایت ہے کہ میں نے صفوان بن معطل سے سوائے اناللہ کے اور کچھ نہیں سنا۔ تو محترم قارئین! حدیث کا یہ جملہ بھی خلاف قرآن ہے۔ آپ سب نے سنا ہوگا حدیثوں والے مذہب میں یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ کسی چیز کے گم ہوجانے یا فوت ہوجانے پر یہ لوگ حدیث بنائے بیٹھے ہیں کہ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ** آیت پڑھی جائے۔ جس کا مطلب یہ لوگ یہ سمجھاتے ہیں اگر کوئی چیز گم ہوگئی یا کوئی شخص فوت ہوگیا ہو تو ہم نے بھی اسی کی طرح فوت ہو جانا ہے۔ اللہ کی طرف ہم بھی مرکھپ کر جائیں گے۔ جب کہ اس آیت کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ **اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ** 2/156 یعنی مومنوں پر جتنی بھی آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں گی وہ نہ شکست قبول کریں گے نہ پیچھے ہٹیں گے۔ مصیبتوں کے آنے کے بعد بھی ان کا نعرہ یہ ہوگا کہ مصیبتیں آتی ہیں تو آتی رہیں۔ ہم ہر حال میں اللہ کے دیئے ہوئے نظام قرآن کے لئے وقف رہیں گے۔

محترم قارئین! آیت کا یہ مفہوم، پڑھنے والے کو اس وقت سمجھ میں آئے گا جب اس سے پہلے والی آیت کے مفہوم کی روشنی میں ملا کر پڑھے گا۔ جس میں ہے کہ ہم تمہیں خوف، بھوک مال کے ضائع ہونے اور جانوں کے ہلاک ہونے اور کھیتوں کے اجڑنے کی آزمائشوں میں آزمائیں گے پھر۔ **بشر الصابرین** یعنی ان کو خوشخبری سناؤ جو ان مصیبتوں کے بعد بھی ڈٹ کے جمے رہیں گے۔ تو رسول اللہ سے براہ راست قرآن سیکھنے والا شاگرد صحابی شخص، اس طرح کی مردار بنانے والی امامی تعلیم کے مطابق قرآنی آیت کا غلط استعمال نہیں کرے گا۔ جس طرح زہری نے اس حدیث میں صفوان بن معطل کو اپنی تعلیمات کے مطابق اناللہ پڑھتے دکھایا ہے (ملا کی اذان اور ہے مومن کی اذان اور) پھر آگے روایت کی عبارت میں صفوان بن معطل نے اونٹنی کے اگلے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھا اور میں (بی بی عائشہؓ) سوار ہوئی اور صفوان مہار لئے چلتا رہا اتنے تک کہ ہم ظہر کے وقت قافلہ والوں کے پاس پہنچے۔ جب وہ بھی گرمی کی وجہ سے منزل انداز تھے اب کوئی بتائے کہ رسول



اللہ قافلہ کے سالار ہیں بیوی گم ہوگئی ہے، کوئی پرواہ نہیں، رات کو قافلہ چلا ہے کہیں تو فجر کی نماز پڑھی ہوگی، اس وقت بھی کجاوے کے اندر سے عائشہ ظاہر نہیں ہوئی۔ پھر صبح کو ناشتہ کے وقت بھی عائشہ کجاوے سے باہر نہیں نکلی ہوگی، تو نہ شوہر کو، اونٹوں کے ساربان رپورٹ پہنچاتے ہیں نہ والد صدیق اکبر کو عائشہ کی گمشدگی کی اطلاع دی جاتی ہے، اور دوسرے دن کی دوپہر وہ آجاتی ہے تو پھر بھی معمول کے مطابق گرمی اور سفر کی تھکان سے منزل انداز ہوتے ہیں، لیکن عائشہؓ کا کسی کو خیال نہیں کہ وہ کس حال میں ہے؟ اور ہے بھی یا نہیں۔ حدیث میں زہری اور اس کے ہمنوا امام مافیا والے یہ لکھتے ہیں کہ جب عائشہؓ صفوان بن معطل کے ساتھ دوپہر کو قافلہ والوں سے آکر ملتی ہے تو۔ **قالت فهلك من هلك** یعنی جسنے تہمت لگا کر ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو۔ا **وكان الذی تولی كبر الافك عبدالله بن ابی بن سلول** یعنی عائشہ کے صفوان بن معطل کے ساتھ قافلہ والوں کو پہنچتے ہی، نہ خبر نہ، گمشدگی کا اتنا بڑا واقعہ جو کسی کے کان تک کچھ نہیں رینگی۔ بس جیسے ہی قافلہ والوں کو ملے تو **فهلك من هلك** الزام بازی شروع، یعنی رسول اللہ کی زوجہ محترمہ کے کردار کو داغ لگانا تو خود رسول کی توہین ہے۔ قرآن میں ہے کہ:۔

**اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ** 24/26 یعنی پلید عورتیں پلید مردوں کے لئے ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں اور پاکدامن عورتیں پاکدامن مردوں کے لئے ہیں اور پاکدامن مرد پاکدامن عورتوں کے لئے ہیں۔ اس حدیث کے حوالہ سے جو عائشہ کا کردار ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ اس لائق ہی نہیں تھیں کہ شوہر اس کو اتنے بڑے سفر میں ساتھ رکھے اور اس کی خبر گیری کرے۔ معاذ اللہ عائشہ بھی ایسی تھیں کہ رات کو قافلہ کے جاتے وقت قافلہ سے دور قضاء حاجت کے لئے گئیں ہیں تو گلے کا ہار تڑوا کر واپس آئی ہیں۔ پھر واپس تلاش کرنے جاتی ہیں۔ اور دیکھتی بھی ہیں کہ قافلہ جانے کو ہے کسی کو بتا کر بھی نہیں جاتی۔ تو کیا یہ سب امامی ھفوات الزامات عائشہؓ کے کردار کو داغ دار نہیں بنا رہے؟ اور جب گھر والی با کردار نہ ہوگی تو اوپر سورۃ نور کی آیت نمبر 26 کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہونی چاہیئے۔ یہ اس طرح سے ان اماموں نے تو رسول کو بھی پچھاڑ کر رکھ دیا۔ جو شیخ الحدیث لوگ بخاری

کی اس طرح کی حدیثیں روح افزاء کی طرح نگل جاتے ہیں اور بصیرت سے فارغ سامعین کے ایمان کو بھی آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ ان کو کس زبان میں عرض کروں اور کیا عرض کروں؟ لے دے کر یہ شیخ الحدیث، امت کو امام زہری کی اس دھوکہ دہی کی چال بازی کے جواب میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ عائشہ کی برأت قرآن نے پیش کی ہے۔ اس پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ غلط ہے۔ میں ان شیخ الحدیثوں کی قرآن فہمی اور قرآن دانی پر کیا عرض کروں قرآن میں سورۃ نور کی ان آیتوں میں جن کو یہ برأت کے نام سے مشہور کیے ہوئے ہیں ان آیات کو ان شیخ الحدیث لوگوں نے تو سمجھا ہی نہیں ہے۔ ان آیات میں تو اللہ نے سنایا ہے کہ امام زہری نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول ☆ نے تہمت لگائی ہے۔ قرآن نے تو امام زہری کے افسانہ سازی کا پول کھول دیا ہے کہ اس نے حدیث سازی کے وقت قرآن پر بھی غور نہیں کیا۔ قرآن فہمی سے جیسے یہ شیخ الحدیث پیدل ہیں ایسے امام زہری بھی اندھا تھا قرآن نے تو الزام لگانے والے کو متعین کر کے بتایا ہے کہ **ان الذين جاؤ ابالافك عصبة منكم** یعنی تہمت لگانے والے تمہارے ایسے بڑے لوگ ہیں کہ تمہارا ملی شیرازہ انہیں کے دم خم سے ہے۔ وہ تمہارے وجیہہ لوگ ہیں۔ عصب اس رسی کو کہا جاتا ہے جس سے درخت کی منتشر شاخوں کو یکجا کرنے کے لئے باندھا جاتا ہے اور جسم حیوانی میں عصبہ اور اعصاب سے ساری باڈی کو استحکام ملتا ہے جس شخص کے اعصاب کمزور ہو جائیں وہ لڑکھڑا کر چلتا ہے تو امام زہری قرآن سے ایسا جاہل ثابت ہوتا ہے کہ الزام اور تہمت لگانے کے لئے اسے ایسا نام نظر آیا جو امت مسلمہ کی عصبہ حیثیت تو کیا بلکہ وہ تو دشمن اسلام والمسلمین مشہور رئیس المنافقین ابن ابی تھا اور جن لوگوں کے نام زہری نے گھڑے ہیں وہ بھی خیراتوں پر پلنے والے ہیں۔ ان کا تعارف کہ وہ کنگلے تھے وہ بھی قرآن نے خود بتا دیا ہے کہ زہری کی امامت پھسل گئی۔ اس نے جو نام چنے ہیں ایک منافقوں کا سردار ہے تو دوسرا مساکین سے ہے۔ پڑھ کر دیکھیں سورۃ نور کی آیت نمبر 22 اور میرا مشورہ ہے کہ یہ آیت بھی سورۃ نور کے بجائے بخاری کی اس روایت کے اندر لائی ہوئی ہے وہاں پڑھیں۔ جو حدیث کے اندر حدیث سازوں کو جھٹلا رہی ہے۔ کہ یہ لوگ عصب

---

☆ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غزوہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو ساتھیوں کے انتخاب میں اتنے ناکام ہوتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سلول (منافق) کو بھی لے جاتے ہیں جو ان کی بدنامی کا سبب بنتا ہے۔



کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتے۔ قرآن ان کی حدیث سازی پر جو سرجری کر کے ان کے اندر کے پول کھول رہا ہے۔ اگر پڑھنے پڑھانے والوں میں قرآن کے لئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے، امہات المومنین کے لئے کوئی دینی و ایمانی حمیت ہو تو وہ یقین سے ایسے دشمن اسلام لٹریچر کو درس نظامی میں شامل کر کے پڑھانا تو کجا بلکہ ایسے جملہ حدیث ساز اماموں کو بلیک لسٹ قرار دیکر ان کی کتابوں کو دشمن اسلام لٹریچر کے طور پر خارج قرار دیدیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ ختم بخاری پر جشن مناتے ہیں۔ اور قرآن کی طرح بخاری کو بھی تیس پاروں میں بانٹ رکھا ہے۔ اور آداب کے طور پر بخاری کو بھی وضو کر کے پڑھنا پڑھانا موجب ثواب قرار دیتے ہیں۔ مجھے کسی نے بتایا کہ سعودی گورنمنٹ اور پاکستان کے کچھ ادارے مل کر اب بخاری کو قرآن کی طرح آیتوں میں تقسیم کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ چند مہینے پہلے میں نے خود ایک ٹی وی چینل پر ڈرامہ دیکھا جس میں امام بخاری کو حدیثیں جمع کرنے میں احتیاط کرنے کے اس کارنامے کو بھی دکھایا گیا۔ جس میں وہ ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے امام کو ملنے کے لئے بڑا طویل سفر طے کر کے جاتا ہے اور جب وہاں وہ اس سے ملتا ہے تو وہ اپنے گھوڑے کو پکڑنے کے لئے اسے ایک ہاتھ میں سبز گھاس دکھاتا ہے جب گھوڑا قریب آتا ہے تو گھاس ہٹا کر اسے پکڑ لیتا ہے۔ امام بخاری اس کا یہ عمل دیکھ کر حدیث پوچھے بغیر واپس جانے کی کرتا ہے۔ تو میزبان امام اس سے کہتا ہے کہ آپ نے حدیث سنی ہی نہیں اور واپس جا رہے ہیں؟ تو بخاری نے اسے کہا کہ آپ نے خدا کی مخلوق گھوڑے کو دھوکے سے پکڑا۔ تو کیا خبر کہ حدیث میں بھی اسی طرح انسانوں سے دھوکہ دیتے ہوں۔ اس لئے میں آپ جیسے آدمی سے حدیث نہیں لوں گا۔ دوسری طرف آپ نے دیکھا کہ امام بخاری یا اس کے دوسرے حدیث ساز استاد قرآن سے کتنا بڑا دھوکہ کر رہے ہیں کہ قدم قدم پر قرآن دشمنی سے ان کے مجموعے بھرے ہوئے ہیں اور ساری مسلم امت کی ایسی آنکھیں بند ہو گئی ہیں کہ ان کی دینیات کی کتابیں ساری کی ساری ان قرآن دشمن اماموں کی ہیں۔ قرآن کو تو یہ لوگ صرف ایصال ثواب کے لئے طوطوں کی طرح رٹتے ہیں، سمجھنے کے لئے کوئی پڑھتا ہی نہیں۔ امید ہے کہ قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ سورۃ نور کی برأت کی آیتیں شہر میں کسی اور نامعلوم ناموں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ بخاری کی حدیث میں زہری نے صاف

صاف لکھا ہے کہ یہ تہمت کا الزام ابن ابی رئیس المنافقین دشمن اسلام نے لگایا ہے۔ اور قرآن نے سورۃ نور کی آیات برأت میں صاف صاف سنایا ہے کہ یہ برأت اس واقعہ کی ہے جس کی تہمت اور الزام لگانے والا تمہارا اپنا وجیہہ ہے عصبہ سے ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابن ابی کی لگائی گئی تہمت والی کہانی خالص امامی کلیمر کا افسانوی جھوٹ ہے جو امام زہری کی اپنی کاریگری ہے۔ آگے حدیث میں امام زہری لکھتا ہے کہ مدینہ شہر میں واپسی پر بقول بی بی عائشہ کے ان کو بخار چڑھ گیا جو ایک مہینہ تک جاری رہا (یہ تو ٹائیفائیڈ ہوا) اور اس سارے عرصہ میں لوگوں میں باہر چہ میگوئیاں رہیں جس کا مجھے علم نہ تھا۔ رسول اللہ گھر میں جب آتے تو ایسے سلام کر کے پوچھتے کہ **کیف تیکم** تمہارا حال کیسا ہے؟ اور اتنا کہہ کر چلے جاتے تھے اس طرح کے سلوک سے مجھے شک تو ہوتا تھا کہ یہ اس طرح کیوں ہے۔ لیکن مجھے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ یہ سب کچھ ہے کیا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں کمزوری کی حالت میں قضاء حاجت کے لئے ام مسطح کے ساتھ باہر کو نکلی (اب یہاں کہانی ساز اپنا ہنر دکھاتا ہے کہ یہ بات میں نہیں بتا رہا عائشہؓ خود بتا رہی ہے) ام مسطح کا ددھیال اور رسول اللہ کا ددھیال ایک ہی تھا اور صدیق اکبر کی بھی رشتہ میں خالہ کی بیٹی بنتی تھی اور اس کے بیٹے کا نام مسطح تھا اور ہمارے اٹھنے بیٹھنے کی قضاء حاجت کے لئے جگہ پرانے عربوں کی طرح گھروں سے دور ہوتی تھی۔ جس طرف رات کے وقت جایا کرتے تھے اور گھروں کے ساتھ لیٹرین بنانے میں ہمیں تکلیف محسوس ہوتی تھی ہم دونوں قضاء حاجت سے فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں کہ راستہ میں ام مسطح کا پاؤں اس کی چادر میں اٹک گیا جس سے وہ پھسل گئیں اور گرتے ہوئے بولیں کہ مسطح مرے تو۔ میں نے اسے کہا کہ آپ نے تو مسطح کو بہت برا کہا ایک بدری شخص کو آپ بددعا دے رہی ہیں۔ تو اس نے کہا تجھے خبر نہیں کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے، تو میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ تو اس نے مجھے تہمت والی باتیں سنائیں پھر تو میں اور بیمار ہو گئی اور جب میں گھر کو لوٹی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور سلام کیا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ تو میں نے اجازت طلب کی ماں باپ کے گھر جانے کی۔ اس لئے کہ ان کی طرف سے بھی اس واقعہ کے متعلق معلوم کروں۔ پھر رسول اللہ نے مجھے اجازت دیدی۔ اور میں نے گھر آتے ہی اپنی ماں سے پوچھا کہ میں لوگوں سے یہ کس قسم کی باتیں سن رہی ہوں؟۔ تو جواب میں ماں نے کہا کہ



حوصلہ رکھ قسم خدا کی جو بھی کوئی حسین عورت ہوتی ہے اور اس کا شوہر اس سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کی سوکنیں اس کے خلاف ایسی کئی باتیں بناتی ہیں۔

محترم قارئین! ملاحظہ فرمایا یہاں امام زہری نے رسول اللہ کی دوسری بیویوں کی دشمنان رسول منافقوں کے سردار ابن ابی سے بھی راہ رسم نکال لی۔ اب امام زہری کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی میں کیا شک رہ گیا اور امام بخاری اور اس کے تبعین جو اس حدیث کو من وعن آنکھوں پر رکھے بیٹھے ہیں۔ کوئی بتائے کہ ان کو کیا سمجھا جائے؟ تو ماں کے اس جواب کے بعد میں نے کہا کہ "سبحان! لوگ ایسے کہتے ہیں؟" پھر ساری رات میں روتی رہی اور صبح تک مجھے نیند نہ آئی اور آنسو بہاتی رہی۔ ادھر جب اتنا عرصہ وحی بھی بند ہو گئی تھی تو رسول اللہ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اور اپنے اہل سے فراق کی وجہ سے سوالات کئے تو اسامہ رسول اللہ سے ان کی اہلیہ کی برأت کے لئے شہادت دے رہے تھے کہ وہ ان کی پاکدامنی پر یقین رکھتے ہیں اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل میں کوئی برائی نہیں وہ سب عفت مآب اور معصوم ہیں۔ اور علی نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے لئے عورتوں کی کونسی کمی ہے جو آپ پریشان ہیں۔ آپ اپنی لونڈی سے ہی پوچھ لیں کہ تصدیق کر دے گی (یہاں میں قارئین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ وحی کے ایک ماہ سے زائد عرصہ تک بند رہنے پر بھی سوچیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں میں زید کی طلاق دی ہوئی بیوی سے رسول اللہ کی شادی کرنے پر طعنے دیئے کہ دیکھو رسول نے اپنے متبنیٰ یعنی منہ بولے بیٹے زید کی بیوی سے جو رسول کی بہو ہوئی اس سے شادی کر لی ہے تو اس موقع پر اللہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر دشمنوں کے طعنوں کو ایک گھڑی کے لئے بھی برداشت نہیں کیا اور اعلان کر دیا کہ زید کی طرف سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طلاق دی ہوئی بیوی سے تیری شادی ہم نے کر دی ہے تاکہ آئندہ کے لئے بھی مومنوں کے لئے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے طلاق یا جدائی کی صورت میں شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ **فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ** 33/37 تو جب رسول اللہ پر بہو کے ساتھ شادی کے الزام لوگوں نے لگائے تو فوراً وحی آ گئی کہ زید رسول کا بیٹا نہیں اس کی بیوی رسول کی بہو نہیں۔ یہ شادی ہمارے قانون کے

دائرے میں جائز ہے۔ جو ہم نے خود کرائی ہے اور ہر شخص کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو 33/5 محمد کسی نرینہ اولاد کا باپ نہیں ہے 33/40۔ ان قرآنی حقائق اور واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کے خلاف لوگوں کی بکواس کو کبھی برداشت نہیں کرتا۔ جو مہینے سے بھی زائد عرصہ گلیوں کوچوں میں عصمت ازواج رسول پر انگشت نمائی ہوتی رہے اور زبان وحی چپ رہے۔ اس لئے جتنے بھی اس حدیث سازی میں امام ملوث ہیں اور جتنے بھی شیخ الحدیث اس حدیث کو صحیح درست مانتے ہیں ایسے سب لوگ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہیں جس میں فرمان ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" 24/23 اس حدیث میں آپ نے پڑھا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے علی سے مشورہ لیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ایک نہیں تو دوسری، آپ کے لئے عورتوں کی کیا کمی ہے۔ یہ کس طرح کا جواب ہے؟ کیا سوال میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی پریشانی دکھائی ہے کہ یہ گئی تو کیا ہوگا؟ اگر اس طرح کی پریشانی نہیں دکھائی تو پھر علی کا جواب اس طرح لگتا ہے جیسے کسی عورتوں کی تلاش میں تڑپ رکھنے والے پریشان آدمی کو ایسا مشورہ دیا جاتا ہو اور یہ جواب علی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ اور مقام و مرتبہ سے بھی جوڑ نہیں کھاتا۔ اس جواب سے رسول کی شان کی تحقیر ہوتی ہے نیز علی کی بھی۔ یہ حدیث ساز فارسی امام عائشہؓ سے نفرت دکھاتے وقت رسول کی عظمت اور عزت کا بھی پاس نہیں کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی نفرت ہے اور جو قرآن کا دشمن ہوگا وہ رسول اللہ کا دوست کس طرح ہو سکتا ہے؟ آپ نے حدیث میں محترم علی کا مشورہ پڑھا اس میں اس کے نام حدیث ساز لکھتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ کو کہا کہ مزید پوچھ گچھ اپنی لونڈی بریرہ سے کریں۔ وہ میری بات کی تصدیق کرے گی۔ پھر بریرہ کا بیان تو عائشہ کی صفائی پاکدامنی اور معصومیت ثابت کرنے والا ہے۔ پھر علی کے مشورے کو پڑھنے والے کیا سمجھیں؟ یہ ہے حدیث سازوں کی چکر بازی بریرہ کی طرف سے عائشہ کی پاکدامنی کے بیان کے بعد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو جاتی ہے کہ عائشہ پر الزام جھوٹا ہے اور سیدھا مسجد کے منبر پر جاتے ہیں اور ساری جماعت صحابہ سے خطاب کرتے ہیں کہ آپ میں سے کون عبداللہ بن ابی بن سلول سے میرا بدلہ لے گا اس نے مجھے ایذا پہنچائی ہے۔ میری اہلیہ پر غلط الزام لگایا ہے،



وہ پاکدامن ہے اور جس شخص کے نام سے الزام ہے اس کے بارے میں بھی مجھے کوئی بدگمانی نہیں ہے وہ اچھا آدمی ہے۔ پھر حاضرین میں سے سعد بن معاذ بنو عبدالاشہل قبیلہ کا اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یا رسول اللہ میں آپ کا بدلہ لوں گا۔ اگر وہ میرے قبیلہ کا ہے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ اگر وہ خزرج قبیلہ والوں میں سے ہوگا تو پھر بھی جو آپ حکم دیں گے ہم اس طرح تعمیل کریں گے۔ پھر خزرج قبیلے کا آدمی جو حسان بن ثابت کا ماموں لگتا تھا اور اس کا نام سعد بن عبادہ تھا اور وہ خزرجیوں کا سردار تھا پہلے تو وہ صالح آدمی تھا لیکن اس وقت اسے جاہلانہ حمیت نے بھڑکا دیا۔ اس نے سعد بن معاذ کو کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو ابن ابی کو قتل نہیں کر سکتا نہ ہی تجھ میں اتنی طاقت ہے اور یہ اگر تیرے قبیلے کا فرد ہوتا تو تم اسے بھی بھی قتل نہ کرتے۔ پھر اسید بن حضیر جو سعد بن معاذ کا چچازاد بھائی تھا اٹھ کھڑا ہوا اور سعد بن عبادہ کو کہا کہ ہم اسے ضرور قتل کر دیں گے، تو منافق ہے اور منافقوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ پھر تو دونوں قبیلے بھڑک اٹھے۔ قریب تھا کہ دونوں کی آپس میں خونریزی ہو جاتی لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر سے دونوں گروہوں کو اپیلیں کرتے کرتے چپ کرایا۔

میں اس حدیثی روایت کے اتنے ٹکڑے کے بعد عرض کروں کہ اہل مطالعہ لوگ بخوبی جانتے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہ فارس کے حدیث ساز امام اپنی ایک ایک روایت میں اصحاب رسول کو تھوڑی تھوڑی سی بات پر لڑتے ہوئے دکھاتے ہیں اور اصحاب رسول کو انہوں نے جعلی نسبوں میں بانٹ کر بار بار تکرار سے بنو فلاں بنو فلاں کی تفریق سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محنت سے بنی ہوئی امت واحدہ کو یہ لوگ تتر بتر کر دکھانا چاہتے ہیں۔

اب امام زہری اور امام بخاری کی اسی حدیث کی تردید کے لئے گنتی کریں کہ اب تک میں کتنی آیات قرآنی پیش کرتا آیا ہوں اور اب اس قبائلی تفریق پر مسجد نبوی میں خونریزی پر ابھرنے والی حدیث کے لئے آئیں اور قرآن سے پوچھیں کہ وہ ان روایت باز اماموں کی کیا خبر لیتا ہے۔ فرمان ہے کہ:

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" 8/63 یعنی اللہ نے رسول اللہ کے ساتھیوں کے دلوں کو آپس میں ملا دیا ہے اس حد تک کہ اگر آپ پوری دنیا کی دولت بھی خرچ کر دیں تو ان کے درمیان اتنی محبت قائم نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کو جوڑا ہوا

ہے وہی غالب حکمت والا ہے۔

محترم قارئین! قرآن نے اصحاب رسول کو تین ناموں سے متعارف کروایا ہے ایک نام تو سب کا مشترکہ اور یکساں قسم کا ہے وہ ہے **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** سب کو مومن کے نام سے پکارو، اور دوسرے دو نام ہیں مہاجرین وانصار۔ باقی نسلی اور نسبتی ناموں سے ان میں کوئی تفریق اور تشتت نہیں۔ جدا جدا نسل ہونے کے باوجود وہ سب مومنین حقا تھے۔ اس میں اوس اور خزرج کے ناموں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں قتال کے لئے تیار ہو جانا یہ قرآن کی آیت 8/63 کے خلاف ہے۔ یہ اماموں کا اپنے قد سے بھی اونچا جھوٹ ہے۔ محترم قارئین میں تو سمجھتا ہوں کہ اس حدیث پر تنقید ہو چکی ہے۔ جس سے ان امام کہلانے والوں کے اندرونی جملہ عزائم کھل کر سامنے آچکے ہیں اب آپ نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں حدیث کے اندر خطاب کا یہ جملہ لکھا ہے کہ رسول نے فرمایا کہ **یا معشر المسلمین**، محترم قارئین اللہ کے واسطے اللہ کے نام پر انصاف کرو! مولوی مجھے تو گالیاں دیتے ہیں انکی مجھے کوئی پروا نہیں، کوئی بتائے کہ جن اصحاب رسول کو قرآن خطاب کرتا ہے **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** کے ساتھ، انہیں یہ حدیث ساز رسول کی زبانی کہلواتے ہیں **یا معشر المسلمین** اس کا یہ مطلب ہوا کہ زہری اور بخاری اور ان کو درست کہنے والے شیخ الحدیث لوگ سب کے سب اصحاب رسول کو مومن تسلیم نہیں کرتے بلکہ صرف مسلم قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے اصحاب رسول کے بارے میں ان اماموں کی خلاف قرآن ان کی اندرونی پلیتی۔ ویسے لفظ مسلم اور مسلمین قطعا خراب نہیں ہیں، لیکن اس میں ایک باریکی ہے جو میں واضح کروں وہ یہ کہ اسلام، ایمان، مسلم، مومن میں ایک معنوی احتمالی فرق ہے۔ جس کا مآل کار پھر نیتوں پر انحصار کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ایمان کا تعلق صرف اور خالص دل کی گہرائیوں سے ہے اور **اسلمنا** کہنا اس میں حقیقی گہرائی والا اسلام اور سرسری ظاہری اسلام لانا ایسے کہ وہ دل کی گہرائیوں میں اب تک نہ اترا ہوا۔ اس کے لئے لفظ **اسلمنا** اور مسلم کہا جا سکے گا۔ ایسے سطحی ایمان والے کو قرآن مومن نہیں تسلیم کرتا۔ قرآن نے اصحاب رسول کو جو خطاب کیا وہ انداز آاور تقریبا سارے قرآن میں کل 90 بار آیا ہے، **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** کے ساتھ پکارا ہے اور ایک بار بھی قرآن میں **یا معشر المسلمین** نہیں کہا گیا۔ تو کوئی بتائے کہ رسول اللہ اپنی نبوت کے انیسویں سال کے



خطاب میں بھی اپنے اصحاب کو مومنین کے نام سے نہیں پکارتے جبکہ قرآن نے ہر بار انہیں مومن کے لقب سے پکارا ہے تو پھر رسول قرآن کی اور کس طرح مخالفت کرے گا؟ تو کیا میرا الزام درست نہیں ہے کہ یہ حدیث سازوں کی اصحاب رسول سے نفرت کی علامت ہے اگر یہ قول نبی کا ہوتا تو یقیناً وہ قرآن کے موافق خطاب ہوتا اور ان حدیث سازوں کی دیانت بھی دیکھتے چلیں کہ اس مسجد نبوی کے خطاب میں رسول کا خطاب پیش کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے کون بدلہ لے گا اس نے مجھے ایذا پہنچائی ہے۔ اور فرمایا کہ **واللہ ماعلمت علی اھلی الاخیر**۔ یعنی مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں اپنے اہل کے بارے میں جو بھی کچھ جانتا ہوں وہ خیر ہے یعنی یہ الزام جھوٹا ہے۔

پھر آگے حدیث میں عائشہ جب ماں باپ کے گھر جاتی ہے وہاں اسے رسول اللہ اس مسجد والے خطاب کے بعد فرماتے ہیں کہ:

**یا عائشہ انہ بلغنی عنک کذا وکذافان کنت بریئة فسیبرک اللہ وان کنت الممت بذنب فاستغفری اللہ وتوبی الیہ فان العبد اذااعترف ثم تاب، تاب اللہ علیہ** یعنی اے عائشہ مجھے ایسی ایسی خبریں ملی ہیں سو اگر تو ان میں ملوث نہیں تو اللہ بھی جلدی آپ کی برأت کا اعلان کر دیگا اور اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو پھر اللہ سے مغفرت طلب کر توبہ کر تحقیق بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اسے بخش دیتا ہے۔

محترم قارئین اب بتائیں کہ یہ کیا مذاق ہے کہ ادھر مسجد نبوی کے خطاب میں محدث نے حضورؐ سے کہلوایا ہے کہ مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں اپنی اہلیہ کے بارے میں جو کچھ بھی سمجھتا ہوں وہ خیر ہی ہے اور پھر یہاں گھر میں سسرال کے پاس رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو اللہ کے سامنے اعتراف کرو اور اعتراف کر کے پھر جو توبہ کرتے ہیں اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ سے بی بی عائشہ کہتی ہیں۔ میری انکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ تم میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی جواب دو تو اس نے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا کیا کہوں؟ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں تو اس نے بھی کہا کہ میں تو کچھ نہیں جانتی۔ یہاں

میں قارئین کو یاد دلاؤں گا کہ عائشہ کی ماں نے اسے گھر میں آنے کے وقت اس شور کے بارے میں کہا تھا کہ یہ سب تیری سوکنوں کا کیا دھرا ہے اور اب وہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی پہلی والی بات نہیں کر رہی۔ اس پر قارئین خود سوچیں اور قرآن میں زانی مرد اور زانی عورت کے لئے سو کوڑوں کی سزا ہے اور یہاں رسول اپنے گھر والی کو کہہ رہا ہے کہ اعتراف جرم کے بعد جو توبہ کی جائے تو گناہ معاف ہو جائے ہیں؟ پھر حدیث میں ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ **وانا جارية حديثة السن لااقرامن القران كثيرا انى والله لقد علمت لقد سمعتم هذاالحديث حتى استقر فى انفسكم وصدقتم به فلئن قلت لكم انى بريئة لاتصدقونى ولئن اعترفت لكم با مروالله يعلم انى منه بريئة لتصدقنى فوالله لااجد لى ولكم مثلا الاابايوسف حين قال فصبر جميل والله المستعان على ماتصفون۔**

محترم قارئین! حدیثوں کا مطالعہ رکھنے والے لوگ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ روایت باز امام کہلانے والے رسول اللہ کو مخالف قرآن عمل کرنے والا گردانے کے لئے جا بجا عائشہ کی زبانی کہلواتے ہیں کہ **كنت جارية حديثة السن** یعنی میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی جبکہ یہ سراسر غلط ہے یہ حدیثیں بنانے والوں کی اپنی لفاظی ہے رسول اللہ خلاف قرآن نابالغ لڑکی سے نکاح کر ہی نہیں سکتے۔ یہ حدیثیں بنانے والے اتنے کذاب اور دجل کرنے والے ہیں کہ جب ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل (نکاح شادی وغیرہ) کو خلاف قرآن یعنی شادی کے لئے (بلوغت) کی شرط کی خلاف ورزی دکھانا مقصود ہوتی ہے تو یہ لوگ عائشہ کے نام کے ساتھ **حديثة السن** اور گڑیوں سے کھیلنے والی چھوٹی لڑکی کہتے نہیں تھکتے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیوی کے نام پر یہ گالیاں دینا چاہتے ہیں تو اس گڑیوں سے کھیلنے والی **حديثة السن** معصوم لڑکی کو رات کے وقت قافلہ سے دور بیابان علاقہ میں اکیلے بغیر کسی رفیقہ ساتھی کے جھوٹی حدیثوں کے لکھ مارتے ہیں۔ ایسے وقت میں وہ چھوٹی لڑکی بڑی ہو جاتی ہے۔ ایسی حدیثیں بنانے والوں کو اپنے ایسے دجل پر شرم بھی نہیں آتی اور پھر عائشہ کی زبانی یہ بھی کہلواتے ہیں کہ میں چھوٹی لڑکی ہونے کی وجہ سے **لا اقرأ من القرآن كثيرا** یعنی قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی۔



اب آیئے یہ حقیقت قرآن سے معلوم کریں کہ رسول اللہ کے گھر میں تعلیم قرآن کس طرح کی ہوتی تھی۔ سورۃ احزاب میں رسول اللہ کی گھر والیوں کی بڑی تربیت کی گئی ہے۔ انہیں کہا گیا ہے کہ **لستن كا حد من النساء** یعنی تم نبی کی گھر والیاں عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تم نے نبوت کے مشن میں رسول اللہ کا ہاتھ بٹانا ہے اس لئے **وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ** ۔ اس لئے نبوت اور رسالت کے کاموں میں **وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ** انقلاب کو کامیاب بنانے کی ڈیوٹی بھی کریں۔ اس حد تک کہ **اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ** رعیت کے محروم اور مفلوک الحال لوگوں کو اشیاء خورد و نوش، اشیاء ضرورت و پرورش پہنچانے کی بھی ذمہ داری نبھائیں۔ **واطعن الله والرسول** اللہ اور رسول کی اطاعت میں تمہاری یہ ڈیوٹی ہونی چاہئے اور یہ اتنا بڑا بوجھ اس صورت میں ادا کر سکیں گی کہ تمہارے گھروں میں تلاوت قرآن کی جو کلاسیں ہوتی ہیں جن میں آیات اللہ اور قرآنی حکمتوں کی تعلیم دی جاتی ہے انہیں ڈیوٹیوں کے وقت یاد رکھا کریں۔ **وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا** 33/34

محترم قارئین! قرآن کی اتنی بڑی شہادت کہ رسول کے گھر میں قرآن کی حکمت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ روایت باز عائشہ کی زبانی کہتے ہیں کہ وہ چھوٹی لڑکی ہونے کی وجہ سے زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھیں۔ یعنی بہر حال میں یہ حدیثیں قرآن کے خلاف گھڑی گئی ہیں۔

## امام اعظم سے بھی مل کر دیکھیں

محترم قارئین: اہل فارس نے مسلم امت کو بلکہ انسانی ذات کو دین حق یعنی قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے اور دھوکے میں رکھنے کے کئی سارے حیلے کئے ہیں۔ ان لوگوں نے مسائل حیات اور رہنمائی کے لئے قرآن حکیم سے دین سیکھنے کے خلاف بہت بڑی مہم چلائی ہے کہ کوئی بھی شخص براہ راست قرآن سے دین نہ سیکھے نہ ہی پوچھے اور انہوں نے کاروبار زندگی سے متعلق معاشیات، اخلاقیات اور فکری نظریات کا کورس سارے کا سارا خلاف قرآن بلکہ قرآن کے رد میں، قرآن کی ضد میں اپنا ہی بنایا ہوا ہے۔ ان کی امامی کھیپ نے خود ہی گھڑا ہے۔ جس قرآن مخالف علم کو انہوں نے علم الحدیث کا نام دیا ہے اور جعلی من گھڑت اسناد سے اسے رسول اللہ کے نام کی حدیثیں مشہور کر کے رسول اللہ سے

نسبت دی ہے۔ قرآن حکیم کی جامعیت کو ہمہ گیریت، عالمگیریت اور ابدیت کو انہوں نے خودساختہ واقعات سے جوڑ کر نزول قرآن کو آیات واحکام قرآن کو ان جھوٹ کے پلندوں سے شان نزول کے نام سے منتھی کر کے قرآن کے آگے انہوں نے بند باندھے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک نے اگر اس دور کے معروضی واقعات سے متعلق قرآن میں کوئی ہدایت دی ہے تو باقاعدہ اس کا ذکر کیا ہے۔ جس طرح کہ ۔ **قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ** "58/1 یا اس طرح کی کئی ساری آیات واحکامات، مطلب یہ کہ ان امام مافیا نے اپنے گھڑے ہوئے قصوں کو جو شان نزول کے نام سے مشہور کیا ہے قرآن نے ان کی چال کو پرکھتے ہوئے ان کا یہ فہم قرآن کے خلاف سازشی دروازہ بند کرنے کے لئے بھی شان نزول کے ضرورت والے واقعات کا خود ذکر کر کے پھر ان سے متعلق احکامات سنائے ہیں۔ اب یہ طے ہو گیا ہے کہ ان کے شان نزول کے نام سے گھڑے ہوئے سارے کے سارے قصے جعلی ہیں، خلاف قرآن ہیں، جو اس نیت سے بنائے گئے ہیں کہ یہ لوگ فہم قرآن میں مداخلت کر کے اس کا رخ ہی موڑ دیں۔ ویسے تو ان کے ایسے حربوں سے دفتر بھرے ہوئے ہیں لیکن یہاں مناسبت کے خیال سے ایک مثال بھی عرض کرتا چلوں جس سے یہ لوگ قرآن کے خلاف اپنی من مانی کرتے ہیں اور وہ بھی اس بناوٹی شخصیت امام اعظم ابوحنیفہ کی گھڑی ہوئی حدیث کا جو اس کے بارے میں مشہور کیا ہوا ہے کہ یہ واحد امام ہے جو زیادہ تر احادیث کو اہمیت نہیں دیتے اور اس کی یہ شہرت اسے منکر حدیث کے لقب تک پہنچی ہے۔ جب کہ یہ بات ان کی طرف بھی بناوٹی ہی منسوب ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کی ساری فقہ ان ہی حدیثوں سے بنائی ہوئی ہے جو روایات دوسرے فقہی اماموں کی فقہ کا ماٴخذ ہیں۔ اس آدمی نے چالاکی صرف یہ کی ہے کہ اپنی زندگی میں اس نے صرف ان احادیث وروایات کی مسند تیار نہیں کی تاکہ کوئی اس کو حدیث پرست نہ کہے اور اس دھوکے میں لوگ فقہ حنفی کو قرآن سے ماٴخوذ سمجھ کر اس کے پیچھے چلیں۔ جبکہ ابوحنیفہ کے مرنے کے بعد اس کے متبع نے امام اعظم کی اس ہنرمندی کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے فقہ حنفی کی ماٴخذ احادیث کی کتاب مسند امام اعظم کے نام سے تیار کر کے دی ہے اور اب قرآن میں ترمیم و تبدیلی کی مثال ابوحنیفہ کی حدیث کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔



یہ روایت امام محمد جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور اس نے اپنے استاد سے سنی ہوئی احادیث کو کتابی شکل میں محفوظ کیا ہے اور اس کتاب کا نام اس نے کتاب الآثار رکھا ہے۔ میرے ہاں موجود یہ کتاب مکتبہ امدادیہ ملتان کی چھپی ہوئی ہے۔ یہ مجموعہ 915 روایات پر مشتمل ہے۔ میں اس سے حدیث نمبر 436 کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ امام محمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ

**اخبرنا ابوحنيفه قال حدثنا الحكم بن عتيبه عن عراك بن مالك عن افلح بن ابى قعين استاذن على عائشه رضى الله عنها فاحتجبت منه فقال اتهجبين منى وانا عمك قالت من اين قال ارضعت بلبن اخى فلما دخل عليها ال نبى صلے اللّٰه عليه و سلم ذكرت ذالك له فقال يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب** یعنی افلح بن ابوقعیس نامی شخص نے بی بی عائشہ سے ملنے کی اجازت مانگی تو عائشہ نے ملتے وقت پردے کا اہتمام کیا تو افلح نے اسے کہا کہ میں تو تیرا چاچا لگتا ہوں مجھ سے کیا پردہ۔ تو عائشہ نے کہا کہ تو کس طرح کا چاچا ہے؟ تو اس نے کہا کہ آپ میرے بھائی کی رضائی بیٹی ہیں۔ اس کے دودھ سے تونے دودھ پیا تھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ گھر آئے تو بی بی صاحبہ نے اس سے یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ سلام علیہ نے فرمایا کہ دودھ پینے سے وہ سارے رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں۔ جو نسبی طور پر حرام ہوتے ہیں۔

محترم قارئین! اس حدیث میں حرمت کا سبب بتایا گیا ہے کہ میرے بھائی کے سبب سے جو دودھ میری بھابھی کا بنا تھا تونے پیا تھا اس لئے تو میری بھتیجی ہوئی۔ تو یہاں سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ عورت کی چھاتی میں جو دودھ تیار ہوتا ہے وہ اس کی روزمرہ کی غذا اور خوراک کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے دودھ بننے اور تیار ہونے میں اس کے شوہر کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس طرح کہنا کہ بیوی کا دودھ ہے وہ اس کے شوہر نے جو نو دس ماہ پہلے اس سے جماع کیا تھا اور اس سے عورت کو حمل ہوا اور وضع حمل کے بعد اس عورت کا جب بھی چھاتی میں دودھ آیا وہ دودھ اس کے شوہر کا کہلائے گا۔ یہ طبی اعتبار سے درست نہیں ہے یہ امامی مافیا کا فراڈ ہے۔ یہ قرآنی رشتوں کو توڑنے کے لئے انہوں نے خود گھڑا ہے۔ یہ ثابت حقیقت ہے کہ حرمت کا سبب دودھ ہے لیکن عورت کے دودھ تیار ہونے میں

مرد کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا۔۔اس لئے اگر کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پیتا ہے تو اس عورت کی جو اولاد ہے جس نے اس آدمی کے ساتھ دودھ نہیں پیا، تو ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔قرآن نے حرمت کے لئے صرف دو ہی رشتے بتائے ہیں۔ایک **وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ** 4/23 یعنی ایک وہ ماں جس کا دودھ پیا ہے دوسری دودھ پینے میں شریک بہن۔اب آگے ان دو رشتوں کو بڑھا کر بقیہ نسبی رشتوں کی ساری لسٹ محرمات میں شمار کرنا جو دودھ پینے پلانے میں شریک نہیں ہیں۔یہ بات قرآن میں اضافہ و ترمیم کے مترادف ہوگی۔اور یہی مقصد امامی مافیا کا ہے کہ وہ اپنی گھڑی ہوئی حدیثوں اور روایات سے قرآن کو اپنے حال پر رہنے نہ دیں بلکہ اس میں ہیرا پھیری کر کے اس میں اپنی من مانی چلائیں۔میں مزید گزارش کرتا ہوں کہ رضاعت کے معاملہ میں حرمت کا سبب صرف دودھ ہے اور وہ محدود ہو جاتا ہے، دو عدد افراد میں ایک پینے والا دوسرا پلانے والی۔پھر دوسری طرح سے جو پینے والے اگر ایک ہی پلانے والی سے ایک ساتھ انہوں نے دودھ پیا ہو تو صرف اور صرف یہ ہی رشتے ایک دوسرے کے لئے حرام ہوں گے۔باقی ان کے دیگر نسبی رشتہ داروں کو ان پر قیاس کرنا ان کے لئے حرمت کا سبب دودھ ہے وہاں وہ ناپید اور گم ہے۔اس لئے ایسی حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے اور یہاں امام اعظم جیسے فقیہ اعظم کی رائے بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔یہ سب امام قرآن دشمنی والا گند منسوب کر رہے ہیں رسول اللہ اور ام المومنین عائشہ کی طرف۔جبکہ یہ لوگ خود قرآن دشمن ہیں اور بی بی عائشہ کے کردار کو ہر وقت داغدار کرنے کی ٹوہ میں کوشاں رہتے ہیں۔ جس طرح اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ کسی فرضی نام کے فرضی شخص کو جسے بی بی عائشہ بھی نہیں جانتی کہ یہ کون ہے، زبردستی اسے چچا بنا دیا۔افلح ابن ابو قعیس یہ نام بھی مکمل طور پر جعلی ہے۔جس طرح کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے جعلی ہے۔یہ ہیں ان اماموں کے امامیانہ کرتوت۔

محترم قارئین! میں کیا کیا عرض کروں کہ یہ امام لوگ کس قسم کے لوگ ہیں اور ہر ایک اپنے انداز گفتگو سے بھی پہچانا جاتا ہے۔اب آپ حدیث نمبر 442 اسی کتاب الآثار کی ملاحظہ فرمائیں جو امام محمد روایت کرتے ہیں اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے کہ۔

**اخبرنا ابو حنیفہ عن رجل عن عمر بن خطابؓ انہ قال**



**لا منعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء** (باب تزویج الاکفاء وحق الزوج علی زوجیہ) حدیث کی سند میں ایک مجہول اور بغیر نام کے کسی شخص سے ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں جس نے یہ روایت براہ راست عمر بن الخطابؓ سے کی ہے۔فرمایا (کہ میں ان باحیثیت فرجوں کو ضرور روکوں گا شادی کرنے سے، سوائے ان کے جن کے شوہر بھی ان کے ہم مرتبہ ہوں)

اب عبارت اور الفاظ اور زبان پر غور فرمائیں۔ایک تو کفو (ہم مرتبہ) سے شادی کی جائے اور کسی غریب سے امیر کی شادی نہ ہو سکے۔یہ مسئلہ ہی غیر قرآنی اور اماموں کی اختراع ہے۔دوسرا یہ کہنا کہ میں ان فرجوں (فرج کی جمع) کو روکوں گا یعنی عورت کا نام اس کے عضو مخصوص کے حوالہ سے حدیث میں لینا یہ روایت ساز فحش گوئی میں بھی امام نکلے اس حدیث کے جعلی اور جھوٹی ہونے کی جو ہماری اٹل دلیل ہے کہ جو بھی روایت اور حدیث خلاف قرآن ہوگی وہ بوگس اور فراڈ، بناوٹی ہوگی۔ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ نے قرآن میں رسول اللہ جیسی ہستی سے اعلان کروایا ہے کہ۔ **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** 18/110 یعنی کہوائے انسانو! میں تمہاری طرح کا بشر (انسان) ہوں۔تو بتایا جائے کہ ذوات الاحساب یعنی دنیوی وجاہت کے مرتبوں کی بات تو خلاف قرآن ہوئی۔اپر کلاس اور لوئر کلاس کی ایجاد انسانی برادری میں جاگیردارانہ سوچ ہے۔اس سوچ کی تخلیق تو فرعون کی برداری والوں نے کی تھی کہ **أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ** 23/47 یعنی ہم موسیٰ اور ہارون پر ایمان کیسے لائیں جو ہماری طرح کے آدمی ہیں اور ان کی قوم تو ہماری غلام ہے، سو آقا اور غلام برابر نہیں ہو سکتے۔یہی جملہ اس حدیث میں روایت ساز اماموں نے داخل کیا ہے کہ فروج ذوات الاحساب کا نکاح اس آدمی سے نہیں ہو سکتا جو صاحب حسب (مرتبے والا) نہ ہو۔انسانی معاشرے میں اونچ نیچ اور طبقات و درجات سرمایہ دار اور جاگیردار کی عطا کردہ ہے۔تو کفو اور حسب نسب کے ناموں سے تفریق کی حدیثیں اور فقہ ان کے تنخواہ دار اماموں کا ایجاد کیا ہوا چکر ہے۔

اس حدیث سے اگلی حدیث نمبر 443 ہے۔میں امام محمد صاحب اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔**ان امراۃ خطبت الی ابیھا فقالت ما انا بمتزوجہ حتی القی النبی صلی اللہ علیہ و سلم فاسئلہ ما حق الزوج**

علی زوجه فاتته فقالت یا رسول الله ما حق الزوج علی زوجته قال ان خرجت من بیتها بغیر اذن منه لم یزل الله یلعنها والملائکه والروح الامین وخزنه الرحمة و خزنة العذاب حتی ترجع قالت یا رسول الله وما حق الزوج علی زوجته قال ان سالها عن نفسها وهی علی ظهرقتب لم لکن لها ان تمنع قالت یا رسول الله ما حق الزوج علی زوجته قال ان غضب فلترضه فقال رجل من القوم وان کان ظالما قال نعم ان کان ظالما قالت وما انا بمتزوجة بعد ماسمع ۔"

ایک عورت کو اس کے باپ کی معرفت شادی کرنے کا پیغام یا دعوت دی گئی تو اس نے کہا کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک شادی کے احکامات کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مل کر معلوم نہ کرلوں ۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سوال کیا کہ شوہر کا حق بیوی پر کیا ہے؟ تو جواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوی اگر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو وہ اللہ کی لعنت میں رہے گی، ملائکہ کی لعنت، جبریل کی لعنت، رحمت کے فرشتوں کی لعنت، عذاب کے فرشتوں کی لعنت میں ہوگی ۔ جب تک وہ گھر واپس آئے ۔ پھر اس عورت نے سوال دہرایا کہ شوہر کا اور کوئی حق بیوی کے اوپر ہے؟ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر شوہر بیوی سے حق زوجیت یعنی جماع کا مطالبہ کرے تو چہ جائیکہ وہ اونٹ کے پالان پر سوار ہو تو بھی اسے منع نہ کرے ۔ پھر اس عورت نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر شوہر بیوی پر غصہ کرے تو بیوی پر لازم کہ وہ اسے راضی کرے ۔ تو حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ شوہر اگر ظلم پر ہو تو؟ جواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگر ظلم پر ہو، تاہم عورت کو اسے راضی کرنا ہے ۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ اگر یہ صورت حال ہے حقوق کی، تو میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی ۔

تبصرہ: محترم قارئین! اس حدیث کے شروع میں ہی بغیر اجازت خاوند کے عورتوں کے گھر سے نکلنے کی بندش کی بات کی گئی ہے وہ سراسر خلاف قرآن ہے ۔ قرآن میں تو اللہ نے گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کو آداب سکھائے ہیں کہ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ



لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا 33/59 اے نبی آپ اپنی بیبیوں، بیٹیوں، مومنوں کی گھر والیوں کو کہیں کہ جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو اپنے اوپر کوئی چادر یا اوڑھنی وغیرہ قسم کی کوئی چیز اوڑھیں اس سے ان کے باوقار ہونے کا تاثر و تعارف ہوگا جس کی وجہ کوئی لچا لفنگا ان کو ایذا نہیں پہنچائے گا اللہ سب کو بچانے والا رحم کرنے والا ہے ۔

محترم قارئین! اس آیت قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔ لیکن باہر جانے کے آداب قرآن نے سکھائے کہ وَلَا تَبَرَّجْنَ الْجَاهِلِيَّةِ 33/32 اسلام سے قبل جاہلیت والے کلچر سے بچیں، وقار اور متانت کے انداز سے تمہیں باہر نکلنا ہوگا ۔ امید ہے قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ حدیث میں جو عورت کے گھر سے نکلنے کے لئے شوہر کی اجازت کی شرط عائد کی گئی ہے یہ امام مافیا کا جھوٹ ہے قرآن کا حکم نہیں ہے ۔ باقی امام ابوحنیفہ کو کیا کہیں جو اونٹ کی پالان پر بھی اپنے آبائی وطنی کلچر کو اسلام کے ساتھ نتھی کررہا ہے ۔ یہ شان امامت ہو تو ہو لیکن اسلام میں عورت خود مختار شخصیت ہے، مستقل اور جداگانہ شخصیت کی مالک ہے ۔ قرآن کا حکم ہے کہ ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا 4/19 یعنی اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ ۔☆

محترم قارئین! اسلامی لٹریچر میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی کتنی تعریف کی گئی ہے ۔ اور جب آپ نے اس کتاب میں ان کی فقہ کے حوالہ سے ان کو قریب سے دیکھا تو آپ ہی بتائیں کہ یہ لوگ کتنے دشمن اسلام اور دشمن انسانیت ہیں ۔ جنہوں نے دین اسلام کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے ۔ لغت کے لحاظ سے یا لفظ امام کے اندر مادے کے لحاظ سے امام لفظ کے معنی تو رہنمائی اور قیادت کے نکلتے ہیں ۔ اللہ نے محترم ابراہیم علیہ السلام کو امام کے لقب سے بھی نوازا ہے اور سب لوگوں کو یہ دعا بھی سکھائی کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا 25/74 اے اللہ مجھے متقی لوگوں کی امامت عطا فرما ۔ لیکن یہ لوگ جو خلاف

---

☆ اس آیۃ کا مفہوم یہی ہے کہ بیوی اگر راضی نہ ہو وہ کراہت کرتی ہو اور شوہر اسے مجبور کرے تو جو عمل سرزد ہوگا وہ حرام (زنا) میں شمار ہوگا ۔ لَا یَحِلُّ لَکُمْ ۔ تم پر حلال نہیں ..........

قرآن حدیثیں گھڑتے ہیں اور اپنے کو امام بھی کہلواتے ہیں ان کی قدس سرہ والی ٹیم کے ممبر ایک دوسرے کو تعریف میں امام کے القاب دیتے ہیں اور زمین و آسمان کے قلابے ملا کر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے چالیس سالوں کی راتوں میں عشاء کے وضوء کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور ہر رات میں نوافل کے اندر قرآن کا ختم کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے ایک ایک حدیث کے لئے مراقبہ کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ملاقات کر کے ہر حدیث کی حقیقت معلوم کی جو صحیح بتائی گئی تو پھر اسے اپنی کتاب میں شامل کیا۔ یہ سارے ایک دوسرے کے لئے جھوٹ اور تو مرا حاجی بگو من ترا ملا بگویم کے مصداق ہیں۔

میں نے جو عرض کیا کہ انہوں نے دین اسلام کو بازیچہ اطفال بنایا ہوا ہے۔ اس کا ثبوت آپ کو کتاب الآثار کی حدیث نمبر 495 میں ملے گا۔ یہ حدیث بھی امام محمد صاحب نے اپنے استاد امام ابوحنیفہ سے لی ہے کہ **عن ابن مسعود رضی اللہ عنہما انہ قال لعب النکاح وجدہ سواء کما ان لعب الطلاق وجدہ سواء** یعنی نکاح کا وقوع، کھیل مذاق میں کہہ دینے سے اور متانت و سنجیدگی میں کہہ دینے سے دونوں صورتوں میں ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ طلاق بھی کھیل مذاق میں کہہ دینے سے اور با قاعدہ سنجیدہ رویے میں کہہ دینے سے واقع ہو جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین اس حدیث کی گہرائی تک پہنچ گئے ہوں گے اور وہ گہرائی یہ ہے کہ آپ متعہ کے جواز و عدم جواز کے لئے خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں کہ وہ قرآن سے ثابت نہیں۔ کیوں ایسے جھگڑے میں پھنستے ہیں۔ کوئی بھی جوڑا اگر ہنسی مذاق میں آپس میں کہہ دے کہ ہمارا آپس میں نکاح ہو گیا تو بس اسے نکاح ہی سمجھیں یہ کھیل کود کی بات ہے۔ پھر رنگ رلیوں کے بعد وہی جوڑا ہنسی مذاق میں ایسے نکاح کو طلاق کے انجام میں تبدیل کرنا چاہے تو امام ابوحنیفہ صاحب جو امام اعظم ہیں، تو اس کی امامت کس کام کی اگر وہ اتنی مدد بھی نہ کر سکے۔ وہ فرماتا ہے کہ ہنسی خوشی میں نکاح پھر ہنسی خوشی میں طلاق ہو جاتی ہے۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔

اب اس خلاف قرآن حدیث کے بارے میں بہتر ہے کہ میں کوئی بھی دلیل اور جواب پیش نہ کروں تا کہ احناف و اہل حدیث کے مسلک میں شغل بازی ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ لیکن یہ بھی اچھی بات نہیں کہ لوگوں کو اندھیرے میں رکھا جائے اس لئے اس کا جواب (فتنہ انکار قرآن حصہ اول) میں ذکر امام ابوحنیفہ میں ملاحظہ فرمائیں۔



قارئین کرام! میں نے عرض کیا تھا کہ لفظ امام قیادت اور رہنمائی کے معنوں میں آتا ہے اور یہ رہنمائی جس طرح حق اور صراط مستقیم کے لئے ہو سکتی ہے اسی طرح اماموں کی یہ رہنمائی جہنم اور دوزخ کی طرف بھی ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ القصص کی آیت نمبر 41 میں فرعون اور آل فرعون جیسے جاگیرداروں کے لئے قرآن نے فرمایا کہ **وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ 28/41** یعنی ان فرعونی قسم کے جاگیرداروں کو ان کے کرتوتوں کے سبب دوزخ کا امام بنایا، جو آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ انصاف کے دن ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

تو محترمین عالی مقام اس پرانے جاگیردار (فرعون) کے جانشین شاہ کسریٰ کی شکست کے بعد اس کی کیسریت کو پھر سے بچانے اور لانے والے کرائے کے دانشور جو امامت کے نام سے قرآن کے خلاف تحریک چلا کر پھر سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کو زندہ کرنے کے لئے حدیثوں اور فقہ بنانے والے یہ وہی امام تھے جو خلاف قرآن روایت سازی سے **یدعون الی النار** لوگوں کو آگ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ لفظ امامت کا تقدس تو بہت منظم طریقے سے مسلط کیا جا رہا ہے۔ لیکن سمجھنے والے سمجھ لیں کہ قرآن نے امامت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک ابراہیمی امامت جو جنت کے لئے بلائے۔ دوسری فرعونی اور جنود فرعون کی امامت جو دوزخ کی طرف بلائے۔ میں یہاں امام اعظم امام ابوحنیفہ کی روایات پر لکھ رہا ہوں اور میرا امام اعظم ابوحنیفہ پر الزام ہے کہ وہ بھی آل فرعون کے آئمہ کی طرح دوزخ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو وہاں آنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ دلیل حاضر ہے کتاب الآثار کی حدیث نمبر 288۔

میرے ساتھ جو نسخہ ہے وہ مکتبہ امدادیہ ملتان کا چھپا ہوا ہے اگر کسی کے پاس دوسری جگہ کا چھپا ہوا نسخہ ہوگا تو صفحہ نمبر آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ **عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم یصیب من وجهها وھو صائم** نعوذ باللہ! اللہ کی پناہ! یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ ان پر کوئی غضب نازل نہیں ہو رہا ہے محترم قارئین یہ لوگ استعاروں اور کنائیوں میں گالیاں بکتے ہیں پھر جاہل اور خوش عقیدتی والے سادے لوگ دوسرے تاویلی معنوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسی کتاب میں آگے صفحہ نمبر 30 پر کتاب الایلاء کے نام سے سرخی ہے۔ اس میں حدیث نمبر ہے 538۔

لکھا ہے۔ **اصبت من فلانة قال نعم** اس جملہ کا ماقبل اور مابعد پڑھ کر دیکھیں تو **اصب** اور **یصیب** کے معنی سوائے جماع کے اور کچھ بھی نہیں۔ قارئین یہ امامی تحریک والے اپنے اماموں میں سے جس کی بھی تعریفوں کے پل باندھے تو یقین جانئے کہ وہ اتنا ہی بڑھ چڑھ کر دشمن اسلام، دشمن رسولؐ اور دشمن قرآن ہوگا۔ مثال آپ کے سامنے ہے میرا حکومت پاکستان کے فرمانرواؤں سے مطالبہ ہے کہ ایسے اماموں کی روایات اور علم کو بلیک لسٹ قرار دیں اور ان دشمن اسلام، روایت سازوں کی کتابوں پر بندش عائد کر دی جائے اور غیرت مند مسلم عوام سے استدعا ہے کہ دینی مدارس کے مولویوں سے مطالبہ کریں کہ ان اماموں والا فقہ اور حدیثیں نصاب تعلیم سے نکال دیں اور خارج کریں۔ اس کی جگہ قرآن اور فقہ القرآن پڑھائیں۔ امام ابو حنیفہ کی اس روایت میں لفظ **یصیب** کے معنی جماع کرنے کی ایک دلیل اور قرینہ باب الایلاء کی حدیث نمبر 538 صفحہ نمبر 130 کے حوالے سے دی گئی ہے۔ اور یہ دلیل تو روایت کے متن سے خارج دوسری روایت کے حوالے سے تھی لیکن خود اس تبرا والی روایت کے اندر اس روایت کی عبارت اور متن میں واضح قرینہ بھی موجود ہے جس سے لفظ **یصیب** کے معنی جماع والے ثابت ہوتے ہیں۔ اور وہ جملہ یہ ہے کہ **قال محمد لا نری بذلك بأس اذا ملك الرجل نفسه عن غير ذالك اى الانزال** یعنی امام محمد کہتے ہیں کہ اس اصابت میں کوئی حرج، کوئی ڈر نہیں جبکہ اصابت کرنے والا شخص اپنے اوپر ضبط رکھنے پر قادر ہو یعنی اسے کنٹرول ہو کہ اس سے اس عمل میں، انزال نہیں ہوگا تو پھر کوئی حرج نہیں یعنی اس طرح کی اصابت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر کوئی عالم فاضل شخص یا گروہ جو ان اماموں کے متعلق اچھا عقیدہ رکھنے والے ہوں جس طرح پہلے میں بھی ان کا نہایت اندھا عقیدت مند تھا اور وہ یہ فرمائے کہ اصابت کے معنی صرف گوشت کا گوشت سے ملنا اور گھسنا مراد ہے (نہ کہ جماع) تو ان کے حضور میں عرض ہے کہ امام محمد نے اپنے استاد ابو حنیفہ کی حدیث فوراً لا کر اپنی اس حدیث کو تقویت دی ہے۔ کہ **ان النبى صلے الله عليه و سلم كان يباشر وهو صائم** یعنی رسول اللہ روزہ کی حالت میں مباشرت کرتے تھے۔ پھر اس حدیث میں بھی امام محمد اپنے استاد ابو حنیفہ کے قول کی تائید میں آگے نوٹ لکھتے ہیں کہ **لا نرى بذالك باسا مالم يخف على نفسه غير المباشرة**



ایسی مباشرت اور چمڑی گھسانے میں کوئی ہرج نہیں۔ جس سے مباشرت کے سوائے اور بھی کچھ ہو جائے۔ محترم قارئین! آپ جانتے ہوں گے کہ قرآن حکیم میں مباشرت کے عربی محاورہ کے متعین کردہ معنی و مفہوم خاص جماع کے لئے جاتے ہیں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 187 میں معین کردہ گنوائے ہیں جس کا ایک جملہ ہے کہ **علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم فالان باشروهن** یعنی اللہ جانتا ہے کہ تم لوگ اس سے پہلے روزہ کی راتوں میں جھوٹے زہد اور تصوف کے حوالوں سے گھر والیوں سے ہم بستر ہونے کو بھی قرب الٰہی میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ غلط سوچ ہے یہ اپنے نفسوں کو اس طرح کے زہد سے دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے ایسے غلط نظریئے اور غلط تعلیم کی اصلاح کی جاتی ہے کہ آئندہ روزے کی راتوں میں گھر والیوں سے مباشرت کی کھلی اجازت ہے۔

محترم قارئین! یہ اضافی نوٹ ابو حنیفہ اور اس کے شاگرد امام محمد کی روایت پر اس لئے لکھا ہے کہ دیکھیے ان لوگوں نے قرآن کے محاورہ مباشرت کے معنی جماع کو روزہ کی حالت میں رسول کی طرف منسوب کرتے ہوئے رسول کو بلا انزال جماع والی مباشرت کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ان اماموں نے قرآن حکیم کے محاورہ کے متعین کردہ اصطلاحی معنی کے خلاف حدیث گھڑی ہے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ تیسری کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ اگر علماء و فضلاء لوگ یہ فرمائیں کہ حدیث نمبر 288 جس پر بحث کی جا رہی ہے، اس میں **یصیب من وجهها** سے مراد بوسا لینا ہے تو معزز قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس سے پہلی حدیث نمبر 287 میں یہ مفہوم وضاحت کے ساتھ آ چکا ہے کہ:

**عن عائشه رضى الله عنها ان النبى صلے الله عليه و سلم كان يقبل وهو صائم** یعنی رسول اللہ روزے کی حالت میں بوس و کنار فرماتے تھے۔

محترم قارئین! اس حدیث کے فوراً بعد والی حدیث میں **یصیب من وجهها وهو صائم** والی حدیث لائی گئی ہے اور اس کے لئے بھی امام محمد اپنا نوٹ لکھتے ہیں کہ اگر انزال کو روکے رکھنے پر کوئی شخص قدرت رکھتا ہے تو اس کے لئے کوئی ہرج نہیں کہ وہ......

اس مشہور کہاوت کے مطابق کہ ملا آں باشد کہ چپ نہ شود اگر پھر بھی علماء حضرات ضد فرمائیں کہ **یصیب من وجهها** سے مراد بوسہ دینا ہے تو پھر بھی مؤدبانہ عرض ہے کہ اس

سے پہلے والی حدیث میں جو واضح لفظ ہے کہ **یقبل وھو صائم** تو امام محمد نے اس بوس و کنار کے بعد اگلی حدیث والا نوٹ کیوں نہیں لگایا کہ **یصیب من وجھھا** کی پریکٹس وہ آدمی کرے جو انزال کو روکنے پر قادر ہو۔ تو امام محمد کا یہ نوٹ لکھنا خود تبرا والے مردود معنی کو متعین کر رہا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی کہے کہ امام محمد نے تکرار کو مناسب نہیں سمجھا تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ امام محمد نے اس سے اور اگلی حدیث نمبر 289 میں جو **مالم یخف علی نفسه** کے جملہ سے تکرار کیا ہے تو اس میں کونسی قیامت آ گئی۔

قارئین کرام! صدیوں سے بڑے ہنر و فن سے امت مسلمہ سے ان فارسی اماموں کی پوجا کرائی گئی ہے۔ لیکن اب ان قرآن دشمن اماموں کی عقیدت اور محبت کے پردے میں چھپی ہوئی دشمنی امت مسلمہ کے لئے **واشربو فی قلوبھم العجل** کی طرح ہو گئی ہے۔ یعنی جیسے سامری کے بچھڑے کو یہودی عقیدت سے پوجنے لگے تھے سواب دین کے نام پر قائم مدارس میں درس نظامی کے نصاب میں دینیات کے نام پر جو بھی حدیثیں اور فقہ پڑھائی جاتی ہے اسے آپ نے ملاحظہ فرمایا اور ان کے خالقین اماموں کی قرآن دشمنی، رسول دشمنی بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی تو پھر ان کی روایات والے دفاتر اور ان سے بنائی ہوئی فقہ کی کتابوں کے انبار کو کیوں نہیں دریا برد کرتے؟۔ جس طرح انہوں نے بغداد کی شکست کے بعد ہلاکو کے زیر سایہ قرآنی علوم کی کتابیں دریائے دجلہ میں بہا دی تھیں اور یہ انڈر گراؤنڈ تدوین کردہ خود ساختہ دینیات باہر لے آئے۔

## ﴿قرآن کی معنوی تحریف کے انداز اور حدیث سازوں کا اندرونی چہرہ﴾

**عن ابن عمر ان رجل جائه فقال یا ابا عبدالرحمٰن الا تسمع نکرالله فی کتابه وان طائفتان من المؤمنین اقتتلو الی آخرالایه فما تمنعك ان لا تقاتل کما نکرالله فی کتابه فقال یا ابن اخی اغتربھذاالایة ولا اقتل احب الی من ان اغتربھذه الایة التی یقول الله تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمداً الی آخر ھا قال فان الله یقول و قاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنة قال ابن عمر قد فعلنا علی عھد رسول الله صلے الله علیه و سلم ان کان الاسلام قلیلا فقال رجل یفتن فی دینه اما یقتلوه واما یوبقوه حتی کثر اسلام فلن تکن فتنة فلما رأی انه لا یوافقه فی ما یرید قال فما قولك فی علی و عثمان قال ابن عمر ما قولی فی**



**علی و عثمان اما عثمان فکان الله قد عفی عنه فکرھتم ای یعف عنه واما علی فابن عم رسول لله صلے الله علیه و سلم وختنه واشار بیده وھذه ابنته او بنته حیث ترون** ۔باب **قوله وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنه** باب نمبر 694

ترجمہ: نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ دیکھو اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ (علی اور معاویہ) آپس میں لڑ رہے ہیں۔ آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ مسلمانوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ تو آپ کو کون سی چیز مانع ہے؟ جو آپ خاموش ہیں۔ تو جواب میں میں نے کہا کہ اے بھتیجے میں اگر اس آیت والے حکم کی کوئی تاویل کر کے لڑائی کے بیچ میں نہ آؤں تو یہ اچھا ہے۔ اس آیت کے خیال سے جس میں فرمایا گیا ہے۔ **وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا** 4/93 یعنی جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے **فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا** 4/93 تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ تو اس کے بعد سوال کرنے والے نے پوچھا کہ اچھا آپ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ **وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ** 2/193 یعنی دشمنوں سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ تو میں نے اسے کہا کہ یہ تو ہم رسول اللہ سلام علیہ کے زمانے میں کر چکے ہیں۔ اس زمانے میں جو شخص فتنہ کرتا تھا ہم اسے یا مار ڈالتے تھے یا قید کر دیتے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب اسلام ابھی تھوڑا ہی پھیلا تھا۔ پھر جب بڑی تعداد تک پھیل گیا **لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ** پھر کوئی فتنہ نہیں رہا۔ اس کے بعد جب سوال کرنے والے آدمی نے دیکھا کہ میں اس کے مقصد کی کوئی بات نہیں کر رہا تو اس نے یہ سوال کیا کہ آپ کا علی اور عثمان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو ابن عمر نے جواب دیا کہ جہاں تک عثمان کی بات ہے تو اللہ نے اسے بخش دیا معافی دیدی جو بات تمہیں پسند نہیں۔ باقی رہا علی وہ تو داماد رسول اور اسکا چچا زاد بھائی ہے **ھذه ابنته او بنته حیث ترون** اور رسول کی بیٹی کو تم کس طرح قریب تصور کرتے ہو۔ یہی قرب علی کا رسول سے بھی سمجھو۔

**تنقید و تبصرہ:** معزز قارئین! احادیث کو پرکھنے کے لئے پوری امت مسلمہ کے لئے حق اور باطل کو سمجھنے اور پرکھنے کی واحد کسوٹی قرآن ہے۔ آپ نے اس قرآن دشمن حدیث کے متن اور خلاصہ پر غور کیا کہ حدیث سازوں نے کس طرح ابن عمرؓ کے نام سے علی

اورمعاویہ کے جعلی مشاجرہ (پھوٹ پڑنے) کے حوالہ سے **ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا** یعنی مومنوں کے دوگروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کراؤ اور اگر صلح نہ کریں تو باغی ٹولے سے تم جنگ کر کے اسے اللہ کے قانون کی طرف بلاؤ۔اس آیت سے ابن عمر کی زبانی کہلوایا ہے کہ **ابن اخی اغتر بھٰذہ الایۃ التی یقولا للّٰہ تعالیٰ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا** یعنی ابن عمر کی زبانی پہلی آیت سے جان چھڑانے کے لئے دوسری آیت کا سہارا لیا ہے یا اس طرح سمجھا جائے کہ قرآن کے ایک حکم سے جان چھڑانے کے لئے قرآن ہی کی دوسری آیت کام میں لائی گئی۔گویا اس طرح سے ان لوگوں نے قرآن میں تضاد اور ٹکراؤ ثابت کر دیا اور حیلہ بازی کا دروازہ کھول دیا۔میرا خیال ہے کہ قارئین کو **اغتر** لفظ کے اصل مادہ کے حوالہ سے ان حدیث سازوں کی قرآن دشمنی ثابت کروں۔لغت کی کتاب المنجد میں **اغتر** لفظ کا اصل مادہ ہے "**غت**" اور **غت** کے معنی لکھے ہیں۔**غت الطعام** یعنی کھانے کا بگڑ جانا۔ **غت الکلام** بات کا بگڑ جانا۔ **غت الشئی فی الماء** کسی چیز کو پانی میں ڈبو دینا، **غت فلان**۔ کسی کا گلا گھونٹنا۔

محترمین یہ حدیث کے راوی خود کو امام کہلانے والے محترم ابن عمر کی زبانی کہلوا رہے ہیں۔کہ دو آیتوں میں سے ایک سے جان چھڑانے،ڈبونے،بگاڑنے کے لئے میں فلاں دوسری آیت کا سہارا لیتا ہوں۔ یہ حدیث پڑھانے والے شیخ الحدیث لوگ **اغتر** کے معنی تاویل کیا کرتے ہیں۔ پڑھنے والے طالب علم نہایت ہی سادہ دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ مطیع اور ہر بات پر لبیک کہنے والے شاگرد۔جنکی بیچارگی اور سادگی پر علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ !!! اللہ

اگر غور کیا جائے تو تاویل بھی اس مقام پر موزوں نہیں ۔تاویل میں بھی ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری چیز کی طرف جانا پڑتا ہے۔واضح ہو کہ اللہ کے کلام کی ایک پوری آیت تو کیا ایک جملہ،ایک لفظ، بلکہ ایک نکتہ،اعراب تک کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔یہ بخارا،سمرقند،نیشا پور اور قسم کے فارسی لوگ اپنی حیلہ جویوں کو اصحاب رسول کے کھاتے میں ڈال کر قرآن کے اندر تضاد ثابت کرنے کی جھوٹی حدیثوں کا سہارا لیتے ہیں۔قرآن فرماتا ہے کہ محمدؐ کے ساتھی **رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ** 48/29 آپس میں شیر و شکر ہیں جن جن لڑائیوں میں طرفین کے اندر صحابی



دکھائے جاتے ہیں وہ جنگیں بشمول جنگ جمل ،صفین ،نہروان و کربلا کی ساری کاغذی داستانیں ہیں۔قرآن سچا ہے۔ یہ اصحاب رسول کو آپس میں لڑانے کے قصے سارے جعلی ہیں ۔ایسی حدیثیں بنانے والے امام جھوٹے ہیں ۔اور آیات قرآنی میں ایسا اختلاف اور ایسا تضاد جو بیک وقت دونوں آیتوں پر عمل نہ ہو سکے ۔جیسا کہ بخاری کی اس حدیث میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔تو قرآن حکیم ان حدیث ساز اماموں کو ان کے اس قسم کے کرتوت ان کے منہ پر مارتا ہے۔فرماتا ہے اللہ کی کتاب میں کبھی تضاد اور ٹکراؤ کوئی ثابت کر ہی نہیں سکتا۔اگر ایک آیت پر کوئی عمل کرے تو دوسری پر عمل نہ ہو سکے یہ اختلاف،تضاد تو غیر اللہ کے کلام کا وصف ہے۔اللہ کے کلام میں ایسا ناممکن ہے۔فرمان ہے کہ:

**وَلَوْكَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِاللّٰهِ لَوَجَدُوْافِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا**۔4/82

کہ یہ قرآن اگر غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

یہ جو ابن عمر کے نام سے آیات قرآن میں ایک آیت کو چھوڑ کر تاویل کے نام پر دوسری آیت کی طرف چلے جانے کی ترغیب دی ہے۔قرآن میں دو آیتوں پر بیک وقت عمل کرنا مشکل دکھایا ہے یہ ان امامی تحریک والوں کی قرآن دشمنی ہے اور ان کی یہ حدیث قرآن کے مقابلے پر جھوٹی ہے۔جن اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رب فرماتا ہے۔

**و السٰبقون الاولون من المھٰجرین و الانصار و الذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ و اعدلھم جنٰتٍ تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدًا** (۹/۱۰۰) کہ جن لوگوں نے سبقت کی مہاجرین اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے اور ان کے لئے باغات ہیں جنت کے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

لاریب کے رب کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔مگر کتب احادیث میں عجمی اماموں نے ان کی جو تصویر پیش کی ہے تو موجودہ دور کے کسی گرے ہوئے انسان سے بھی گھناونی ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے پھر سوال کیا کہ اچھا آپ آیت **وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ** 2/193 کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ

ہاں یہ جہاد تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کر چکے ہیں جب اسلام تھوڑے سے لوگوں میں پھیلا تھا۔ جو شخص اس زمانہ میں فتنہ اٹھاتا تو ہم اسے مار ڈالتے تھے یا قید کر دیتے تھے۔ یہ سلسلہ اتنا چلا کہ اسلام میں بہت سارے لوگ آ گئے اور فتنہ باقی نہ رہا۔

محترم قارئین کرام! غور فرمایئے کہ جناب ابن عمرؓ سے یہ لوگ کس طرح انگل بازی سے امت کے پچھلے لوگوں کو جن سے اللہ راضی تھا ان کے کردار مسخ کرتے ہیں اس آیت **وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ**" 2/193 پر عمل رسول اللہ کے زمانہ میں پورا ہو گیا، گزر گیا۔ اب اسلام میں بہت سارے لوگ شامل ہو گئے ہیں اس لئے گویا کہ فتنہ کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ نہ ہی لڑنے (قتال) کی ضرورت پڑے گی۔ امت مسلمہ کے دانشورو! اہل فارس کے پرانے شکست خوردہ سامراج کی قرآن مخالف سازش کو ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح رسول اللہ اور اصحاب رسول کے نام کی حدیثیں بنا کر اپنے دل کی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے۔

آج کے نئے سامراج آئی ایم ایف، ورلڈ بینک کے ان داتاؤں، ممبر آف سیون، گروپ آف ایٹ اور ان کے دادا امریکہ کو مارکسی لیننی انقلاب سے پریشانی ہوئی کہ وہ شمال سے جنوب، گرم پانی کی طرف اگر آیا تو اس سے مقابلہ کے لئے اسلام کے نام پر خالص مسلمانوں کا ملک تیار کیا جائے۔ اس کے بانی جناح صاحب نے ملک بنتے ہی پہلی نشری تقریر میں فرمایا کہ یہ ملک صرف مسلمانوں کا ہی نہیں، ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی لوگوں کا بھی ہے۔ تو اس کی تقریر کا یہ حصہ چوہدری محمد علی اسوقت کے مرکزی سیکریٹریٹ کے چیف سیکریٹری نے سنسر کر دیا اور ریڈیو پر یہ جملے کاٹ دیئے گئے۔ نئے سامراج نے دیکھا کہ افغانستان میں نور محمد ترہ کئی کیمونسٹ انقلاب لے آیا ہے تو انہوں نے پاکستان کے تعلیمی نصاب کی کتابوں میں فی الفور اہل فارس کے پرانے سامراج کی حدیثوں والی تاویل اور تنسیخ کے تیروں سے معنوی تحریف والی جہاد کی آیتوں کو پھر سے اصل معنوں میں شامل کرایا اور مولویوں کے بھی وارے نیارے ہو گئے۔ ان کے بھی گھروں اور مدرسوں پر ڈالروں اور ریالوں کی بارش برسنے لگی۔ پھر ہم نے اپنے واقف کاروں کو بہت کہا کہ تم غلط ہاتھوں میں کھیل رہے ہو۔ عالمی سرمایہ دار کیمونزم سے بچنے کے لئے تمہیں ڈھال کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ تو یہ بزرگان دین فرمانے لگے کہ روس کے مقابلہ میں امریکہ ہمیں زیادہ



قریب ہے یہ عیسائی اہل کتاب، اللہ کو تو مانتے ہیں۔ کیمونسٹ تو اللہ کے بھی منکر ہیں اور قرآن نے اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنے کی بھی اجازت دی ہوئی ہے۔ بہر حال ماسکو فتح ہو گیا۔ ڈاکٹر نجیب اللہ کو قتل کر دیا گیا۔ اب گرم پانی پر گوادر بندرگاہ کے بعد کئی اور سی پورٹ بننے ہیں۔ برصغیر کی سرزمین میں کئی ساری نئی ریاستیں بنائی جائیں گی۔ اب مائی باپ امریکہ نے پاکستانی سرکار کو حکم دیکر جہاد والی آیات کو تعلیمی نصابی کتب سے خارج کرا دیا ہے اور اس عمل پر نگران اہلسنت کے آئمہ اربعہ حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی جو سب کے سب زیدی شیعہ تھے ان کے اصل مرکزی فرمانروا کا خلف اور جانشین اور خانوادہ آغا خان ٹرسٹ کی تعلیمی فاؤنڈیشن کو ملکی تعلیمات کا نگران اور جوابدہ بنایا گیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کالج کے نصابوں میں تو عارضی طور پر جہاد کی آئتیں شامل کی گئی تھیں۔ لیکن دین کے نام کے مدارس میں پرانے سامراج کی اس قسم کی حدیثیں کہ **وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ**" کی آیت پر رسول اللہ کے زمانہ میں عمل ہو چکا اب ضرورت نہیں رہی۔

انہی مقاصد کے لئے اپریل 2006ء میں ہمارے علماء کو انگلینڈ کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ جس میں دیوبندی مکتب فکر کے وفاق کے صدر مولانا سلیم اللہ خان اور جنرل سیکٹری مولانا محمد حنیف جالندھری، بریلوی مکتب فکر سے مولانا مفتی منیب الرحمن اور جماعت اسلامی کے ڈاکٹر عطاء الرحمن کے علاوہ اہل حدیث اور شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ذمہ داران مدارس بھی شامل تھے۔ جنگ 31 مارچ کی سرخی ہے کہ "برطانیہ دینی مدارس سے متنفر نہیں" الحمد للہ الحمد للہ کہ غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ وہاں مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا ایک دوسرے سے گلے ملے۔ ادھر مجلہ محدث لاہور نے اپریل ۲۰۰۶ء میں لکھا ہے کہ امریکی حکومت کی دعوت پر مدیر 'محدث' کی امریکہ روانگی۔ تمام سفری اخراجات اور ضروریات کو پورا کرنا بذمہ میزبان امریکہ ہے۔ اس طرح "تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا"

کمال ہے ان آئمہ اربعہ کے متبعین کی پرانے سامراج سے وفاداری کا، جو یہ لوگ اپنے اس نصاب پر جمے ہوئے ہیں جو سراسر قرآن کا دشمن نصاب ہے۔ یہ علماء حضرات آج تک اپنے مدارس میں لڑائیوں کے دوران غیروں مخالفوں کے مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے غلام بنانے اور غلام عورتوں کو بغیر نکاح کے جماع کرنے کی تعلیم،

اسلامی تعلیم کے نام پر نصاب تعلیم درس نظامی میں پڑھا رہے ہیں اور حکومت پاکستان والے درس نظامی کے فاضل کی ایم اے کے برابر کی ڈگری تسلیم کرتے ہیں۔ اب سنا ہے کہ ڈی گریڈ کر کے میٹرک سے بھی گیا گزرا کر دیا ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ابن عمر سے سوالات پوچھنے والے نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو میرے کام کی بات نہیں کر رہا ہے تو پھر سوال کیا کہ آپ علی اور عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو ابن عمر نے کہا کہ عثمان کو تو اللہ نے معافی دے دی اور تم اس معافی پر راضی نہیں ہو۔ اور علی تو داماد رسول ہیں۔ اس کے چچازاد بھائی ہیں۔ اس کا گھر بھی انؐ کے گھر کے ساتھ ہے۔

محترم قارئین حدیث کے اس آخری حصہ میں بھی راویوں نے حضرت علی اور عثمان کے بیچ میں ابن عمر کے نام سے جو بات لکھی ہے کہ عثمان نے اگر گناہ کیا بھی تھا تو وہ اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ یہ جملہ حدیث سازوں کا تبرائی معمہ ہے جو بخاری جیسا ماہر تبرا باز کا کارنامہ ہے۔ وضاحت کیوں نہیں کی کہ وہ گناہ کونسا تھا اور کس سال میں وہ گناہ سرزد ہوا تھا اور وہ گناہ اگر رسول اللہ کے زمانے کے بعد کا ہے تو معافی ملنے کی خبر اللہ سے کس نے پوچھی؟ سلسلہ وحی تو رسول اللہ کے بعد ختم ہو چکا تھا یہ رابطہ کس قسم کا ہوا؟ چلو اس بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔ آگے ابن عمر سے جواب ملتا ہے کہ علی رسول کا داماد ہے اور چچازاد بھائی بھی ہے۔ تو یہ جواب قرآن کے نسخہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ 49/13 کے خلاف ہے۔ اگر یہ جواب واقعتاً ابن عمر جیسے بڑے صحابی کا ہوتا تو وہ قرآن سے فضیلت ثابت کرتا۔ رشتہ داری تو فضیلت کا معیار نہیں ہوتی۔ اگر ایسے ہوتا تو پسر نوح اور پدر ابراہیم کی قرآن مذمت نہ کرتا۔

محترم قارئین اس آخری سوال کے موقع پر حدیث گھڑنے والوں نے جاتے جاتے بھی پڑھنے والوں کو بیوقوف بنانے کی چال چلی ہے۔ وہ یہ کہ ابن عمر کی زبانی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ سوال کرنے والے نے جب دیکھا کہ میں (ابن عمر) اس کی کسی بھی سوچ سے موافقت نہیں رکھتا تو آگے یہ سوال پوچھا...... محترم قارئین اس چوٹ کو آپ سمجھ سکے یا نہیں؟ چوٹ یہ ہے کہ حدیث میں اس سے پہلے سوال کے جملہ جواب حدیث



سازوں نے ابن عمر کی زبانی قرآن کے مخالف جواب گھڑے، پھر بھی یہ لوگ حدیث پڑھنے والوں کو شیشے میں اتار رہے ہیں کہ سوال کرنے والا تو خبر نہیں کیا چاہتا تھا، لیکن ابن عمر نے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے یعنی اس موضوعی حدیث سے ابن عمر کا نام جوڑ کر انہوں نے اپنی ہی بات پہنچائی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ علی اور عثمان کے درمیان فرق اور فضیلت کے متعلق سوال کے جواب میں ابن عمر کی زبانی یہ کہلوایا کہ علی اس لئے اعلیٰ اور برتر ہے کہ وہ رسول اللہ کا داماد ہے اس جواب سے گویا امام بخاری اور اس کے استاد روایت سازوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عثمان کی بیویاں رسول کی بیٹیاں نہیں ہیں۔ داماد تو عثمان بھی تھے۔ گویا کہ رسول کی بیٹی صرف ایک ہے جو بقول ان کے فاطمہ نام ہے اور علی کی زوجہ ہیں۔ سو علی تو داماد رسول ہونے کی وجہ سے عثمان سے افضل ہے۔ اگر داماد ہونا باعث فضیلت ہے تو محترم عثمانؓ کے لئے بھی داماد رسول ہونے کی فضیلت موجود ہے۔ تو اس طرح تو یہ دونوں داماد ہونے کے ناطے فضیلت میں برابر ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حدیث گھڑنے والے امام یہ فضیلت اکیلے علی کو دے رہے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ جبکہ قرآن حکیم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ 33/59 اس آیت میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی کم سے کم تعداد تین تو لازمی ہے۔ اور جو فاطمہ نامی رسول کی بیٹی علی کو بیاہی گئی ہے اس کے لئے کلینی صاحب نے اصول کافی میں بلکہ اس کے ترجمہ الشافی میں بھی حدیث درج ہے کہ فاطمہ وفات نبیؐ کے وقت کل اٹھارہ سال اور اڑھائی ماہ کی تھی۔ کافی میں ایک اور حدیث بھی ہے کہ، بی بی فاطمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کو نبوت ملنے کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی تھی۔ ایک اور حدیث کلینی صاحب نے کافی میں درج کی ہے کہ فاطمہ کو اس کا پہلا بیٹا حسن ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوا۔ (اس وقت ان کی عمر کل دس سال بنتی ہے) کتاب کافی میں ایک اور حدیث ہے کہ حسن کے بعد بی بی فاطمہ کا دوسرا بیٹا حسین چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ ایک اور حدیث کتاب کافی کے میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی چھاتی میں دودھ نہیں تھا۔ حسین ہر دوسرے تیسرے دن اپنے نانا کا انگوٹھا چوستا تھا۔ اس طرح ان کی پرورش ہوئی۔ کافی میں ایک اور حدیث لائی گئی ہے کہ بنت

رسول کو ماہواری نہیں آتی تھی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ علی نہ ہوتا تو فاطمہ سے نکاح کے لئے کوئی کفو یعنی ہم مرتبہ نہ ہوتا علماء اثنا عشری میں سے بعض کا خیال ہے کہ بی بی فاطمہ کے کُل پانچ بچے پیدا ہوئے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ کُل سات بچے پیدا ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ میڈیکل سائنس بغیر ماہواری والی عورت کے ہاں اولاد کی پیدائش کو غیر ممکن تصور کرتی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ عرب لوگ بچیوں کی شادی اٹھارہ انیس سال کی عمر کے بعد کراتے تھے۔ اب کوئی بتائے کہ ان حدیث سازوں اور روایت ساز اماموں کا کیا علاج۔ ان کی روایتوں کی روشنی میں فاطمہ کا وجود اور ہم مرتبہ والے حضرت کا وجود فرضی بن جاتا ہے۔

عقل کا نام جنون رکھ دیا جنون کا خرد     جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اب کوئی بتائے کہ مسلم امت اس اکیسویں صدی میں کس طرح زندگی گزارے؟ موجودہ دور کے لوگ تو ہماری روایات ہمارے منہ پر مارتے ہیں۔ مسلمان تو قم، مکہ، مدینہ میں دھڑا دھڑ غیر عقلی حدیثیں ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن اب تھوڑے دن ہوئے کہ جرمن یونیورسٹی کا ڈاکٹر ریڈس جس نے ایشیا میں فرقہ واریت پر ہی پی ایچ ڈی کی ہے وہ یہاں نوشہرو فیروز بھی آیا تھا، اس نے بتایا کہ امریکا میں اکثر لوگ اب قرآن پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اصول کافی والے نے یہ بھی انکشاف کیا ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں ہی ان کی والدہ فوت ہوئیں تو اللہ نے رسول کے چچا ابو طالب کی چھاتی میں دودھ پیدا کیا اور رسولؐ اپنے چچا کے پستانوں سے دودھ پیا کرتے تھے۔

## ﴿وفات کے وقت بھی رسول کی قرآن پر بے اعتمادی کا الزام﴾

**عن ابن عباس قال لما حضر رسول صلے اللہ علیہ و سلم وفی البیت رجال فقال النبی صلے اللہ علیہ و سلم هلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ فقال بعضهم ان الرسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم قد غلبها لوجع وعند کم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت واختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنهم من یقول غیرہ ذالك فلما اکثر وا اللغو واختلا ف قال الرسول اللہ قوموا** (حدیث نمبر 1558 کتاب المغازی باب نمبر 550)



**خلاصہ:** ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے۔ ضلالت سے بچے رہو گے۔ تو حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درد کی کیفیت طاری ہے اور آپ لوگوں پاس قرآن بھی موجود ہے، اس لئے اللہ کا کلام ہی کافی ہے۔ اس کے بعد اختلاف میں پڑ گئے اور اہل بیت جھگڑ پڑے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ قریب لا کر دو (قلم و کاغذ) کہ لکھ کر دیں تمہارے لئے تحریر، جس کے بعد تم ضلالت سے بچ جاؤ گے اور ان میں بعض نے کچھ کہا اور اس طرح جب لغو قسم کی اختلافی باتیں زیادہ ہوگئیں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے ہاں سے اٹھ جاؤ۔

**تنقید و تبصرہ:** معزز قارئین! اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات کے قریب یہ فرماتے ہوئے حدیث ساز فارسی امام زہری صاحب نے دکھایا ہے کہ میرے سامنے کاغذ لاؤ تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم ضلالت اور گمراہی سے بچ جاؤ۔ اب کوئی بتائے کہ ان حدیث ساز قرآن دشمنوں نے اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شیوخ الحدیثوں کی طرح قرآن سے ناواقف اور نابلد سمجھ رکھا ہے؟ بلکہ تارک قرآن اور نعوذ باللہ وحی کو لایعنی اور فالتو اور غیر اہم سمجھتے ہوئے **وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ** (3/20) اس آیت کا رسول کو منکر اور منحرف قرار دیا ہے۔ وہ اس طرح کے امام بخاری اور اس کے استاد راویوں امام زہری تک سے سوال ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں جو لکھا ہے کہ رسول اللہ نے مرض الوفات میں جو فرمایا کہ قلم کاغذ لاؤ تو ایسی تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔ تو ایسی تحریر جس سے امت اور حاضرین اصحاب کرامؓ ضلالت سے بچ جائیں تو یقینا سے وحی ہی ہوگی۔ جو ضلالت سے بچاتی ہے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى** 53/2,3 یعنی دین کے معاملہ میں رسول جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہی ہوتی ہے اور دینی امور میں رسول اللہ اپنی پسند ناپسند سے کبھی بات نہیں کرتے۔ تو رسول کو اس حدیث میں روایت گھڑنے والوں نے مجلس میں لغو اور اختلافات پڑ جانے سے وحی الٰہی کو معطل اور مہمل کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ یعنی رسول اللہ نے **فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ** 3/20 یعنی اے رسول تیری ذمہ داری ہماری وحی

لوگوں تک پہنچاتا ہے۔لیکن اس حدیث میں رسول نے امت کو ضلالت سے بچانے والی وحی گول کردی، بلاغ کی ڈیوٹی سے مکر گئے۔ **نعوذ باللہ من ھکذا الائمہ المحدثین واحادیثھم۔**

محترم قارئین! اس المیہ کا کس سے فیصلہ کرائیں۔جو ایک طرف رسول اللہ کو وحی الٰہی سے یہ امامی تحریک والے دستبردار ہوتے ہوئے دکھا رہے ہیں۔دوسری طرف مجلس میں موجود بعض اصحاب رسول کو رسولؐ کے حکم (قلم و کاغذ) لانے کو ٹھکرانے والا ثابت کر رہے ہیں۔جن کی رہنمائی اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے کتاب مشکوٰۃ والے نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہے۔سو اس قلم و کاغذ والی حدیث کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے والا قرآن ہی ہوسکتا ہے۔جس کا فرمان ہے کہ **فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ** 6/89 یعنی ہم نے وحی والی کتاب کو ایسی قوم کے ذمہ لگایا ہے جو کبھی بھی اس سے کفر نہیں برتے گی۔نہ عمر فاروقؓ اور نہ ان کے ساتھی امت رسول اللہ کو ضلالت سے بچانے والی وحی کے انکاری بنیں گے۔نہ ہی محمد رسول اللہ کسی شور سے تنگ آ کر اللہ کی وحی پہنچانے والی ذمہ داری سے انحراف کریں گے۔تو ان سب آیتوں کو جھٹلانے والی امام زہری اور امام بخاری کی یہ حدیث جھوٹی ہے۔رسول اللہ اور اس کے اصحاب سچے ہیں۔جن کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ:

**وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ** 6/52 (اے محمد رسول اللہ) تیرے ساتھی جو صبح و شام اپنے پالنے والے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔یاد رکھنا یہ بڑے مخلص ہیں۔ویسے اے محمدؐ تو بھی بڑا قدردان ہے جو اپنے ساتھیوں کی قدر و منزلت کا تو نے بھی پورا حق ادا کیا ہوا ہے۔لیکن ہمیں دنیا والوں پر یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ انھوں نے بھی تیری اطاعت کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔اس لئے خیال رہے کہ ایسے جان نثاروں کو کہیں غریب اور خاک نشین سمجھ کر کسی رئیس سردار کے مقابلہ میں پیچھے نہ ہٹانا۔خبردار اگر ایسا ہوا تو **فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ** تیرا ایسا کرنا یہ ظالم لوگوں جیسا فیصلہ گردانا جائے گا۔

محترم قارئین! آپ نے اس آیت پر غور فرمایا کہ اللہ اصحاب رسول کے لئے



شہادت دے رہے ہیں کہ **وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ** یعنی اے رسول تیری اطاعت کے معاملہ میں ان پر تیرا کوئی قرضہ نہیں۔انہوں نے تیری اطاعت کی بجا آوری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔اور اپنے بارے میں فرمایا کہ: **رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ و اعدلھم جنتٍ تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدًا** (۹/۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے اور ان کے لئے باغات ہیں جنت کے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

یہ حدیث باز اور روایت ساز امامی تحریک والے اصحاب رسول کو امت مسلمہ کو ضلالت سے بچانے والی تحریر سے انکاری اور بیزار بتا رہے ہیں۔تو قرآن میں اگر جھانکا جائے تو بخاری کی اس حدیث کے رد میں کئی اور آیات سر اُٹھائے ان اماموں کی باطنیت کا پردہ چاک کرنے اور ان کی قرآن دشمنی کا اصل چہرہ دکھانے کے لئے تیار ہیں۔لیکن میں اسی آیت پر اکتفا کرتا ہوں۔جس میں واضح طور پر رسول کو حکم ہے کہ اگر تو نے ان اصحاب کو اپنی مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا تو تجھے ظالموں میں سے شمار کیا جائے گا۔جبکہ یہاں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زبانی اپنے اصحاب کو کہلوا رہے ہیں کہ میرے ہاں سے نکل جاؤ۔اب آپ ایسی حدیث کے متعلق خود فیصلہ کریں۔

## ﴿قرآن دشمنی پر مناقب کا غلاف﴾

**حدثنا علیؓ ان فاطمہ علیھا السلام اشتکت ما تلقی من الرحیٰ مما تطحن فبلغھا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم اتی بسبی فاتتہ تسالہ خادما فلم توافقہ فذکرت لعائشہ فجاء النبی صلے اللہ علیہ و سلم فذکرت ذالک عائشہ لہ فاتانا وقد دخلنا مضاجعنا فذھبنا لنقوم فقال علی مکانتکما حتی وجدت برد قدمیہ علی صدری فقال الا ادلکما علی خیر مما سألتماہ اذا اخذ تما مضا جعکمافکبر اللہ اربعا وثلاثین واحمد ا ثلاثا وثلاثین و سبحا ثلاثا وثلاثین فان ذالک خیر لکما مما سألتماہ .حدیث نمبر 354 باب نمبر 248** کتاب الجہاد والسیر ، بخاری

خلاصہ : حدیث بیان کی ہمارے ساتھ علی نے کہ فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ آٹا

پینے کی چکی سے اسے تکلیف پہنچ رہی تھی۔ ایک دن اسے خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی لائے گئے ہیں تو یہ بھی ان کے پاس اپنے لئے ایک خادم کے طور پر قیدی لینے گئی۔ لیکن اسے مدعا پیش کرنے کا موقع نہیں ملا تو عائشہ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کر کے گھر واپس آئی۔ تو جب رسول اللہ گھر آئے تو عائشہ نے اسے وہ ماجرا سنایا پھر رسول اللہ سیدھے ہمارے گھر آئے جبکہ ہم اپنی آرام گاہ میں داخل ہو چکے تھے تو ہم اٹھنے لگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ تو فرمایا اپنی جگہ پر رہیں۔ میں نے رسول اللہ کے پاؤں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے پر محسوس کیا۔ پھر فرمایا کہ تم نے جس چیز کا مطالبہ کیا ہے کیوں نہ اس سے بہتر کا تمہیں بتاؤں۔ وہ یہ کہ تم سوتے وقت 34 بار اللہ اکبر، 33 بار الحمد للہ اور 33 بار سبحان اللہ پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم مانگنے اور رکھنے سے بہتر ہے۔

تبصرہ: یہ حدیث قرآن کی آیت 8/67 **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** یعنی رسول اللہ کو کسی کو قیدی بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ کے خلاف ہے۔ اس لئے خلاف قرآن ہونے کے ناطے جھوٹی جعلی اور بوگس روایت ہے۔ حدیث کی عبارت (**فقال علی مكا نتكما**) میں لاہور کی اردو بازار کی دینی کتب خانہ کے منتظمین نے علی کی ''ی'' کو شد دی ہے جو شد کے ساتھ اللہ کا ایک نام ہے۔ اور راوی اماموں نے حدیث میں فاطمہ کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے۔ اس سے ان کے نزدیک **علیها السلام** کی تعظیمی اصطلاح جو انبیاء کے لئے مخصوص اور مشہور ہے۔ اس میں بھی ورثہ اور توارث چلتا ہے۔ جو ورثہ بھی بیٹی کو تو ملے لیکن بیوی کو نہ ملے کیوں کہ اسی روایت میں عائشہ کا بھی نام ہے۔ لیکن اس کے نام کے ساتھ کوئی بھی تعظیمی جملہ نہیں۔

## ﴿ علیؓ سے بغض نہ رکھو ﴾

**عن ابی بریده رضی الله عنه قال بعث النبی صلے الله علیه وسلم علیا الی خالد لیقبض الخمس و کنت ابغض علیا وقد اغتسل فقلت لخالد الا ترىٰ الیٰ هذا فلما قدمنا علی النبی ذکرت ذالك له فقال یا بریده اتبغض علیا فقلت نعم قال لا تبغضه فان له فی الخمس اکثر من ذالك** ۔ حدیث نمبر 1479 باب نمبر 529 کتاب المغازی بخاری، دینی کتب خانہ لاہور



خلاصہ : ابو بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے علی کو خالد کی طرف بھیجا کہ اس سے خمس وصول کرے۔ میں علی سے بغض رکھ رہا تھا اس لئے کہ اس نے خمس میں ملی ہوئی لونڈی سے رات کو خلوت کی جس کے بعد غسل بھی کیا تو میں نے خالد کو بھی شکایۃً کہا کہ اس کے کارنامے کی طرف دیکھو۔ پھر جب ہم رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو علی کے اس واقعہ کا ذکر میں نے ان سے کیا۔ تو رسولؐ نے مجھے فرمایا کہ اے بریدہ تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ تو میں نے کہا ہاں۔ تو مجھے فرمایا کہ علی سے بغض نہ رکھو علی کا تو خمس کے مال میں اس ایک لونڈی سے بھی زیادہ حصہ ہے۔

تبصرہ: محترم قارئین سورۃ انفال میں جو حکم ہے کہ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ** 8/41 یعنی جان لو کہ تم جو بھی چیز مال غنیمت کے طور پر حاصل کرتے ہو پھر اس کا پانچواں حصہ حکومت کا ہوگا۔ حکومت اپنی بقا و استحکام کے لئے ضروریات کی مد میں بجٹ رکھے گی اس کا ذریعہ ایک تو مال غنیمت کے خمس سے حاصل کیا جائے گا اور بقیہ چار حصوں کا مصرف قرآن نے بتایا کہ **وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ** 8/41 یعنی رعیت کے حاجتمند لوگ بقیہ حصوں میں حصہ دار ہوں گے۔

جان لینا چاہیے کہ قرآن میں جہاں بھی کہیں اللہ والرسول آئے گا تو اس سے مراد حکومت وقت ہوگی۔ اور جو بھی چیز حکومت کی ہوگی تو وہ کسی کی انفرادی اور نجی ملکیت نہ ہوگی۔ وہ ساری رعیت کی قومی پراپرٹی ہوگی۔ یہاں اس امامی مافیا کی حدیث میں خمس کے مال میں جو قیدی لونڈی دکھائی گئی جس سے علی جیسے آدمی کو بھی خلاف قرآن عمل کرنے میں یہ حدیثیں بنانے والے نہیں شرماتے۔ ایسی حدیثیں بنانے والے نہ علی کے دوست ہیں، نہ قرآن کے دوست ہیں، نہ اسلام کے دوست ہیں۔ یہ لوگ خمس کو صرف آل رسول سے نتھی کر کے قرآن کے نظریہ (کہ حکومت کو کس طرح مستحکم اور خوشحال رکھنا ہے) **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** کے فلسفہ کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔

## ﴿ رسول اللہ کے تعارف کا ایک خانقاہی انداز ﴾

**باب اداء الخمس من الدین سمعت ابن عباس رضی الله عنهما یقول وفد عبدالقیس فقالوا یارسول الله ان هذا الحی من ربیعة بیننا**

و بينك كفار مضر فلسنا نصل اليك الافى شهر الحرام فمرنا بامر ناخذ منه و ندعوااليه من ورائنا قال اٰمركم باربع وانهاكم عن اربع الايمان بالله شهادة ان لااله الاالله وعقد بيده واقام الصلوة وايتاء الزكوة و صيام رمضان وان تؤ دو الله الخمس ماغنمتم وانهاكم من الدباء و النقير والحنتم والمزفت. باب: خمس پانچواں حصہ ادا کرنا دین میں سے ہے۔

خلاصہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ عبدالقیس قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم لوگ قبیلہ ربیعہ میں رہتے ہیں ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ کے کافر رہائش پذیر ہیں۔ ہم لوگ سوائے مہینہ حرام کے آپ کی خدمت میں نہیں آ سکتے۔لہذا آپ ہمیں شرعی احکام بتلائیں تا کہ ہم آپ سے سیکھ کر اپنے پیچھے والوں کو بتلائیں۔تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو چار باتوں کے کرنے اور چار باتوں سے بچنے کا حکم دیتا ہوں۔کرنے والے احکام یہ ہیں کہ ایک شہادت دینا کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے یہ گنتی ہاتھ کی انگلیوں کے ذریعے گنوانے لگے۔اور اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔آگے ممنوعہ امور یہ ہیں کہ کدو کے خول کا پیالہ، چینی کی قسم کا برتن اور پالش کردہ روغنی برتن۔

تبصرہ: محترم معزز قارئین! علماء حدیث کا فرمان ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ یعنی بخاری اپنے مجموعہ میں جو عنوانات بتاتے ہیں وہ بخاری کی مجتہدانہ فقہی رائے ہوتی ہے فقہی استنباط کردہ جزئی ہوتی ہے۔تو محترم قارئین بخاری صاحب نے اس ایک حدیث پر جو باب باندھا ہے کہ اداء الخمس من الدین ۔

یعنی خمس ادا کرنا دین میں سے ہے۔ یہ کس قسم کا اجتہاد ہے؟ اجتہادی مسئلہ تو اسے کہا جاتا ہے جو اصل دین میں نہ ہو اور وہ اصل کے کسی حکم کی علت اور سبب کو بنیاد بنا کر اس پر قیاس کرتے ہوئے کوئی ایسی ''جز'' ظاہر کرے۔پھر مجتہد اس دریافت کردہ جز کو بھی اصل کے اس حکم میں شمار کرائے۔لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خمس کے لئے قرآن حکیم میں واضح حکم ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ 8/41 جاننا چاہئے کہ سارا قرآن



دین ہے سارا قرآن فرض ہے۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ 28/85 اب جب قرآن حکیم نے خمس کا وضاحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے تو بخاری کی وضاحت یا تکرار کو کس طرح کی فقہ قرار دیں؟ یہ خمس کی بات تو قرآن کی نص قطعی ہوئی۔اس میں کسی مجتہد کی مہربانی ( کہ خمس کا ادا کرنا دین میں سے ہے ) کی ضرورت ہی نہ رہی۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ بخاری صاحب اس ترجمۃ الباب سے کوئی ایسی بات بتانا چاہتا ہو گا جو قرآن میں نہ ہو اور وہ اس کی فقہ کے ذریعے پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے لیکن اسے بھی تقیہ کی بھینٹ چڑھا کر گول کر گئے ہیں کہ اس کے سمجھنے والے اتنی سی بات سے خود سمجھ جائیں گے۔ (بخاری تقیہ یعنی جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں۔یہ بات تقیہ کے عنوان میں پڑھی جائے)

آگے حدیث کے شروع میں وفد کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بات چیت ،سوال و جواب کئی قسم کے تاثرات لئے ہوئے ہیں۔اول تو اس سوال جواب سے پڑھنے والوں پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا قرآن مجید کا وجود ہی نہیں ہے۔اگر مدینۃ الرسول سے دور رہنے والے لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روبرو ملاقات نہیں کر سکتے تو وہ دین اسلام کی ہدایات سے یکسر بے خبر اور ناواقف رہ جائیں گے۔ یا اگر قرآن موجود ہے تو مسائل حیات کا حل قرآن کریم میں نہیں دیکھتے یا صحابہ کرام آج کے دور کی طرح اُس دور ہمایونی میں بھی بنا سمجھے طوطوں کی طرح رٹنے والی تلاوت کیا کرتے تھے۔قارئین کرام ملاحظہ فرمایا بخاری کی امامت کو کہ کس طرح یہ قرآن حکیم کے خلاف اپنی ٹکسال کی حدیثوں کے ذریعے کیا زہر پاشی کر رہے ہیں۔حدیث کی عبارت سازی میں ایسا تصنع برتا گیا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں، محلے کی مسجد کے پیش امام ہیں یا قاضی ہیں۔جو اسے کہنے والے کہتے ہیں کہ اب ہم گھر جا رہے ہیں پھر آئندہ سال حرام مہینوں میں مل سکیں گے۔اس لئے ہمارے پیچھے گاؤں والوں کے لئے کچھ مسائل اور وعظ سنا دیں کیوں کہ بیچ میں کافر قبیلے آپ تک آنے نہیں دیں گے۔

محترم قارئین کرام اس سوال میں جو مصنوعی سادگی دکھائی گئی ہے اس کا چھپا ہوا زہر یہ ہے کہ رسول اللہ مدینہ منورہ میں کسی حکمران کی طرح نہیں رہ رہے تھے بلکہ وہ کسی نذرانوں پر پلنے والے مولویوں پیروں گدی نشینوں کی طرح تھے۔قارئین ہی فیصلہ کریں کہ قرآن امت سے مخاطب ہے۔کہ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا 2/143 یعنی تم امت محمدیہ دنیا کے لوگوں پر مرکزی قسم کے نگران بنائے گئے ہو اور ہمارا رسول تمہارے اوپر بھی نگران اعلیٰ ہیں۔ محترم پاسبانوں اور دنیا پر نگران بنائے ہوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ مُحَمَّدٌ "الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ 48/29 یعنی محمد اور اس کے ساتھی اس قسم کے پاسبان اور انسانوں کے اوپر نگران ہیں جو آپس میں تو شیر و شکر ہیں لیکن انقلاب دشمن کافروں پر نہایت شدید قسم کی سختی کرنے والے ہیں۔ اب غور فرمائیں کہ بخاری کی یہ حدیث کس طرح قرآن کو جھٹلا رہی ہے۔ اس حدیث میں ایک فرضی وفد کے جھوٹے قصہ سے دنیا والوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدنی دور زندگی میں بھی کوئی باقاعدہ حکومت نہیں تھی، گرد و نواح کے کافر قبیلے مسلمانوں کو حرمت کے مہینوں کے سوا ان کا مدینہ میں داخلہ بھی بند کئے ہوئے تھے۔

اب بتائیں صاحبانِ بصیرت کہ قرآن فرماتا ہے کہ امت محمدیہ کے افراد مرکزی حیثیت کے مالک تھے۔ اور صرف مسلم قبائل تو کیا سب انسانوں کے امور کے نگران تھے۔ اور یہ امامی تحریک کے امام بخاری حدیث میں فرماتے ہیں کہ مسلم قبیلے سوائے حرمت کے مہینوں کے اپنے علاقوں میں محصور رہتے تھے۔ اس حد تک کہ اپنی حکومت کے مرکزی دار الرسولؐ مدینۃ النبیؐ تک جانے کی ہمت ان میں نہیں ہوتی تھی۔ تو کیا اللہ نے ایسے اپاہج محصور لوگوں کو شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کہا ہے؟ اصل حقیقت تو قرآن نے سمجھا دی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے انقلابی ساتھی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ تھے۔ یعنی انہوں نے انقلاب دشمنوں کو خوب قابو کیا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے اور اسی کردار کی وجہ سے اللہ ان سے راضی تھا اور وہ اللہ سے۔ رضی الله عنهم و رضوا عنه و اعدلهم جنٰت تجری تحتها الانهر خلدین فیها ابدًا (۹/۱۰۰) اس لئے تو فارس کے انقلاب دشمنوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کے اس فوز و فلاح سے جل بھن کر، امامت کے نام سے تحریک چلائی۔ پھر کچھ اماموں نے جعلی حدیثیں بنائیں اور کچھ اماموں نے ان حدیثوں سے فقہ بنائی اور کچھ امام باطنی خلافت کے نام پر تقیہ کے برقعوں میں رہے اور دنیا کو یہ تاثر دیا کہ خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ رسول اللہ سے بجائے



قرآن کے حدیثیں پوچھ کر اپنے گاؤں جا کر ان سے دین سمجھاتے تھے۔

امام بخاری اور اس کے ہمنواؤں نے مشہور کیا ہے کہ رسول وفات کے وقت قرآن کو منتشر حالت میں ٹھیکریوں، پتھروں، لکڑیوں، درختوں کے پتوں، ہڈیوں پر غیر کتابی شکل میں چھوڑ کر وفات پا گئے۔ تو قرآن نے اس محاورے کی روشنی میں کہ موچی کا جوتا موچی کے سر، رسول اللہ کے دشمنوں سے ان کے لئے شہادت دلوائی کہ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا 25/5 یہ رسول اپنے گھر میں آیات قرآنی خود لکھ کر لاتا ہے اور پھر صبح و شام اپنے ساتھیوں کی کلاس لگا کر انہیں اپنی ماسٹر کاپی سے لکھواتا ہے۔ اب غور کیا جائے کہ خود رسول اللہ پہلے کاتب الوحی خود آپ ہیں پھر جماعت صحابہ صبح و شام بالالتزام قرآن نویسی میں لگائی ہوئی ہے۔ یہ سب اس لئے کہ سلطنت نبوی کے اطراف و اکناف کے ہر سو قریہ قریہ بستی بستی قرآن حکیم کے نسخے پہنچائے جاتے رہیں۔ یہ امامی تحریک والوں کی حدیث خود بتاتی ہے کہ یہ روایت ان اماموں کی گھڑنت مال ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ اس روایت میں ان حدیث سازوں نے خلاف قرآن باتیں منسوب کی ہیں کہ رسول تین برتنوں دباء نقیع چرب کیا ہوا حنتم ان کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔ تو کوئی بتائے کہ ان برتنوں کے نام کس سورۃ کی کس آیت میں آئے ہیں جبکہ رسول اللہ کو حکم ہے کہ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ 50/45 یعنی جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اسے قرآن ہی سے نصیحت کیا کرو۔

تو محترمین اس حدیث میں جیسے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ غیر قرآنی طریقوں سے مسائل سنتے تھے اور حل بتاتے تھے۔ اور کوئی اس کی بھی وضاحت کرے کہ ان برتنوں نے کیا جرم کیا تھا کہ ان کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا؟۔ شیخ الحدیث حضرات توجیہ فرماتے ہیں کہ ان برتنوں میں شراب پیا جاتا تھا اس لئے کمال تقویٰ کے طور پر ان سے روکا گیا۔ تو محترم عالی مقام! اگر یہ بات ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ بقول ان کی احادیث کے، اگر خانہ کعبہ سے تین سو ساٹھ بتوں کو ہٹا کر شرک کی پلیدی کو صاف کیا جا سکتا ہے۔ تو انقلاب کے بعد، شراب کے برتنوں کو کیوں نیست و نابود نہیں کیا جاتا؟ حدیث ساز راوی برتنوں کے استعمال سے منع کرتے ہیں اصل ممنوعہ چیز شراب کا

نام ہی نہیں لیتے۔ یعنی برتن کا جرم یہ تھا کہ اس میں شراب ڈالی جاتی تھی۔ حالانکہ وہ برتن دو تین سال میں ویسے ہی ایکسپائرڈ کارآمد نہیں رہتے۔ لیکن شراب جو آج رسول اللہ کے بعد پندرہ سو سال تک منہ سے لگی ہوئی ہے چھٹتی ہی نہیں۔ فارس کی امامی تحریک کے راوی جانتے ہیں کہ یہ ایجاد ہی فارس کی ہے۔ اس لئے اسے تحفظ دے رہے ہیں۔ اس لئے شراب کا نام ہی نہیں لیتے حالانکہ برتن تو دھلنے کے بعد اپنے **مافیہا** ہر قسم کی نجاست سے صاف و پاک ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی گلاس یا کپ میں کسی نے شراب پی تھی تو دھلنے کے بعد اس میں پانی پیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان حدیث سازوں نے نا معلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی طرف ایسی غلط اور گھٹیا بات کیوں منسوب کر دی۔ جو غیر قرآنی بھی ہے۔

معزز قارئین اس حدیث میں شراب کی حرمت کے عوض اس کے برتنوں کی حرمت کا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یہ رسالت مآب پر وحی میں ملاوٹ اور تبدیلی کے مترادف بہتان اور چال ہے، کہ رسول اللہ وحی میں خلط ملط کرتے تھے۔ جبکہ رسول اللہ نے اپنے دور کے قرآن دشمنوں کے مطالبے وحی کے متعلق کہ **ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا** کے جواب میں فرمایا کہ **مَا يَكُونُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِي 10/15** یعنی میری کیا مجال کہ میں کلام اللہ (وحی) میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کروں۔ لیکن۔ یہاں تو آپ نے اچھی طرح مشاہدہ کر ہی لیا کہ امام بخاری اور اس کے اساتذہ راویوں نے شراب کی جگہ غیر وحی شدہ۔ دباء نقیع **حنتم المزفت** کی حرمت رسول اللہ کی طرف منسوب کر دی۔

معزز قارئین! امید ہے کہ آپ سمجھ سکے ہوں گے کہ اس فن حدیث کی ایجاد کا مقصد ہی دین فہمی کے لئے قرآن حکیم کی وحدہ لا شریک حیثیت کو ختم کیا جائے۔ اللہ عز و جل کا فرمان ہے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ میرے قانون قرآن اور قرآن واحد کے ساتھ کسی اور علم کو نہ قانون کی حیثیت دی جائے نہ اسے اصل قرار دیا جائے۔ اگر تم یہ بات نہیں مانتے تو تم مشرک ہو۔

اس حدیث کی عبارت اور متن میں کئی جھول ہیں۔ چار چیزوں کے کرنے کا حکم چار سے منع کا حکم اس چار کے عدد میں گز بر صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ پانچ چیزوں کے کرنے کا عدد گنوا بیٹھے ہیں اور ان پانچ کو چار کیوں بنایا گیا ہے یہ راوی ایسے ویسے غافل



نہیں ہیں۔ انھوں نے **صلٰوۃ و زکٰوۃ** کو ایک ہی عدد شمار کیا ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جب زکوۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے، تو پھر خمس دینا کیوں؟ اس لئے مجبور ہو کر انہوں نے یہاں قرآن کی صحیح حقیقت کو بحال رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ صلٰوۃ اور زکوۃ ایک ہی چیز ہے اس طرح کہ نظام قرآن، معاشرہ کے اندر قائم کرنے کی تابعداری (صلٰوۃ) اس پیمانے اور حد تک کرو کہ رعیت کے جملہ افراد کی بہتر پرورش (زکوٰۃ) ہو۔ یہاں بخاری اور اس کے استادوں کو خمس کے لئے زکوۃ کی غلط تشریح والی احادیث کو ترک کرنا پڑا ہے۔ باقی برتنوں کے عدد کو قارئین خود جا کر سمجھیں کہ چار ہیں یا تین۔ مزید طوالت کیوجہ سے تبصرہ ختم کرتا ہوں۔

## ﴿ جنگ خیبر از روئے قرآن ہوئی ہی نہیں ﴾

امام مسلم اپنی کتاب کے باب غزوۃ خیبر کے شروع میں دو عدد حدیثیں مالک بن انس کی لائے ہیں اور امام بخاری کی کتاب میں بھی مالک بن انس کی حدیث ہے جس کا نمبر 1355 ہے اور باب کا نمبر 506 ہے۔ باب غزوۃ خیبر کے نام سے ہے۔ بخاری کا یہ باب کتاب المغازی میں واقع ہے۔ بخاری کا مطبع دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور ہے اور مسلم کا مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ہے۔

میں یہاں مسلم کی دو اور بخاری کی ایک عدد حدیث پر ایک ساتھ تبصرہ کروں گا۔ اس لئے کہ ان تینوں حدیثوں میں جنگ خیبر پر جانے کا قصہ مشترک ہے۔ مسلم کے باب کی پہلی حدیث کی عبارت یہ ہے کہ: **عن انس بن مالك ان رسول الله صلے الله عليه و سلم غزا خيبر فصلينا عندها صلوة الغداة بغلس فركب النبى صلے الله عليه و سلم فى رقاب خيبر وان ر كبتى لتمس فخذ النبيصلے الله عليه و سلم وانحسر الازار عن فخذ النبيصلے الله عليه و سلم فابى لا رى بياض فخذ النبى صلے الله عليه و سلم فلما دخل القرية قال الله اكبر خربت خيبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فسا صباح المنذرين قالها ثلاث مرار قال وقد خرجت القوم الى اعمالهم فقالوا محمد قال عبدالعزيز قال بعض اصحابنا والخميس قال واصبناها عنوة.**

اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ **عن انس قال كنت ردف ابى طلحة**

**يوم خيبر وقدمى تمس قدم رسول الله صلى الله عليه و سلم فاتيناهم هين بزغت الشمس وقد اخرجوامواشيهم وخرجوا بفؤسهمومكاتلهم ومرورهم فقالوامحمدوالخميس قال وقال رسول الله صلى الله عليه و سلم خربت خيبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين قال فهزمهم الله عزوجل۔**

اب دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مالک بن انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ خیبر کی جنگ کو گئے اور ہم نے وہاں فجر کی نماز اول وقت میں پڑھی پھر بعد نماز رسول اللہ سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ کے ساتھ اس کی سواری پر ایک ساتھ سوار ہوا اور رسول اللہ خیبر کی گلیوں میں پھرنے لگے۔ اس حال میں کہ اس کی ران سے چادر کھسک چکی تھی اور میرا گھٹنا رسول اللہ کی کھلی ہوئی ران کو چھورہا تھا اور میں رسول اللہ کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔ اس حال میں جب بستی کے اندر داخل ہوئے تو نعرہ لگایا کہ اللہ اکبر آج خیبر ویران ہوجائے گا۔ ہم جب بھی کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو پھران کا حشر بہت برا ہوتا ہے۔ یہ نعرہ تین بار رسول اللہ نے لگایا اور بستی کے لوگ اس حال میں تھے کہ وہ صبح کو دن کے کام کاج کے لئے نکل رہے تھے۔ نکلتے ہی یہ ماجرا دیکھا تو پکارنے لگے کہ یہ تو محمدؐ چڑھ آیا ہے۔ تو عبدالعزیز راوی نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے انہیں کہا ہے کہ اکیلا محمدؐ نہیں آیا بلکہ لشکر بھی اس کے ساتھ ہے۔ پھر ہم نے جبر کے ساتھ ان پرغلبہ کرلیا۔ پہلی حدیث یہاں ختم ہوئی ہے۔

دوسری حدیث کا راوی وہی مالک بن انس ہے۔ لکھا ہے۔ مگر اس میں گھڑنے والوں نے کھلی رانوں کا ذکر نہیں کیا۔ باقی لگ بھگ وہی مفہوم ہے۔ البتہ اس دوسری حدیث میں ہے کہ گلیوں میں سواری کے دوران میرے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو چھورہے تھے اب بخاری کی حدیث انس بن مالک سے ہے کہ۔ **انسؓ قال صلى النبى صلى الله عليه و سلم الصبح قريبامين خيبر بغلس ثم قال الله اكبر خربت خيبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين فخرجوا يسعون فى السكك فقتل النبى صلى الله عليه و سلم المقاتله وسبى الذريه وكان ذى السبى صفيه فصارت الى دحيه الكلبى ثم**



**صارت الى النبى صلى الله عليه و سلم فجعل عتقها صداقها فقال عبد العزيز بن صهيب لثابت يا ابا محمدانت قلت لانس مااصدقها فهرك ثابت راسه تصديقاله۔**

انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی خیبر بستی کے قریب۔ پھر فرمایا کہ اللہ اکبر خیبر ویران ہوگیا۔ ہم جب بھی کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں پھر انکا براحشر ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد لشکر والے نکلے اور گلیوں میں گھوم رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کردیا اور ان کی اولاد کو قید کردیا اور قیدیوں میں صفیہ بھی تھی۔ جسے پہلے تو دحیہ کلبی لے گیا پھر وہ رسول اللہ کو لوٹا دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آزادی کو مہر قرار دیکر اس سے شادی کرلی۔ راوی عبدالعزیز بن صعیب نے ثابت سے پوچھا کہ اے ابومحمد تو نے انس سے صفیہ کے مہر کے بارے میں سوال کیا تھا؟ تو اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

قارئین محترم! جنگ خیبر سے متعلق روایات تو بہت ہیں جن کا احاطہ بڑا محنت طلب ہے میں مختصراً جو خاص بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ان حدیث ساز اماموں نے جوگھر بیٹھے ٹیم ورک کے طور پر باہمی مشورہ سے حدیثیں گھڑتے تھے۔ انہیں رنگ یہ دیا ہے کہ انہوں ایک ایک حدیث اپنے کسی بڑے امام سے لینے کے لئے بڑے بڑے سفر کئے ہیں۔ اونٹوں پر، گھوڑوں پر، گدھوں پر، پیدل جاجا کر بڑی مشقتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے قریبی زمانے کے اماموں سے رجال سند کو اقرب الی الرسول بنانے کے لئے مشقتیں کی ہیں۔ مگر آپ نے غور فرمایا کہ مسلم کی حدیث میں (ان کی مجلس مشاورت نے) رسول کو خیبر کی گلیوں میں کھلی رانوں سے صبح کو نکلے ہوئے کام کاج والے مردوں اور عورتوں کے بیچ میں نعرے لگاتے ہوئے دکھایا ہے۔ اور اسی انس بن مالک کی روایت بخاری کی حدیث میں کھلی رانوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سے گویا بخاری کو امام مسلم سے زیادہ احتیاط والا دکھایا گیا ہے۔ پھر بخاری کی حدیث میں آپ نے پڑھا کہ رسول نے خیبر میں لڑنے والوں کو قتل کرکے ان کی اولاد اور چھوٹے بچوں کو قیدی بنایا اور قیدیوں میں دلہن صفیہ بھی تھی۔ جسے پہلے تو دحیہ کلبی اپنے لئے لے گیا تھا۔ لیکن بعد میں رسول نے اس سے اپنے لئے لی۔ تو یہ حدیث ساز امامان جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوار اور رسوا کرانا چاہتے

ہیں حدیثوں میں لکھتے ہیں کہ رسول نماز فجر پڑھ کر ہی خیبر کی گلیوں میں رانیں کھول کر گھس پڑے۔اور جب علی کی پذیرائی ان اماموں کو مطلوب ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو میدان جنگ میں کمانڈر شپ سے معزول کرا کر فوجی قیادت کا جھنڈا علی کو دلاتے ہیں۔ جب علی کو فاتح خیبر بنانا انہیں مقصود ہوتا ہے تو ایک دم خیبر کی بستی کو قلعہ بند دکھاتے ہیں۔ آپ اس روایت سے آگے حدیث نمبر 1364 اور حدیث نمبر 1365 دونوں کو پڑھ کر دیکھ لیں پہلی روایت میں ہے کہ رسول نے فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں اس کے ہاتھ میں دوں گا۔جس کے ہاتھوں اللہ خیبر فتح کرائے گا اس سے اللہ اور رسول محبت کرتا ہے۔پھر صبح ہوئی تو پوچھا کہ علی کہاں ہے؟ تو بتایا گیا کہ اس کی آنکھوں میں درد ہے تاہم رسول نے فرمایا اسے بلا لاؤ۔پھر جب علی آئے تو اس کی آنکھ کو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا دی تو ایسے وہ درد دور ہو گیا جیسے تھا ہی نہیں۔پھر اسے جھنڈا دیا۔

محترم قارئین اس حدیث سے اگلی روایت میں ہے کہ **فلما فتح عليه الحصن ذكر له جمال صفيه بنت حى بن اخطب وقد قتل زوجها وكانت عروسها فاصفاها النبى صلے الله عليه و سلم لنفسه**۔ جب خیبر کا قلع فتح ہوا تو رسول کے سامنے (قیدی دلہن) صفیہ بنت حی بن اخطب جس کا شوہر لڑائی میں قتل کیا گیا تھا اور صفیہ نئی نویلی دلہن تھی تو اسے رسول نے اپنے لئے پسند کیا۔قارئین آپ نے اس سے پہلی والی حدیث میں پڑھا کہ رسول کھلی رانوں سے جب خیبر کی گلیوں میں چکر کاٹ رہے تھے تو بڑے قتل وقتال کے بعد لڑنے والوں کے بچوں اور اولاد کو قید کیا تو ان میں صفیہ بھی تھی جسے دحیہ کلبی اپنے لئے مال غنیمت کے حصہ کے طور پر رسول کی اجازت سے لے گیا۔امام بخاری نے حسب عادت باب خیبر کے علاوہ کسی باب میں حدیث درج ہے کہ ”رسول کو کسی نے آکر کہا کہ جو لڑکی دحیہ کلبی چن کر لے گیا ہے وہ تو آپ کے لئے مناسب ہے وہ تو اتنی حسین ہے جو کیا کہنا۔پھر رسول نے حکم دیا کہ جاؤ اور دحیہ کلبی کو دے دلا کر اس سے میرے لئے لے لو۔پھر دحیہ کو چھ (توز) دے کر اس سے صفیہ خرید لی گئی اور اسے رسول کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اب دیکھا آپ نے کہ علی کو فاتح خیبر بنانے کی ضرورت پڑی تو رسول اللہ خیبر کے جنگ میں سپہ سالار افواج ہیں،انہیں یہ امام فوجی قیادت سے رضا کارانہ طور پر معزور کرا کر فوجی قیادت کا جھنڈا علی کو دلاتے ہیں اور خیبر والوں کی



بستی کو قلعہ بند دکھاتے ہیں۔اور جب ان حدیث ساز اماموں کو رسول اللہ کی رسوائی مقصود ہوتی ہے تو خیبر کا قلعہ گم کر کے خیبر کی گلیوں میں رسول کو بحیثیت کمانڈر افواج صبح کھلی رانوں کے ساتھ گھماتے ہیں

قارئین کرام آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ امام مسلم و بخاری بطور تقیہ مسلم کیمپ میں امامت پر فائز ہیں۔اور بخاری کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ جو دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور کا چھاپا ہوا ہے انہوں نے بھی کئی مقامات پر محترم علی کے نام میں یاء کو شد کے ساتھ کتابت کرایا ہے شد کے ساتھ **علیّ** یہ تو اللہ کا نام ہے۔اس دینی کتب خانہ کا منتظم بھی لگتا ہے کہ تقیہ کے برقعہ میں علی کو اللہ ہی ماننے والوں میں سے ہے۔جس طرح محترم مودودی صاحب بقول (جوش ملیح آبادی مصنف یادوں کی برات) شیعہ تھے۔محترم قارئین! جب تقیہ کی چھتری نے امام اعظم امام ابوحنیفہ کو پردے میں چھپایا ہوا ہے تو پھر کس کس کا پوچھتے ہیں۔بہر حال اس مضمون والی حدیثوں کو قرآن حکیم کی آیت **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** 8/67 رد کرتی ہے۔رسول اللہ صلی علیہ وسلم قرآن کے حکم کو پامال کر کے قرآن کے خلاف دشمن کے بچوں کو،عورتوں کو میدان جنگ میں بھی قیدی نہیں بنا سکتے تھے۔اور سورۃ حشر پڑھ کر دیکھیں تو یقین ہوتا ہے کہ خیبر کے یہود میں دم ہی نہیں تھا کہ وہ جنگ کر سکیں۔وہ تو ڈر کے مارے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑ کر جلاوطن ہو گئے۔ان کی جلاوطنی کے بعد ان کے بقیہ نشانوں کو بھی مومنوں نے آکر مٹا ڈالا۔قرآن تو کہتا ہے کہ ان یہودیوں کے علاقہ پر **فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ** 59/6 یہ تو ایک آرڈیننس سے جلاوطن ہو گئے ہیں۔تمہیں تو اونٹ یا گھوڑے پر چڑھ کر ان پر حملہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔اس لئے غزوہ خیبر باب خیبر کی سینکڑوں حدیثیں از روئے قرآن ساری کی ساری جھوٹی،من گھڑت اور بوگس ہیں۔کہاں کا خیبر اور کہاں کا فاتح خیبر،اور کہاں کی جنگ خیبر اور پھر صفیہ سے شادی **فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ** یہ خیبر کے یہودی زبانی حکم سے ہی ڈر کے مارے جلاوطن ہو گئے تھے اور اگر یہ لوگ نہ بھی جاتے تو ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں قائم کردہ مضبوط حکومت اور طاقت سے ٹکر لینے کی قوت ہی نہیں تھی ورنہ ان کے لئے **لَعَذَّبَهُمْ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ** 59/3 یعنی ان کو دنیا اور آخرت میں جوتے پڑتے۔

کتاب الانبیاء میں بخاری صاحب نے ایک باب باندھا ہے جس کا نام رکھا ہے **یزفون النسلان فی المشی** باب کانمبر 313 ہے۔ بخاری صاحب کے عنوانات اور ترجمۃ الابواب کی عبارت ہمیشہ پُراسراریت کوضمن میں لئے ہوئے ہوتی ہے۔ اب اس عنوان کا ترجمہ تو ظاہر میں یہ ہے کہ دونسلوں کی رفتار میں تیزی دکھاتا ہے۔ اب پڑھنے والے خود دوڑ لگا کر اس دونسلوں کی ریس کو چیک کریں کہ وہ کون سی ہیں اور کس طرح کون دوڑا ہے؟ اس باب میں کل دس حدیثیں امام صاحب لائے ہیں۔ باب کی پہلی حدیث جس کا نمبر 587 ہے۔ میں دس حدیثوں پر تنقید پیش کر رہا ہوں لیکن ان کی ساری عربی عبارتیں نقل کرنا اپنے لئے مشقت سمجھتا ہوں۔ میں نے حوالہ لکھ دیا ہے اگر کوئی خود عبارتیں چیک کرے تو بڑے شوق سے۔ باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے۔ وہ اتنے قریب ہو جائیں گے کہ ان کو آسانی سے دیکھا جا سکے گا۔ اور آواز بھی سنی جا سکے گی۔ سورج قریب ہو جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی حدیث سنائی کہ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ تو اللہ کا نبی ہے اور زمین والوں میں سے اس کا خلیل ہے۔ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کر۔ پھر جواب میں ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے دنیا میں کچھ جھوٹ بولے ہیں۔ اس لئے مجھے تو اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے۔ جاؤ موسیٰ کو سفارش کے لئے کہو۔

محترم قارئین! اس حدیث میں دونسلوں کی دوڑ کو کوئی خورد بین لگا کر تلاش کرے شاید اسے نظر آ جائے۔ ویسے جہاں تک دونسلوں کی وضاحت کا مسئلہ ہے وہ تو ظاہر میں ایسے نظر آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک اسماعیل علیہ السلام دوسرا اسحاق علیہ السلام۔ تو اس حدیث کی عبارت میں اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے اور پوتے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امام بخاری اور اس کے حدیث ساز دوسرے استاد لوگ رسولؐ کے عظیم باپ اور دادا ابراہیمؑ سے بھی آگے آگے دکھا رہے ہیں اور پوتے سے دادا پر جھوٹ بولنے کے بھی الزام لگوا رہے ہیں۔

یہ حدیث امام بخاری اور اس کے استاد اماموں نے جھوٹی بنائی ہے۔ اس لئے



کہ قرآن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور پوری کائنات کے ایک ایک فرد کو حکم دے رہا ہے کہ **وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا** 19/41 یعنی اے محمدؐ! اے دنیا والو! میری کتابیں شاہد ہیں کہ ابراہیم میرا سچا نبی تھا۔ یہ فارس کے حدیث ساز امام جھوٹ بولتے ہیں کہ ابراہیم نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ محترم قارئین اس حدیث میں اماموں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میدان قیامت میں لوگ اولین و آخرین تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ مجمع ایسا ہوگا کہ اس میں تمام لوگ ایک ساتھ نظر بھی آئیں گے اور ایک دوسرے کی آواز بھی سن سکیں گے۔ اب ان اماموں نے پہلے آدم سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے آخری آدمی تک کو ایک میدان میں اکٹھا کر لیا اور ان سب کو ایک نظر میں دیکھنے کی بات کی، لیکن سیٹلائیٹ کے اس کیمرہ کا ذکر بھول گئے جس کی اتنی رینج ہو اور یہ امام لوگ یہ بتانا بھی بھول گئے کہ **ینفذھم البصر** یعنی اتنے بڑے مجمع میں نظر کا نفاذ کس طرح ہوگا اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کیسے داعی ان کو اپنی آواز سنا سکے گا۔

محترم قارئین! حدیث نمبر 588 میں حدیث سازوں نے رسول اللہ کو اپنے دادا کے بعد پھر اپنی دادی سے بھی شکایت کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ اسماعیل کی ماں پر رحمت کرے اگر وہ زم زم کے پانی کو نہ روکتیں اور بند نہ باندھتیں تو وہ آج ایک رواں نہر کی طرح ہوتا۔ آگے حدیث نمبر 589 اور 590 دونوں بڑی لمبی حدیثیں ہیں جو چھ صفحوں سے بھی زائد ہیں یہ دونوں حدیثیں ان اماموں نے رسول اللہ کے نام سے اپنی دادی ام اسماعیل کی شکایت سے شروع کی ہیں۔ پہلی میں تو لکھتے ہیں کہ شلوار میں ازار بند کی ایجاد پہلے پہل ام اسماعیل نے کی ہے۔ کہ وہ اپنی سوکن سارہ سے کوئی واردات چھپانا چاہتی تھی۔ دوسری حدیث کی شروعات بھی اس طرح سے کی ہے کہ **لما کان بین ابراھیم وبین اھلہ ما کان خرج باسماعیل وام اسماعیل** یعنی جب ابراہیمؑ اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا تو ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیل اور اس کی ماں کو لیکر نکل پڑے۔ غور فرمایا جائے باب کا عنوان ہے کہ دونسلوں کی دوڑ میں تیز کون ہے اور ذکر صرف ایک لائن کا ہے یہ چالاکی ہے امام بخاری کی کہ ذکر صرف ایک کا کیا جائے پھر از خود سمجھنے والے سمجھ جائیں کہ اپنے دادا کو جھوٹا کہنے والا کون ہے۔ اپنی دادی کو اپنی سوکن سے لڑنے والی ثابت کرنے والا کون ہے۔

محترم قارئین! یہ نسلوں کی تفریق ان اماموں کی ایجاد ہے قرآن نے ہمیں جملہ انبیاءؑ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس تاکید کے ساتھ کہ **لانفرق بین احد من رسله** یعنی ایمان لانے میں اتنی یکسانیت ہو کہ ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ کریں۔ لیکن ان اماموں نے اپنی گھڑی ہوئی حدیثوں میں نسلی تفریق عمل و کردار کی تفریق کے کئی سارے جھوٹے قصے گھڑے ہوئے ہیں۔ جو اپنے اپنے موقع پر آپ پڑھیں گے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ امامان قرآن کی تعلیم کہ (پوری انسانیت کو امت واحدہ بنایا جائے)، کس طرح پامال کر کے قدم قدم پر نسلی امتیازات کے چکر چلا رہے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان اماموں کی فقہی خرافات میں باب **الکفو** پڑھ کر دیکھیں کہ یہ لوگ نسلی تفریق کے کتنے بڑے مبلغ اور موجد ہیں **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** یعنی ہم انبیاء اور رسولوں کے درمیان فضیلت میں فرق مراتب کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان حدیث سازوں کی طرح یہ نہیں مانتے کہ ابراہیم علیہ السلام جھوٹے تھے اور سارہ ایسی تھی اور اسماعیل کی ماں ایسی تھی۔ ویسے میں اسی کتاب کے پہلے حصہ میں یہ حقیقت لکھ چکا ہوں کہ تاریخ کے، تحریف شدہ توریت کا عہد نامہ عتیق، بخاری اور کتب احادیث کا یہ جھوٹ کہ اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی مائیں جدا جدا ہیں۔ اسحاق کی ماں سارہ اور اسماعیل کی ماں ہاجرہ۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دونوں کی ماں ایک ہے جس کا نام کچھ بھی ہو۔ ہاجرہ کا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین کے لئے گھڑا گیا ہے کہ اس کی بیوی سارہ کے حسن کی تعریف سن کر ایک عیاش اور فاحش بادشاہ نے اسے اپنے خلوت خانے میں بلوایا اور اسے اجرت میں ہاجرہ لونڈی گفٹ کی۔ بخاری نے یہ گالی ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام سب کو دی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر سارہ کے حوالہ سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ لہٰذا ہاجرہ (ام اسماعیل) کے حوالہ سے وہ ایک لونڈی کی نسل سے تھے۔ جبکہ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ اسماعیل اور اسحاق دونوں ایک ہی ماں سے ابراہیم کے بیٹے ہیں جو ابراہیم کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ** 14/39

یعنی اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے بڑھاپے کی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بیٹے عطا



کیے۔ اب یہ حقیقت ہر کوئی جانتا ہے کہ جب اللہ کے فرشتے اس عمر میں اولاد کی خوشخبری دینے آئے تھے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو اس کی معمر بیوی کھڑی تھی وہ ایک ہی تھی اور وہ ہاجرہ نہیں تھی اور یہودیوں اور مجوسیوں نے جو ہاجرہ کے ملنے کا قصہ گھڑا ہے اس میں تو سارہ کی جوانی کا زمانہ ہے اور ہاجرہ بھی قصہ کے مطابق جوان عمری میں ہی گفٹ کی گئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام بھی ان دنوں جوان تھے، تو جوان ابراہیم کس طرح کہتا ہے کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ** 14/39 میرا مقصد یہ ہے کہ ابراہیم کا بڑھاپا اوپر کی آیت سے ثابت ہے۔ اب اس کی بیوی اسحاق علیہ السلام کی ماں کا ذکر بڑھاپے میں اسے بیٹے کے ملنے کا بھی سنئے۔

**وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا** 11/72

فرشتوں کا کھانے سے انکار اور ان کی اس اطلاع پر کہ وہ اللہ کے فرستادہ ہیں قوم لوطؑ کے خلاف آئیں ہیں تو وہ ہنس پڑی اس بات پر جب فرشتوں نے بشارت دی اس کے بیٹے اسحاق اور اس کے بعد پوتے یعقوب کی۔ تو تعجب سے کہنے لگی کہ میں بڑھاپے کی عمر میں بھلا کیسے بیٹا جن سکتی ہوں۔ اور میرے شوہر بھی تو اب بوڑھے ہیں۔

محترم قارئین یہاں سوچنے، غور و فکر کرنے کا مقام ہے۔ کہ اللہ جب عام رواج سے ہٹ کر کوئی واقعہ رونما کراتا ہے تو اس سے متعلقین کو کس طرح آگاہ کرتا ہے۔ کہ یہ خصوصیت کن افراد سے تعلق رکھتی ہے۔ اب اس صورت میں کہ اسماعیل کی ماں اسحاق والی ماں نہیں ہے اور اسماعیل بھی ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں ملا ہے۔ جس کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں تو اسماعیل کی ماں کی عمر بھی یقیناً بچے جننے کی عمر سے متجاوز ثابت ہوئی۔ تو پھر قرآن نے اس کے لئے **اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ** ۔ تم اللہ کے حکم میں تعجب کرتی ہو؟ جیسا سوال کیوں نہیں کیا۔ اس کے باوجود میں پھر قارئین کے ذہن سے بی بی ہاجرہ کی شخصیت کے متعلق فرضی، جعلی حکایت کھرچنا چاہتا ہوں۔ کہ ہاجرہ کے ملنے کا واقع اگر آپ درست مانیں گے تو حدیث ساز اماموں کی دی ہوئی گالیاں (بی بی سارہ کے لئے) آپ کو درست ماننی ہوں گی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو بقول ان کے جھوٹا تسلیم کرنا ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں یا دیگر چند حضرات قرآن کے اس حکم کو مانتے ہیں کہ

اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا کہ ابراہیمؑ ایک سچے نبی تھے۔ لیکن شیخ الحدیث لوگ تو ان فارسی اماموں کی اتباع کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ اللہ ان کو قرآن پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب آگے ان حدیثوں کے شروع میں یہ امام لکھتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام ابھی ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پیتا بچہ تھا کہ اُسے اور اُس کی والدہ کو ابراہیم علیہ السلام علاقہ شام سے حجاز کے مقام مکہ پر لے آئے جو ان دنوں ویران تھا۔ نہ وہاں کوئی آبادی تھی نہ دانہ پانی۔ ابراہیمؑ بیوی اور بیٹے کو وہاں چھوڑ کر واپسی کے لئے روانہ ہوا تو اسماعیل کی والدہ نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے چپ سادھ لی اور ام اسماعیل بار بار یہی سوال کرتی رہی۔ پھر اُس نے ہی کہا کہ کیا اللہ نے آپ کو ہمیں یہاں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا ہے؟ تو ابراہیم نے کہا کہ ہاں۔ تو ام اسماعیل نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ٹھیک، وہ ہمیں بے سہارا نہیں چھوڑے گا، آپ جائیں۔ پھر آگے حدیث ساز لکھتے ہیں کہ بی بی صاحبہ کا کھجور اور پانی ختم ہو گیا تو بچے کو بھی پیاس لگی اور اس کی ماں کو بھی وہ بچے کی پیاس برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں وہ قریب کے کوہ صفا پر چڑھ گئیں کہ کچھ آس پاس کوئی کھانے کی چیز یا پانی مل سکے۔ جب کچھ بھی نظر نہیں آیا تو نیچے وادی میں اتریں اور پھر آگے کوہ "مروہ" پر چڑھ گئیں وہاں سے بھی کچھ نظر نہیں آیا تو واپس جبل صفا کو دوڑیں اس طرح صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان دوڑ رہی تھیں تو سات چکر دوڑتے ہوئے پورے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ذلك سعى الناس بينهما** یعنی لوگ جو حج وعمرہ کے دنوں ان پہاڑوں کے درمیان دوڑتے ہیں وہ ام اسماعیل کی دوڑ کا ہی اتباع ہے۔ اسی اثناء میں بی بی صاحبہ کو کوہ مروہ پر چڑھتے ہوئے آواز سنائی دی اس نے غور سے سنا تو ماء زم زم کی جگہ سے ایک ملائک (جبریل) آواز دے رہا تھا۔ بی بی صاحبہ نے جواب میں کہا کہ تیرے پاس میری فریاد رسی بھی ہوگی یا نہیں؟ تو ملائک نے (راوی کو شک ہے کہ) پیر سے یا پر سے زمین کو رگڑا تو پانی ظاہر ہوا۔ بی بی صاحبہ اُس پانی کے گرد ہاتھوں سے بند باندھنے لگیں اور اپنا مشکیزہ بھرنے لگی۔ تو ملائک نے کہا کہ فکر نہ کر یہ پانی ہمیشہ رہے گا اور یہاں بیت اللہ ہے جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے۔ رسول



اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ام اسماعیل پر رحم کرے اگر وہ پانی کو نہ روکتیں تو آج یہ ایک بہتی ہوئی نہر کی شکل میں ہوتا۔

محترم قارئین! یہ افسانہ سب نے سنا ہوگا۔ کہ پانی کے اوپر مخصوص پرندوں کا جھنڈ اڑتا ہوا 'جرہم' قبیلے کے قافلوں کو نظر آیا انہوں نے پتہ لگایا کہ یہ پرندے تو پانی کے نزدیک ہوتے ہیں دیکھیں کہ پانی ہے یا ویسے ہی اڑ رہے ہیں۔ آئے اور دیکھا کہ پانی موجود ہے وہاں ایک عورت اور بچہ بھی موجود ہے۔ تو عورت سے کہا کہ کیا آپ ہمیں اجازت دیں گی کہ ہم اس پانی کی وجہ سے یہاں آباد ہو جائیں؟ تو بی بی صاحبہ نے اجازت تو دی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر ملکیت تمہاری نہیں ہوگی (جبکہ یہ شرط بھی قانون وحی کے خلاف ہے) پھر وہ لوگ وہیں رہ پڑے اور کچھ دیگر گھرانے بھی آباد ہوئے۔ اسماعیلؑ بھی جوان ہو گیا۔ عربی زبان بھی سیکھ لی اور جرہم قبیلے والوں کو بھی شکل وصورت میں اچھا لگا انہوں نے ایک لڑکی سے اس کی شادی کرا دی۔ اسی اثناء میں ایک دن وہ شکار کو گئے ہوئے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام آئے اور اسماعیل علیہ السلام کی دلہن کو ملے اور اسماعیل کے بارے میں پوچھ گچھ کی گزر معاش وغیرہ کے متعلق بھی سوال کئے۔ پھر واپس چلے گئے اس پیغام کے ساتھ کہ اسماعیل کو کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر دے۔ جب اسماعیل گھر آیا تو آتے ہی کسی کے آنے کے متعلق سوال کیا اور تفصیل معلوم کی تو پیغام بھی سنا اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ میرے والد تھے اور پیغام کا مطلب یہ ہے میں تجھے طلاق دیدوں۔ اس لئے تو اب جا اپنے عزیزوں کے گھر، اب تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اس کے بعد جرہم قبیلے والوں نے اسماعیل کی دوسری لڑکی سے شادی کر دی۔ اس کے بعد پھر ابراہیم علیہ السلام کا مکہ میں آنا ہوا اور اسماعیل کی دوسری دلہن سے پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ شکار پر گئے ہیں۔ سسر نے گزر معاش کے متعلق اور بھی سوالات پوچھے اور فوراً رخصت پذیر ہوا اور اسماعیل کے لئے یہ پیغام دیا کہ اسے کہنا کہ تیرے دروازہ کی چوکھٹ درست ہے۔ اسے تبدیل نہ کرنا۔ یہ کہہ کر ابراہیمؑ چلے گئے جب اسماعیل واپس گھر پہنچے اور بیوی سے سوال کیا کہ گھر میں کوئی آیا گیا؟ جواب میں وہ سارا قصہ سنا دیتی ہیں۔ قارئین! یہ پورا قصہ من گھڑت اور خلاف قرآن ہے۔ قرآن اس کا انکار کرتا ہے۔ کوئی بتائے کہ ایک عام انسان بھی ایسا کر سکتا ہے کہ ایک دودھ پیتے بچے اور اس کی ماں کو بے آب وگیاہ ویرانے میں بے سہارا

چھوڑ کر چلا جائے ، جبکہ ابراہیم شوہر بھی ہے اور اس بچے (اسماعیلؑ) کا باپ بھی ہے۔ کیا ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہو کر ایسی جاہلانہ صوفیوں والی حرکت کر سکتا تھا؟

قرآن حکیم نے تو ایک ہی ٹھوکر سے جھوٹوں کے سارے پلندے کو تتر بتر کر دیا۔

ایسے کہ نہ اُنؑ پر معصوم بچے اور اس کی ماں کو بے رحمانہ طور پر ویرانے میں چھوڑ کر آنے کا الزام آئے اور نہ ہی ام اسماعیل کو فرضی کوہ صفا اور مروہ کے سات چکر لگانے پڑے۔ نہ ہی جبریل پاؤں یا پر سے زم زم کا کنواں کھودے۔ قرآن نے تو فرمایا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ **رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ** تو ہم نے دعا قبول کرتے ہوئے **فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ** یعنی ایک بڑے متحمل مزاج لڑکا دینے کی خوشخبری دی **فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ** 37/102 آپ حضرات قرآن کی اطلاع پر غور فرمایئے گا کہ جب تک اسماعیل بڑے کاموں میں سہارا بننے اور ہاتھ بٹانے کی عمر کو پہنچے اتنے تک وہ باپ کی معیت میں رہا ہے۔ باپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یہ قصہ گو افسانہ ساز فارسی امام **فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ** کے رد میں جھوٹی حدیث سے لوگوں کو دیو مالائی قصوں کی طرف لے گئے ہیں۔

قارئین محترم! آپ آیت **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ** 28/29 کے مفہوم پر غور کریں اصحاب رسول کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ جو ہر وقت محمد کے ساتھ رہتے تھے، معیت میں ہوتے تھے، رفاقت میں ہوتے تھے تو سورۃ صافات میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں یہ فرمایا کہ جب وہ باپ کی معیت میں سعی کی عمر کو پہنچے یعنی جدوجہد اور مشقت کی عمر کو پہنچے تو وہ باپ کے ساتھ رہے ہیں۔ حدیث ساز فیکٹروں نے اسماعیل اور اسحاق کی جدا مائیں بنا کر پھر دونوں عورتوں کو لڑایا ہے اور اسماعیل کی ماں کو ازار بند ایجاد کرنے والی عورت بنایا ہے۔ یہ ساری خرافات اور جعل سازیاں ان فارس والوں کی امامت کو زیب دیتی ہیں ان میں انتقام کی بو بڑی واضح ہے۔ جس طرح فارس کے اماموں نے من گھڑت حدیثوں سے امت مسلمہ کی جعلی تاریخ بنائی ہے۔ کہ اصحاب رسول وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خلافت کی کرسی کے لئے آپس میں لڑ پڑے۔ اس طرح انہوں نے شہر مکہ کی بھی جھوٹی تاریخ وجغرافیہ گھڑا ہے کہ اس میں اسماعیل کے آنے سے پہلے نہ پانی تھا نہ آبادی تھی۔

جبرائیل اگر بقول ان اماموں کے اسماعیل کی والدہ کو مل کر زم زم کا چشمہ کھود کر



دیتا تو اس واقعہ کو قرآن کھول کر بیان کرتا کہ ہمارے فرشتے نے ایسے کہا اور ایسے کیا۔ جس طرح مریم کے قصہ میں اور قوم لوط کی طرف جاتے وقت ابراہیمؑ کے گھر میں ام اسماعیلؑ اور ام اسحاقؑ کے ساتھ فرشتہ کا مکالمہ ہوا۔ تو زمزم کے چشمہ کا اتنا بڑا تاریخی مسئلہ ہے پھر کیوں قرآن نے اس کا ذکر خود نہیں فرمایا اور اسے ایرانی قصہ سازوں کے لئے چھوڑ دیا۔

محترم قارئین! اب آیئے حدیث میں بتائے ہوئے صفا اور مروہ نامی پہاڑوں کی طرف جو حقیقت میں جبل ہی نہیں ہیں۔ علم جغرافیہ کے قانون میں جبل اسے کہا جاتا ہے جس کی اونچائی ایک ہزار فٹ سے بلند ہو۔ اگر کم ہوگی تو اسے ٹیلہ کہا جائے گا جبکہ یہ نامزد کردہ صفا اور مروہ جبل نہیں کہے جاسکتے البتہ انہیں ٹبہ اور ٹیلہ کہا جائے گا۔ ان کی اونچائی اپنی بنیاد سے زیادہ سے زیادہ پندرہ، بیس فٹ ہوگی۔ اسے حدیث ساز امام عبدالرزاق نے خواہ مخواہ جبل کا نام دیا ہے۔ کسی بھوکے پیاسے پریشان حال کا خوراک کی تلاش کے لئے ان کے بیچ دوڑنے کا تو مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اس لئے کہ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر وہ سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے جو چیز دوسرے ٹیلے کے اطراف میں ہوگی۔ اس لئے دوسرے ٹیلے کی طرف بھاگ کر جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ آج کل تو دونوں ٹیلوں اور درمیانی حصہ کو ایک چھت تلے لایا گیا ہے۔ اس کے باوجود اگر غور کیا جائے اگر چھت اور شہر کا تصور نہ بھی کیا جائے تو کسی ایک ہی ٹیلے سے وہ سب کچھ دیکھا جاسکے گا جو دوسرے ٹیلے پر جا کر دیکھا جاسکتا ہے۔ مطلب کہ کسی کی تلاش کے لئے بھاگ دوڑ کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ حدیث سازوں نے مسلم امت پر حج کا فرضی اضافی بوجھ روایتوں کی مدد سے مسلط کیا ہے۔ آپ کو شاید پریشانی ہوتی ہو کہ قرآن میں تو صفا مروہ اور ان کے بیچ میں طواف کا حکم بھی ہے۔ پھر میں کس طرح ان کا انکار کر رہا ہوں؟ تو محترمین یہ آیت بھی میرے سامنے ہے کہ۔ **اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا** 2/158

میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ صفا اور مروہ ان ٹبوں ٹیلوں اور بقول حدیث سازوں کے ان پہاڑوں کے نام نہیں ہیں۔ یہ زبردستی سے روایت سازوں نے آیت کی من گھڑت تاویلوں کے سہارے سے منوائی ہیں۔ یہ فرضی نام ہیں اصل میں تو یہ پوری بات جب سمجھ میں آئے گی جب حج کا قرآنی تصور کسی کے ذہن میں ہو۔ یہ حدیثوں والا حج

تو چند غیر عقلی رسومات کا مجموعہ ہے اصل حج تو **لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ** والا حج ہے جس میں اقوام عالم آپس کے الجھے ہوئے معاملات کو مشعر الحرام کے مقام پر سلجھا کر امن عالم کے ذریعہ شیر شکر ہو کر امت واحدہ بن جائیں سو **اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ** کا معنی ہے کہ جب حج اور عمرہ کے وفود سے مذکرات ہو جائیں تو ان کو فیصل شدہ امور کے اور کارکردگی کے معائنے لئے فرمایا کہ **فلا جناح عليه ان يطوف بهما** یعنی ان کے ہاں جا کر فیصلوں کی تعمیر اور وقوعہ کی نگرانی بھی کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس عمل کو حدیث سازوں نے کعبہ کی چاردیواری کو پھیرے دینے سے تعبیر کیا ہے۔ تو **اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ** کا معنی ہے معاملات کو صفائی سے نمٹائیں اور آپس کے اختلاف ختم کرنے کے لئے مروت سے کام لیں۔ معاملات میں صفائی برتیں اور دشمنی اور اختلافات ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مروت سے پیش آنا ان دونوں چیزوں کو اپنا شعار بنا رکھو۔ جب بھی جہاں بھی جاؤ تو یہ دونوں چیزیں تمہاری شناخت کی علامت بن جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کی صفا اور مروۃ ان اوصاف حمیدہ محمودہ کا نام ہے۔ پہاڑوں، ٹیلوں اور ٹبوں کا نام نہیں ہے۔ میری اس گزارش کو سمجھنے کے لئے سورۃ حج کی آیت نمبر 30 میں **وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ** 22/30

جو شخص تعظیم کرے گا اللہ کے محرمات کی یعنی قانون تحریم کی تو اس کا یہ عمل اللہ کے نزدیک اس کی بھلائی میں ہوگا۔ پھر آگے اس سورۃ کی آیت نمبر 32 میں ہے کہ **وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ** یعنی جو اللہ کی علامات اور شعائر کی تعظیم کرے گا تو اس کا ایسا عمل نہایت معتمدوں میں سے شمار ہوگا۔ اب **وَمَنْ يُّعَظِّمْ** کا جملہ جن دو چیزوں کا ذکر کرتا ہے۔ ان کا تعلق اوصاف اور اعمال سے ہے۔ دونوں چیزیں موبائیل ہیں پہاڑیاں نہیں ہیں۔ آگے اسی سورۃ حج کی آیت نمبر 36 میں جو فرمایا گیا کہ **وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ** یعنی حج کے موقعہ پر ہدیہ کے جانوروں کو بھی ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ ان کی حرمت بھی تم پر لازم ہے تو غور کیا جائے کہ یہ جانور بھی گھومنے پھرنے والے موبائل ہیں کوئی ساقط پہاڑ نہیں ہیں۔ میری یہ گزارشات ان قارئین کی سمجھ میں آئے گی جو ان حدیث سازوں کی اسلامی تاریخ اور مسلم ہسٹری کے ساتھ کی ہوئی کارستانیوں کو پڑھ چکے ہوں۔ ان کی ایسی غتربودیوں کی طرف



اشارات میں نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے'' میں کئے ہیں۔

میرا خیال ہے شعائر کا مفہوم سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ تاہم مزید عرض ہے کہ شعائر جو جمع ہے شعار کا اور اس کے معنی ہیں کسی کی شناخت کی علامت۔ تو اللہ نے مسلم امت کو جو شعار اور شعائر عطا فرمائے ہیں وہ ان کے اخلاق، افکار، نظریات سے تعلق رکھتے ہیں اور اجتماع حج میں جو جانور گوشت کھانے کے لئے ہدیوں کے طور پر لے جائے جاتے ہیں یہ امت کے وفود کی دعوتوں اور اجتماعات میں کھانے کے کام آنے والی اشیاء ہیں۔ جن سے اہل ملت کا آپس میں ربط اور کمیونیکیشن قائم ہوتا ہے۔ ان چیزوں کی اہمیت وہ لوگ اچھی طرح سمجھ سکیں گے جو نظریوں کی ترویج کے لئے تنظیمیں اور سیاسی پارٹیاں بنانے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اس چیز کا احساس موسیٰ علیہ السلام کو سب سے زیادہ تھا کیونکہ اس کی قوم غلام اور کنگلی تھی اتنی کہ وہ سیاسی سرگرمیوں کے لئے پارٹی آفس بھی نہیں بنا سکتے تھے۔ تو ان کو اللہ نے حکم دیا کہ **وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً** 10/87 یعنی اے موسیٰ و ہارون تمہیں اگر کمیونٹی ہال، پارک کام کرنے، تحریک چلانے کے لئے میدان اور آفس میسر نہیں تو مصر میں گھروں اور ٹھکانوں کو آزادی کی تحریک کا مرکز بناؤ **وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً** گھروں میں میٹنگ اور اجتماعات کر کے **واقيموا الصلوة** یعنی پارٹی کی ہلچل کو آگے بڑھاؤ تنظیم کاری کی ڈیوٹیوں کو مقررہ اہداف کے لئے مستعدی سے قائم رکھو۔ تو موسیٰ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے اللہ میں جن کی آزادی اور حقوق کے لئے جنگ لڑ رہا ہوں وہ تو سارے مسکین و محتاج ہیں اور میری قوم کو غلام بنانے والا ان کے حقوق غصب کرنے والا فرعون جس کے ساتھ ہماری جنگ ہے **رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ** 10/88 اے ہمارے پالن ہار یہ کس قسم کا توازن ہے کہ فرعون اور اس کے لشکریوں کو تو تو نے زیب و زینت کے اسباب اور اس دنیا میں مال و دولت سے نوازا ہے (ہمارے ورکر، کارکن تو فرعون کی دولت کی چمک دیکھ کر شاید اسے حق پر سمجھیں یا اس کے ہاتھوں بک جائیں) اس لئے **رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ** یعنی اے رب اجاڑ دے ان کی حرام کی کمائی ہوئی دولت کو اور ان کے دلوں پر ان کی حرامخوری کی سزا

محرومی والی مسلط کردے۔ یہ لوگ بھی اس وقت ایمان لے آئیں گے جب ہماری طرح کنگلے بنیں گے۔ اللہ نے موسیٰ کو جواب دیا کہ تو پروانہ کر۔ **قد اجیبت دعوتکما** تم دونوں بھائیوں کا مطالبہ ہم پورا کیئے دیتے ہیں۔ تمہاری شکایت کو ہم درست تسلیم کرتے ہیں اس لئے **فاستقیما** اب تم دونوں اپنی قوم کو آزادی دلانے والے پیشوا، مضبوطی سے رہیں۔ **وَلَا تَتَّبِعٰنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ** جاہلوں کے پیچھے چلنے سے بچیں اور وحی کی تابعداری پر مستحکم رہیں۔ ہم تمہاری قوم کو تو دریا پار کرادینگے۔ فرعون اور اس کے سارے مارشل لا افسروں کو دریا میں غرق کئے دیتے ہیں 10/91 نہ صرف اتنا بلکہ قوموں کو غلام بنانے والے ایسے سمبالک ظالم کے لئے ہمارا فیصلہ ہے کہ اس کی ڈیڈ باڈی **فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً** 10/92 دنیا میں آنے والوں کے لئے (اس طرح کے غلام سازوں جاگیرداروں کے لئے) عبرت حاصل کرنے کا نشان بنادیں گے کہ وہ ایسی نمائش گاہ میوزیم میں سیٹ کیا جائے گا۔ اور آرکیالوجی والوں کی طرف سے ڈیڈ باڈی کی کھوج سے پہلے غلاموں کے سامنے ان کا دریا میں ڈوب جانا ہی اس آیت کے مصداق تھا۔

یہاں مجھے قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ قوموں کا امتوں کا ملتوں کا شعار کسی غیر منقولہ نشانوں، کسی خطہ کی عمارت کو اگر قرار دیا جائے گا۔ تو حادثات زمانہ کی وجہ سے وہ پوائنٹ اگر دشمن کے حملہ کی وجہ سے اُس ملت سے چھینی گئی، تو پھر اس ملت اور قوم میں نشاۃ ثانیہ کے لئے شعار چھینے جانے سے بدلہ لینے کا حوصلہ ہی مرجائے گا۔ ہماری مسلم امت ایسی ذہنی طور پر دیوالیہ ہوگئی ہے کہ اہل فارس کے اماموں کی دھوکہ بازیوں اور دروغ گوئی پر ایمان لائی ہوئی ہے اور یروشلم کی بہت بعد کی بنی ہوئی مسجد بنام بیت المقدس کو قبلہ اول قرار دیکر اس پر یہودیوں کے قبضہ کے بعد اب ماتم کناں ہے کہ یہ ہے ہمارا قبلہ اول۔ بیت المقدس حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے بہت کھلے انداز میں سمجھایا ہے کہ **اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا** 3/96

اے مت مارے ہوئے بیوقوفو! پہلا قبلہ تمہارا مسجد الحرام مکہ میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلم امت قرآن کو چھوڑ کر ایرانی حدیثوں کے کہے پر تل ابیب میں اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہے۔ خلاصہ کلام کہ بیت اللہ مسجد الحرام کے ساتھ دو ٹیلوں کو کوہ صفا و مروہ کا



نام دینا پھر ان کو شعائر اللہ کا مسمی اور مصداق قرار دینا یہ ان حدیث ساز اماموں کا کھیل ہے ان لوگوں نے طواف کو بیت اللہ مسجد الحرام کی دیواروں کے ساتھ متصل معین کر کے اور ساتھ والے دو ٹیلوں کو صفا اور مروہ کا نام دیکر وہاں ایک فرلانگ ٹکڑے پر چکر کاٹنے کو سعی اور طواف کا نام دیکر امت مسلمہ کے عہدے **شہداء علی الناس** کا مفہوم ہی بگاڑ دیا ہے جبکہ طواف اور سعی ہے ہی انسانی آبادی کی نگرانی کے لئے جہاں جہاں **مستضعفین** ہوں وہاں وقتاً فوقتاً تمہارا طواف ہونا چاہیے تم **شہداء علی الناس** بنے ہوئے ہو۔ تمہارا کام ہی ممولے کو شاہین سے لڑانا ہے۔ محکومین و **مستضعفین** سے بار بار جاکر انہیں **اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا** کا فلسفہ سمجھاتے رہو کہ ہر ملک ملک ماست کہ ملک خداء ماست۔ آج مسجد الحرام اور اس کے ساتھ کے ٹیلے جنہیں پرانے سامراج اہل فارس کے دانشوروں نے تمہارے طواف کا محور بنام صفا اور مروہ بنایا ہوا ہے یہ دونوں مخصوص پوائنٹ تو نئے سامراج، عالمی سرمایہ دار، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ممبروں کے قبضے میں ہیں۔ آج مسجد الحرام وہ مسجد الحرام نہیں ہے جس کے لئے قرآن نے فرمایا کہ **وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَاد** 22/25 یعنی مسجد الحرام انقلاب کا وہ مرکز ہے جس میں مقامی اور بیرونی لوگوں کی ایک ہی حیثیت ہے، برابر کے مکین ہیں برابر کے حق دار ہیں۔ اس مسجد کے لئے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ **وُضِعَ لِلنَّاسِ** یعنی انسانی ذات کے مسائل کے حل کے لئے سب انسانوں کا یکساں مرکز بنایا گیا ہے۔ لیکن آج یہ صرف مسلم لوگوں کے لئے مخصوص اور بک ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ **وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ** 22/25 جو اس مرکز میں عام انسانیت کے مفادات کے خلاف مخصوص استحصالیوں کے تحفظ کی بات کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب میں پکڑیں گے۔ لیکن آج اس میں کوئی خطیب مسجد الحرام عالمی استحصالیوں کے خلاف خطاب نہیں کرسکتا۔

اب یہ حدیث گھڑنے والوں نے جو قصہ بنایا ہے کہ اسماعیل بچپنے سے جوان ہو جاتا ہے اور جرہم قبیلہ والے اس کی شادی کراتے ہیں۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی غیر حاضری میں آتے ہیں اور اپنی بہو سے انٹرویو لیتے ہیں۔ اسے نااہل قرار دے کر بیٹے سے ملے بغیر اسے معماتی طور پر بیوی بدلنے کا پیغام دیکر چلے جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ بھی

آتے ہیں تو دوسری بہو سے مل کر بیٹے کو ملے بغیر واپس چلے جاتے ہیں ملک شام سے سفر کر کے آنے والا باپ حجاز تک پہاڑی علاقہ کا مشقت والا سفر طے کر کے آیا ہے اور بیٹے سے ملے بغیر چلا جاتا ہے تو یہاں آنا اور سفر کی مشقت کس کام کی؟۔قارئین کو اس مذاق پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ ہفتوں مہینوں کے سفر کے بعد آنے والا باپ اپنے بیٹے کے گھر پہنچتا ہے تو اس سے ملنے کے لئے چند گھنٹے انتظار نہیں کر سکتا، جس بیٹے کو کل حجاز کی قیادت سنبھالنے کی تربیت بھی دینی ہے۔ان حدیث سازوں نے ابراہیمؑ کی بین الاقوامی قیادت کی مرتبت کا اپنی من گھڑت حدیثوں کیا تو حشر کیا ہے۔

محترم قارئین! ان دو طویل حدیثوں 589 اور 590 کے بعد جو حدیث نمبر 591 ہے اس میں لکھتے ہیں کہ: ابوذر صاحب سوال کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ذمین پر پہلی کونسی مسجد بنائی گئی تو فرمایا کہ مسجد الحرام پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کونسی تو فرمایا کہ مسجد اقصیٰ پھر سوال کیا کہ ان کے درمیان فاصلہ کتنی مدت کا ہے؟ تو فرمایا کہ چالیس سال۔حضورؐ نے فرمایا ان کے بعد کسی بھی مسجد کو پہنچو اسی میں نماز پڑھنا تیرے لئے افضل ہے۔اب کوئی مسجد اقصیٰ عرف بیت المقدس کی تاریخ کی چھان بین کرے تو رسول اللہ کے زمانہ میں اس کا وجود ہی نہیں ملتا۔اس کے متعلق جو بحث اب تک کتب تاریخ میں آئی ہے وہ سب انتشار ذہنی کی مظہر ہیں۔اس حدیث سے آگے 592 نمبر حدیث میں فرمایا ہے کہ جب رسول نے احد پہاڑ دیکھا تو فرمایا کہ یہ جبل ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔پھر فرمایا کہ اے اللہ ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کی ان دو پہاڑیوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔محترم قارئین! حدیث کے جعلی ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مسجد الحرام کی حرمت کا حکم نے دیا ہے۔ **جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِلنَّاس** 5/97 دوسری جگہ شہر مکہ کی حرمت کا حکم بھی اللہ نے دیا ہوا ہے کہ۔

**اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ** 27/91 پورے قرآن کریم میں کہیں بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے مکہ کو حرم بنانے کا کوئی ذکر نہیں ہے تو یہ حدیث جھوٹی جعلی اور خلاف قرآن ہوئی۔حرم کے معنی ان حدیث سازوں نے مشہور کئے ہیں کہ یہ شہر صرف مسلمانوں کے ہیں ان میں کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا یعنی ان دونوں شہروں کی بین الاقوامیت ختم



کر کے انہیں صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر کے فرقہ واریت کی داغ بیل ڈال دی جبکہ قرآن نے کعبہ اور مکہ کو **قیاما للناس** انسانیت کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی جگہ کہا ہے۔

آگے اس باب کی حدیث نمبر 593، جدا مستقل مضمون ہے۔جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ سے فرماتے ہیں کہ تیری قوم جہالت اور کفر کے قریب ہے اس لئے میں نے کعبہ کی عمارت ادھوری چھوڑی ہے۔اس کے بعد بخاری صاحب حدیث نمبر 594 اور 595 میں بڑی ہوشیاری سے آل محمد اور ذریہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام صلوٰۃ کا ہدیہ بھیجنا ایجاد کیا ہے۔جسے فارسی زبان والے درود کہتے ہیں ویسے فارسی زبان میں درود کا اصل معنیٰ ہے کسی کی جڑا کھاڑ دینا۔تو اس درود کے ذریعے واقعی ان لوگوں نے اسلام کی جڑ اکھیڑی دی ہے۔کیونکہ آل رسول بھی تو خلاف قرآن فار مولا ہے (33/40)

تو اس حوالہ سے یہ دونوں حدیثیں خلاف قرآن ہونے کے ناطے جعلی اور من گھڑت ہوئیں۔آگے اس باب کی کل دس حدیثوں میں سے آخری حدیث نمبر 596 میں بچوں کے لئے تعویذ کا نسخہ امام بخاری صاحب لایا ہے کہ رسول اللہ اپنے نواسوں حسن اور حسین کو تعویذ کے نمونے پر دم کیا کرتے تھے اور یہ دم پھونک انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے لی ہے کہ وہ اسماعیل اور اسحاق پر دم کیا کرتے تھے۔دم کرنے کا وظیفہ یہ تھا کہ **اعوذ بكلمات الله التامه من كل شيطان وهامه ومن كل عين لامه**۔ یہ حدیث اس لئے جعلی ہے کہ قرآن نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا ان کے اولاد کے لئے جو تحریر کی ہے۔وہ اس حدیث کی طرح نہیں اس سے مختلف ہے۔وہ یہ کہ **رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ** اس دعا میں ابرہیم نے اولاد کا ذکر کیا کہ مجھے اور میری اولاد کو ڈیوٹیوں کا پابند اور قائم کرنے والا بنا۔تو پھر حدیث والی دعا میں تو اولاد کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ اس میں تو دعائیہ جملے میں پڑھنے والے کا صرف اپنا ذکر ہے کہ **اعوذ** یعنی میں پناہ میں آتا ہوں تو پھر پھونک اور چھو چھو سے اولاد پر کیسے اثر ہوگا ۔

## ﴿رسول اللہ کے خواب قرآن کے خلاف کیوں؟﴾

**قول النبی صلے اللہ علیہ و سلم نصرت بالرعب مسیرة شهر وقول الله عزوجل سنلقى فى قلوب الذين كفروالرعب بما اشركو ا**

**بالله وقال جابر عن النبی صلے اللّٰہ علیه و سلم ان رسول الله صلے الله علیه و سلم قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب فبینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی قال ابوهریره وقد ذهب رسول الله صلی الله علیه وسلم وانتم تنتثلوها۔**

(حدیث229باب165 کتاب الجہادوالسیر بخاری)

خلاصہ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میری نصرت کی گئی ہے دشمن پر رعب ڈالنے سے (یا رعب ڈال کر) ایک موقع پر میں سویا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ پر روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں رکھی گئیں۔ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ تو چلے گئے اب تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

تنقید وتبصرہ: محترم قارئین!اس حدیث کوامام بخاری نے اپنے ترجمۃ الباب میں قرآن کی آیت کا سہارا دیا ہے تا کہ بخاری صاحب کے استاد حدیث ساز اماموں کی قرآن دشمنی کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔لیکن بخاری صاحب کی اس صنعت سے خود ان کی قرآن میں خیانت ثابت ہوگئی ہے۔وہ اس طرح کی بخاری صاحب کے استادوں نے رسول اللہ کی طرف یہ جملہ منسوب کیا ہے کہ مجھے دشمن پر غالب ہونے کے لئے اس کے اُوپر میرا رعب غالب رہنے کے لئے میری مدد کی گئی ہے۔

اس حدیث کو سچا ثابت کرنے کے لئے امام بخاری نے قرآن کی آیت اپنے ترجمۃ الباب میں لا کر اپنے استادوں کی مدد کرنی چاہی ہے۔آیت ملاحظہ ہو **سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُو الرُّعْبَ بِمَآاَشْرَکُوْ** 3/151 یعنی کافروں کی دلوں پر ہم رعب ڈال دیں گے۔اس وجہ سے کہ انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔اس آیت کو بھی امام بخاری نے اس لئے استدلال کے لئے نہیں پیش کیا کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔بلکہ ترجمۃ الباب میں بخاری صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ بھی رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محترم ومعتبر جابر نے روایت کی ہے۔

قارئین!ملاحظہ فرمایا ان اماموں کے ہاں قرآن بھی اس سورۃ میں استدلال کے لائق ہے جب وہ بھی حدیث اور ان کی روایات کے روٹ پر چلے۔بہر حال اب امام بخاری کے بزرگوں کی حدیث بعد میں،پہلے بخاری صاحب کا ترجمۃ الباب۔



محترم قارئین!یہ آیت آل عمران سورۃ کی نمبر 151 ہے۔اس موضوع کو قرآن نے اس سے پہلے 150 نمبر آیت میں **یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا** کے خطاب سے شروع فرمایا ہے۔تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس آیت میں کافروں کے اوپر رعب پڑ جانے کا جو مژدہ سنایا گیا ہے وہ صرف اور اکیلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔یہ جملہ مومنین کے لئے اللہ کی امداد ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔سو ان اماموں نے قرآن کے فیض عمومی کو رسول اللہ کی شخصیت اور زمانہ کے ساتھ مخصوص بنا کر رسول اللہ کے بعد جہاد کی اس امداد الٰہی کا راستہ روکا ہے۔ان جہاد دشمن اماموں نے اس طرح سے قرآن کی معنوی تحریف بھی کی ہے۔آپ نے دیکھا کہ اللہ نے یہ دشمن پر رعب ڈالنے کی خبر **یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا** کے ساتھ سنائی۔لیکن زہریلے قرآن دشمن امام زہری اور اس کے شاگردوں نے حتیٰ کہ امام بخاری نے قرآن کے اس عمومی تا قیامت اور جملہ مومنین کے لئے اس عنایت الٰہیہ کو صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت تک محدود کر کے بعد کے مسلمانوں کی کفار سے جنگ کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے ایسی حدیث گھڑی ہے۔

کہاوت ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ یعنی اس کا تو کیا کہنا۔

امام زہری صاحب نے تو صرف دشمن پر رعب کی بات لکھی لیکن ترجمۃ الباب میں زہری صاحب کے شاگردوں کے شاگرد امام بخاری ایسی حدیث چن کر لائے جس میں فرمایا کہ دشمن،اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک مہینہ کے مسافت پر ہوگا تو اس پر بھی رعب پڑ جائے گا۔(یعنی ایک ماہ قبل)

محترم قارئین!یہ بھی جہاد اسلامی کے خلاف ان حدیث ساز اماموں کی ایک چال ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ کے بعد کے مومنین کے یہ سوچ کر حوصلے پست ہو جائیں کہ رسول کی فتوحات یہ ان کی شخصیت کے ساتھ مخصوص تھی،کیونکہ بخاری نے ترجمۃ الباب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ سے ایک مہینہ پہلے ہی دشمن مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔ہماری کیا مجال کہ ہم رسول کی طرح کی فتوحات کریں۔

معزز قارئین!یہ حدیث جس جملہ سے شروع کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ۔ **بعثت بجوامع الکلم** یعنی رسول نے فرمایا کہ میری بعثت رسالت اور نبوت **جوامع الکلم** کے ساتھ ہوئی ہے۔سو اب غور کرنا ہوگا کہ یہ جو **جوامع الکلم** یعنی جامع قسم کے کلمات کیا

ہیں۔ اگر اس جملہ کا معنیٰ قرآن لیا جائے تو قرآن حکیم کا یہ تعارف تو غیر قرآنی ہے۔ قرآن حکیم کا تعارف جو خود اللہ نے بیان فرمایا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ یہ قرآن مبین ہے، ذکر ہے، نور ہے، تبیان ہے، مجید ہے، حکیم ہے۔ بہرحال سارے قرآن میں قرآن کو **جوامع الکلم** کہیں نہیں کہا گیا۔ بعثت نبوت اور رسالت کے حوالہ سے قرآن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تعارف تلاش کریں شاید وہاں یہ تعارف **جوامع الکلم** مل سکے تو پورے قرآن میں ایک جگہ سورۃ بقرہ میں محترم ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ملتی ہے کہ۔

**رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** 2/129

تو اس آیت میں بھی بعثت رسالت کا ذکر ''آیات اللہ اور کتاب اللہ'' کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر اپنا تعارف بعثت کے حوالہ سے کراتے تو یقیناً اپنے دادا ابراہیم کی دعا میں جو (بعثت کتاب اللہ اور آیات اللہ آیا ہے) وہیں سے کرتے۔ اس حدیث میں حدیث سازوں نے کوئی معمہ دیا ہے کہ جیسے **جوامع الکلم** کوئی انوکھی اور نرالی چیز ہے۔ جو شاید صرف اماموں کے پاس ہو۔ اگر یہ بات نہیں تو بھلا صاف صاف **بعثت بکلمات اللہ** ہی فرمایا جاتا، آیات اللہ کہا جاتا۔ **بعثت بھذا القرآن** کہا جاتا۔ آخر مبہم الفاظ میں بعثت رسالت کی نوید کیا معنیٰ رکھتی ہے۔ یہ امام قرآن کو بھی اس وقت کوڈ کرتے ہیں جب اس میں کوئی معنوی تحریف کرنی ہو۔ ویسے تو قرآن کا نام تک لینے سے کتراتے ہیں۔ اگر لیتے ہیں تو بھی اشاروں کنایوں سے۔

ہمارے سندھ میں اب عورتوں میں بھی تعلیم کا رواج شروع ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے شوہروں کو نام سے پکارتی ہیں۔ حالانکہ پہلے نہیں پکارتی تھیں۔ اگر بلانا ہوتا تو وہ بیٹے یا بیٹی کا نام لیکر کہتیں کہ فلاں کے ابا یہ کام ہے، یہ بات ہے، اس زمانے کی بات ہے کہ ایک عورت کو نماز سکھائی گئی تو وہ نماز کے آخر میں کہتی تھی السلام علیکم پھاپوداپیو۔ وہ اس لئے کہ اس کے شوہر کا نام رحمت اللہ تھا۔ جسے وہ اپنی بیٹی فاطمہ کے نام سے پھاپوداپیو کہہ کر پکارتی تھی۔ تو ان اشاروں کنایوں کے بھی بڑے پس منظر ہیں۔ یہ فارسی حدیث ساز امام ان عورتوں کی طرح براہ راست قرآن کا نام نہیں لیتے۔

محترم قارئین! اگر کوئی سوچے کہ میں ان حدیث ساز اماموں پر قرآن دشمن



ہونے کا الزام غلط لگاتا ہوں۔ تو مہربانی فرما کر امام زہری صاحب کی حدیث کے اس جملہ پر غور کریں جس میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوںؐ نے فرمایا کہ کسی وقت میں سویا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ پر روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں رکھی گئیں اب آیئے دیکھیں قرآن حکیم اس خزانوں کے متعلق کیا فرماتا ہے؟ سورۃ انعام کی آیت نمبر 50 میں فرمان الٰہی ہے کہ۔ **قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ** یعنی اے محمدؐ تو اعلان کردے کہ میں کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ مزید سورۃ ہود میں ملاحظہ فرمائیں کہ۔

**وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ** 11/31 اور میں یہ بھی تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ قارئین! بتایئے کہ قرآن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا جا رہا ہے کہ میرے ساتھ کوئی خزانے نہیں اور یہ قرآن مخالف امامی تحریک والے بخاری سمرقندی نیشاپوری امام، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کون سے خزانوں کی چابیاں دلوا رہے ہیں؟ ان اماموں کی قرآن سے کیا نسبت ہے؟ فیصلہ کس سے لیں؟ کیا فرماتے ہیں شیوخ الحدیث؟ ان کی ایسی کتر بیونت سے لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ رسول اللہ کو جو وحی ملی ہے، قرآن ملا ہے، احکامات ملے ہیں وہ کچھ اور طرح کے ہیں لیکن جو چیزیں خواب میں ملی ہیں اور حدیثوں نے متعارف کرائی ہیں وہ وحی کے خلاف کیوں ہیں؟ جو قرآن نے باقاعدہ بیداری اور سالم شعور کے ساتھ دیا وہی درست ہے۔ اس کے مقابلے میں نیشاپوری، بخاری اور ترمذی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

## ﴿ اصحاب رسول پر قرآن پر عمل نہ کرنے کا الزام ﴾

**اذا استكرهت المرأة على الزنا فلا حد عليها فى قوله تعالىٰ ومن يكرههن فان الله من بعد اكراههن غفور الرحيم وقال الليث حدثنى نافع ان صفيه ابنة ابى عبيدالله اخبرته ان عبد امن رقيق الامارة وقع علىٰ وليدة من الخمس فاستكرهها حتى اقتضها فجلده عمر الحد ونفاه ولم يحد الوليدة من اجل انه استكرهها قال الزهرى فى الامة البكر يفترعها الحر يقيم ذالك الحكم من امة العذراء بقدر قيمتها ويجلد وليس فى الامة الثيب فى قضاء الائمه غرم ولا كن عليه الحد۔**

(باب 1043 کتاب الاکراہ بخاری دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

خلاصہ ترجمۃ الباب: اگر کسی عورت سے زنا بالجبر کیا گیا ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ آیت **وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** 24/33 یعنی جس نے ان کے ساتھ جبر کیا۔ پھر اللہ جبر کئے جانے کے بعد غفور الرحیم ہے، بخشنے والا مہربان ہے۔

لیث کا قول ہے کہ اس سے نافع نے بیان کیا کہ صفیہ بنت ابی عبید نے بیان کیا کہ امارت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے خمس میں ملی ہوئی ایک لونڈی سے جبری صحبت کی جس سے اس کی بکارت زائل ہوگئی۔ تو عمر نے اسے حد لگائی اور شہر بدر کر دیا۔ اور اس لونڈی کو حد نہیں لگائی اس وجہ سے کہ اس پر زبردستی کی گئی تھی۔ زہری نے بیان کیا کہ اگر کنواری لونڈی سے آزاد مرد جماع کرے تو حاکم اُس زانی سے قیمت وصول کرے گا (کیونکہ اس سے لونڈی کی ویلیو کو ہو جائے گی) کنواری کی قیمت میں کمی ہو جانے کی وجہ سے اسے درّے بھی لگائے گا۔ اماموں کے فقہ کی روشنی میں تاوان نہیں ہے اُس پر صرف حد جاری ہوگی۔

قارئین کرام! یہ حقیقت تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاری صاحب کا اپنا فقہی مسلک اور قول اس کے عنوانات یعنی ترجمۃ الباب میں ہوتا ہے۔ تو یہاں اوپر نقل کردہ ترجمۃ الباب میں ایک باثر صحابی قسم کی حدیث بخاری نے درج کی ہے اور بعد میں زہری کے حوالہ سے کنواری عورت سے زنا کی سزا اور ثیبہ (شادی شدہ) عورت سے زنا کی سزا میں فرق فقہی اماموں کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اب یہ سب چیزیں جیسے کہ ترجمۃ الباب میں درج ہیں اس لئے یہ بخاری کا گویا اپنا فقہ بھی قرار پاتا ہے۔ عنوان میں لائی گئی حدیث میں کہا گیا ہے کہ عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بیت المال میں خمس کے حوالے سے مال غنیمت کی صورت میں حاصل کردہ لونڈی سے ایک غلام نے زنا بالجبر کیا پھر عمرؓ نے بطور سزا اس غلام کو درّے بھی لگوائے اور شہر بدر بھی کر دیا۔

محترم قارئین! یہ فقہ امامی تحریک کا وہ زہریلا تیر ہے جسے مسلم امت کے شیوخ الحدیث آج تک نہیں سمجھ سکے۔ اوپر کی حدیث سے یہ حدیث ساز امام لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بھی قرآن حکیم کے حکم **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** 8/67 یعنی اے محمد اب تیری حکومت سے غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے اس لڑائیوں کے منبع جس میں دشمن کو قیدی بنایا جاتا ہے، ہم بندش ڈال رہے ہیں جو مخالفین جنگی قیدی بنائے جائیں وہ جنگ ختم ہوتے ہی **فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً** 47,4 بطور احسان یا فدیہ لے کر آزاد کئے جائیں۔ کسی کو بھی اب غلام نہیں رکھا جائے۔ مگر یہ اسلام دشمن عجمی امام اپنی حدیثوں کے ذریعے عمر فاروقؓ کی حکومت پر الزام لگا رہے ہیں کہ اس کے دور میں لڑائیوں کے مال غنیمت میں مردوں اور عورتوں کو قید کر کے سرکاری مال خانے میں خمس کی مد کے طور پر جمع کیا جاتا تھا۔

اوپر کی حدیث میں یہ وضاحت آپ پڑھ آئیں ہیں کہ خمس میں ملے ہوئے مال میں سے ایک غلام نے ایک لونڈی سے زنا بالجبر کیا۔ محترم قارئین! ترجمۃ الباب میں بخاری کا فقہ اور اس میں لائی ہوئی حدیث یہ سب دور صحابہ اور عمر فاروقؓ پر الزام لگا رہے ہیں کہ ان کے دور میں یہ قرآن کے حکم **مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى** پر عمل نہیں کیا گیا اور اسلام میں غلامی کی رسم جاہلیت حسب دستور جاری رہی۔ لیکن اللہ نے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کا دفاع کرتے ہوئے امامی پراپیگنڈہ کے جواب میں ان سب دشمنوں کے منہ پر مارتے ہوئے اعلان کیا کہ **فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ** 6,89 یعنی ہم نے قرآن کا وکیل اور ذمہ دار ایسی قوم کو بنایا ہے جو **لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ** یعنی بخاری زہری، طبری جھوٹ گھڑتے رہیں لیکن محمدؐ اور اس کے ساتھی قرآن سے کبھی بھی کفر نہیں کریں گے یعنی قرآن کی طرف سے غلامی پر عائد بندش کو کبھی بھی نہیں توڑیں گے تو محترمین بخاری نے اپنی فقہ کی تائید میں جو حدیث پیش کی ہے وہ ان آیات کی ضد کی بناء پر جھوٹی ہے بخاری صاحب نے زہری کے قول سے باکرہ لونڈی اور ثیبہ لونڈی سے زنا کی سزا میں فرق کر کے دکھایا ہے۔ ساتھ ساتھ دیگر فقہی اماموں کا بھی سہارا لیا ہے۔ جو قرآن کے مطابق نہیں خلاف ہے۔ **اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ** 24/2 یعنی زانی عورت ہو یا مرد ہر ایک کے لئے سو چابک (کوڑوں) کی سزا ہے اس حکم میں باکرہ یا ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے اماموں کا تفریق والا فقہ خلاف قرآن ہونے کے ناطے غلط ہے۔

## ﴿حدیثوں میں پیدائش آدم کی تفاصیل﴾

**عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم**

قال خلق الله آدم وطوله ستون ذراعا.ثم قال اذهب فسلم على اولائك من الملائكة فاستمع ما يحيونك تحيتك وتحية ذريتك فقال السلام عليكم فقالواالسلام عليك ورحمة الله فزاد وه رحمة الله فكل من دخل الجنة على صورة آدم فلم يزل الخلق ينقص حتى الا ن ۔

( حدیث 553 باب نمبر 302 کتاب الانبیاء بخاری)

وہ آیت جس کے خلاف یہ حدیث گھڑی گئی ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ 30/30 خلاصہ: اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا (جو دوسو فٹ کے قریب بنتا ہے) پھر آدم کو فرمایا کہ جاؤ ملائکہ کو سلام کرو اور سنو کہ وہ جواب میں تجھے کون سا تحفہ دیتے ہیں۔ تو آدم نے ان کو السلام علیکم کہا تو جواب میں ملائکہ نے وعلیک السلام کے بعد ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا۔ اور جو بھی شخص جنت میں جائے گا وہ آدم کی صورت پر ہوگا اور ہمیشہ سے لوگ آج تک قد میں چھوٹے ہوتے آرہے ہیں۔

تنقید وتبصرہ: محترم قارئین! اللہ نے سورۃ روم میں فرمایا کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا یعنی میرا انداز تخلیق جس پر لوگ پیدا ہوتے آرہے ہیں وہ ایسی یکسانیت والا ہے کہ لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ اس انداز تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ قد کے لحاظ سے موجودہ دور میں علاقہ اور آب وہوا کے حساب سے لوگوں کے قد وکاٹھ میں جو تناسب اور توازن ہے وہ ہمیشہ سے اس طرح کا اور اتنا ہی چلا آرہا ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ آدم کے ساٹھ ہاتھ کے قد کی طوالت بخاری اور اس کے استاد اماموں کا سفید جھوٹ ہے۔ دلیل آپ نے سورۃ روم میں ملاحظہ فرمائی۔ رہی یہ بات کہ اس جھوٹ کی اماموں کو ضرورت کیا پڑی؟ تو کیا بتائیں ان اماموں کو قرآن کی ہر بات کی مخالفت کرنی ہی کرنی ہے۔ اس کے لئے یہ لوگ کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ جانتے تھے کہ آنے والے انسان سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے گی آدم کی قد وکاٹھ کا پتہ چل جائے گا جو قرآن سے مختلف ہوگا لہٰذا قرآن شک میں پڑ جائے گا۔ یہی ان کا مقصد ہے۔ ان کے کہنے مطابق تو اب تک، موجودہ دور کے انسان کا قد چوہوں سے بھی چھوٹا ہونا چاہیے تھا۔ اور انہوں نے بتایا کہ جنت میں جانے والوں کی شکل و صورت آدم کی سی ہوگی تو ان اماموں نے قد کا بھی بتانا تھا کہ آخری زمانے والے انسان



کیڑوں مکوڑوں سے بھی چھوٹے ہونے چاہیے۔ قرآن کے دشمنوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ آئے بھی کیوں؟ ہوئے جو قرآن دشمن۔

## ﴿ عورت کی بچہ دانی میں ملائک ﴾

عن النبی صلے اللہ علیه و سلم قال ان الله وكل فى الرحم ملك فيقول يارب نطفه يا رب علقه يا رب مضغة فاذا ارادان يخلقها قال يا رب اذكرام انثى يا رب شقى ام سعيد فما الرزق فما الاجل فيكتب فى بطنى امه۔ (حدیث نمبر 5560 باب نمبر 302 کتاب الانبیاء بخاری)

وہ آیات جن کے خلاف یہ حدیث گھڑی گئی ہے

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ 52/21 وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰى 53/39 لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ 45/14 لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَاتَسْعٰى 20/15 لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّااكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّااكْتَسَبْنَ 4/32

اللہ نے عورت کی بچہ دانی میں ایک ملائک کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ پھر وہ ملائکہ اللہ سے کہتا ہے کہ اے رب نطفہ آگیا ہے اے رب علقہ کی صورت میں ہو گیا ہے اے رب وہ مضغہ کے مرحلے میں بھی پہنچ گیا ہے۔ پھر جب رب تعالیٰ اسے پیدا فرمانا چاہے گا تو ملائکہ عرض کرے گا کہ اے رب یہ مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا؟ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ پھر اس کا رزق کتنا ہوگا اور مدت عمر کیا ہوگی؟ پھر یہ سب چیزیں اس کی ماں کے پیٹ میں لکھی جائیں گی۔

تنقید وتبصرہ: جناب قارئین! آپ حدیث کے خلاصہ سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ حدیث ساز امام مسلم امت کو کس طرح سے تقدیر پرست بنا رہے ہیں۔ دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں تو وہ ہوتی ہیں جو اپنی تقدیر خود بناتی ہیں۔ یہ اسلام کے دشمن مسلم امہ کے دشمن انسانیت کے دشمن۔ حدیث ساز امامان اس طرح کی حدیثیں تیار کر کے چاہتے ہیں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کے جھانسے میں آکر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں نکمے اور ہڈحرام بن جائیں۔ میں مزید کچھ عرض کرنے کے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ اوپر کی آیات کا خلاصہ لکھ دوں تا کہ ہر ایک سمجھ جائے کہ یہ حدیث کتنی قرآن کے مخالف ہے۔

سورۃ نساء کی بتیس نمبر آیت میں جدا جدا وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ مردوں کا

نصیب یعنی حصہ ان کے کسب یعنی کئے ہوئے کام کے مطابق ہوگا اور عورتوں کا حصہ ان کے کسب اور عمل کے موافق ہوگا۔ سورۃ طہٰ کی آیت نمبر 15 میں فرمان ہے کہ۔ **لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی** یعنی فیصلہ کے وقت ہر ایک کو اس کی سعی وعمل کے مقدار کے حساب سے بدلہ دیا جائے گا۔ سورۃ النجم میں آیت نمبر 39 میں فرمایا گیا ہے کہ یہ طے ہے کہ ہر انسان کو اتنا ہی کچھ ملنا ہے جتنا اس نے سعی وعمل کیا ہوگا۔ اس کی سعی وعمل سے زائد کچھ بھی نہیں۔

غور فرمائیے کہ قرآن کے اس قانون پر کہ **وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی** تقدیر پرستی کی آڑ میں مسلم معاشروں میں آج نکھے پن کا دور دورہ ہے، مفت خوری وبدعملی اور عیاشی کے سارے اڈوں کی فلاسفی اسی تقدیر پرستی کی پیداوار ہے اور اگر اس حدیث والی بات کا یقین کیا جائے کہ انسان کی جملہ نیک بختی اور بدبختی اس کی ماں کے پیٹ میں ہی لکھی گئی تھی تو پھر جزا سزا کیسی؟۔ جنت وجہنم کے فیصلے اعمال پر کیوں؟ وہ لکھا ہوا تو بندے کی طرف سے نہیں تھا پھر اس کو ناکردہ عمل کے بجائے نوشتہ تقدیر کی سزا کیوں؟ لکھے خدا بھگتے بندہ؟ واہ اماموا عورت کی بچہ دانی میں ملائکہ کھڑا رکھنا یہ کھیل بخارا میں ہوسکتا ہے یہاں نہیں

## ﴿عورتیں مرتے دم تک نہیں سدھریں گی﴾

**عن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلے الله علیه و سلم استوصوابالنساء فان المرأة خلقت من ضلع وان اعوج شیء فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستو صوا بالنساء۔** حدیث نمبر 558 کتاب الانبیاء بخاری

وہ آیات جن کے خلاف یہ حدیث بنائی گئی ہے

**یٰاَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا** (4/1) **وَهُوَالَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ** 6/98 **خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْس** 39/6،

خلاصہ: ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیوں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گا اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لئے تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی جاتی ہے۔

تنقید: محترم قارئین! اس حدیث کے من گھڑت اور جھوٹی ہونے کی ہماری وہی ایک



دلیل ہے کہ یہ قرآن حکیم کے خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمایئے سورۃ نساء کی آیت نمبر 1 فرمایا ہے کہ: **یٰۤاَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْارَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً** 4/1 اے انسانو! اپنے پالنے والے رب کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے سے بچو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جرثومہ حیات سے اور وہ پیدائش ایک جوڑے کی تھی۔ پھر اس جوڑے سے کئی مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

محترم قارئین! قرآن نے نہایت وضاحت سے فرمایا ہے کہ جوڑے کی پیدائش ایک ہی نفس (جرثومہ حیات) سے ہوئی ہے۔ وہ پہلا جوڑا، پہلا مذکر ومؤنث آگے چل کر رجال کثیرا اور نساء کثیر پیدا ہونے کا سبب بنا۔ حدیثیں بنانے والے اماموں نے جو یہ قصہ گھڑا ہے کہ پہلے آدم بنا ہے پھر اسے نیند دلا کر اس کی بائیں پسلی میں ایک پھوڑا کر کے اس سے اس کی زوجہ حوا نکالی گئی۔ یہ رام کہانی فارس کے اماموں نے مسخ شدہ اور تحریف شدہ توریت سے نکالی ہے۔ آدم وحوا کے اس تخلیق میں مجوسی دانشور امامی تحریک والے، یہودیوں کے ناقل اور شاگرد بنے ہیں۔ کوئی توریت کا باب پیدائش پڑھ کر تو دیکھے۔ تو ان کی حدیثوں کا اصل ماخذ مل جائے گا۔ یہ ہوا تخلیق کے پس منظر میں حدیث کا رد قرآن سے اس کے علاوہ سورۃ انعام کی آیت 99 میں بھی فرمایا گیا ہے کہ:

**وَهُوَالَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ** اسی خالق کائنات نے ہی تم سب کو یکساں طور پر ایک نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ یعنی مرد اور عورت دونوں ایک ہی جرثومہ سے ایک ساتھ ایک ہی طرح سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر آگے مرد عورت کے جوڑے سے رجال کثیر پیدا کئے گئے ہیں۔ مزید یہی حقیقت سورۃ زمر کی آیت نمبر 6 میں ملاحظہ فرمائیں کہ **خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا** 39/6 یعنی تمہیں ایک نفس واحدہ (جرثومہ حیات) سے پیدا کر کے بعد میں اسی نفس واحدہ سے جوڑے کے طور پر نر اور مادہ **علی سبیل الاستقلال** بنایا یعنی مادہ بھی نفس واحدہ سے ایسے مستقل طریقہ سے بنی جس طرح نر بنا تھا۔ پھر آگے اس جوڑے سے رجال کثیر پیدا کئے گئے۔

معزز قارئین! یہاں تک یہ حدیث تو خلاف قرآن ہونے کے ناطے من گھڑت اور جعلی ثابت ہوئی۔ اب آگے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ حدیث ان اماموں نے بنائی کیوں؟ محترمین یہ امام اپنا فلسفہ جھاڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور

پسلی کا اوپر کا حصہ نہایت ٹیڑھا (آدھا گول) ہوتا ہے آپ اسے اگر سیدھا کرنا چاہیں گے تو وہ ٹوٹ جائے گا مگر سیدھی نہیں ہوگی۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں عورتوں کے لئے وصیت کی ہے۔ قارئین حضرات حدیث کی عبارت پر غور کریں گے تو اس میں کئی پیچ اور کنائے پائیں گے۔ ایک عورت کا ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہونا تو قرآن نے جھوٹا ثابت کر ہی دیا، لیکن حدیث بنانے والے کاریگروں کا اس طرح کا مفہوم دینے کا مقصد ہے کہ عورت کا کردار اٹھنا بیٹھنا اگر تمہیں سیدھا نظر نہ آئے، اور ٹیڑھا پن محسوس ہو تو اسے اس کی ڈگر پر چھوڑ دو۔ آپ اگر اس کی اصلاح کریں گے اور اسے سیدھا کریں گے تو اس کی خلقت اور پیدائش ہی ٹیڑھی ہے اس لئے وہ سدھرنے کے بجائے ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے رسول نے فرمایا ہے ان کا خیال رکھیں کہ ٹوٹنے نہ پایئے۔ اب رسول نے گویا حکم دیا کہ ان کو ان کے حال پر رہنے دیں انکا سیدھا ہونا مشکل ہے۔

محترم قارئین! ملاحظہ فرمایا ان حدیث سازوں کا فنِ امامت؟ غور فرمایئے کہ ان بدبختوں نے عمل پیدائش کی جھوٹی تفاصیل سے کس طرح عورتوں کی بے راہ روی پر رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرادی کہ یہ سیدھی نہیں ہوگی ان کو ٹیڑھے ہی راستوں پر چلنے دیں۔ یہ ہیں ہمارے امام جن کے ہاں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک متعہ جائز تھا اور بعض کے ہاں ابھی تک جائز ہے۔ حنفی اماموں کی فقہ میں ہنسی مذاق میں نکاح کرکے پھر ہنسی مذاق میں طلاق دے دینا بھی جائز ہے۔ (کتاب الآثار)

محترم قارئین! پوری امت مسلمہ کو ان حدیث ساز اماموں کی جعلی سوانح کے ذریعے باور کرایا گیا ہے کہ یہ لوگ چالیس چالیس سال تک اپنی زندگی میں رات کو عشا کی نماز کے وضو سے ہی فجر کی نماز پڑھتے تھے اور پوری رات میں نفل نماز کے دوران قرآن کا ختم کرلیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

ان کے قدس سرہ قسم کے امام الاتقیاء (مصلحتاً جھوٹ بولنے والے) نے بیویوں کو اس لئے بھی طلاق دیدی کہ ان کے رات کے نوافل پڑھنے میں وہ رکاوٹ بن رہی تھیں۔ اگر ان لوگوں کی ایسی مثالوں پر کچھ لکھا جائے تو کئی ضخیم جلدوں والی کتابیں وجود میں آئے گی۔ بلکہ موجود بھی ہے۔ سو ایسی حدیث میں جو ان راوی اماموں نے یہ جھوٹ بنام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لکھا ہے کہ جو عورتیں بے راہ روی اور بدکاری کی طرف چل



پڑیں اور تم ان کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کی بے راہ روی اور ٹیڑھا پن ختم کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائیں گی، مر جائیں گی لیکن سیدھی نہیں ہوں گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے تمہیں وصیت کرتے ہیں کہ ان کو ایسے ٹیڑھا ہی رہنے دو۔ محترم قارئین اللہ بڑا خبیر و بصیر و حکیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فارس کی شکست خوردہ یہ دانشور امام مافیا امت مسلمہ سے بدلہ لینے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلم امت سے ایک طرف قرآن چھیننے کے لئے قرآن کے لئے مثلہ معہ اور وحی خفی کے نام پر قرآن کی ہدایات کے خلاف نیا نصاب لائیں گے اور اللہ عزوجل یہ بھی جانتے تھے کہ ان کی امامی تحریک کا اہم رکن امام بخاری اپنی کتاب مجموعہ احادیث بنام صحیح بخاری میں اپنے استاد روایت ساز اماموں کی یہ حدیث مسلم امت کے معاشرہ اور سماجی اخلاق بگاڑنے کے لئے بدکردار عورتوں کے لئے رسول کے نام پر ان کو چھوٹ دینے کی سفارش والی حدیث بھی شامل کریگا۔ تو ان اماموں کی حدیث کے رد کے طور پر قرآن حکیم کی سورۃ نساء کی 34 نمبر آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث ساز امام لوگ میرے رسول پر غلط بہتان لگاتے ہیں کہ اس نے ٹیڑھے کردار والی عورتوں کو سیدھا کرنے سے روکا ہے اس لئے فرمایا کہ **وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا 4/34**

یعنی جن عورتوں کے لئے تمہیں اندیشہ ہو بگڑ جانے، اکھڑ جانے، راہ راست سے ہٹ جانے کا (تو کوئی مشکل مسئلہ نہیں یہ راہ راست پر آسکتی ہیں) انہیں پہلے تو نصیحت کرو بدکرداری اور نیک کرداری کے نتائج سے آگاہ کرو سمجھاؤ اگر اس سے بات نہ بن پائے تو انہیں شب گزاری کے لئے علیحدہ چھوڑ دو۔ پھر اگر یہ نسخہ بھی کام نہ دے تو پنچائتی عدالت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مار پٹائی سے کام لے۔ جب اس فارمولے کے بعد وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو اس کے بعد تمہیں انہیں کچھ بھی کہنے کا حق نہیں پہنچتا۔ تمہارے درمیان کی خلفشار دور کرنے یا طلاق کے فیصلوں کا اختیار علی الاطلاق نہ بیوی کو ہے نہ شوہر کو ہے۔ یہ معاملہ پنچائتی فیملی کورٹ عدالت طے کرے گی جس کے ممبر اور جج بطور امین کے، بیوی اور شوہر کی صوابدید پر مقرر کئے جائیں گے۔ ملاحظہ ہو سورۃ نساء آیت نمبر 35۔

امام بخاری کی اس حدیث میں عورتوں کو جو لاعلاج قسم کا معاشرتی کینسر بنا کر

پیش کیا گیا ہے اس کا رد سورۃ نساء کی آیت نمبر 34 میں بھی بہتر طریقے پر ہوتا ہے جس میں فرمان ہے کہ **اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ** یعنی مرد حضرات عورتوں کی حیثیت شخصیت پرستشی بنانے میں اور ان کی گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے میں اُن کی ہر طرح کی ضروریات کی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ **بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ** یعنی کچھ فضلتیں مردوں میں عورتوں سے زیادہ ہیں تو کچھ فضائل میں عورتیں مردوں پر زیادہ درجہ رکھتی ہیں۔ یہاں اس آیت میں اللہ نے عورتوں کی جو فضلتیں گنوائی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کا تقاضا ہے کہ مرد عورت کو گھر بیٹھے سارے گھر کے اخراجات و ضروریات کی کفالت کر کے دے۔ کیونکہ گھریلو مسائل کو سنبھالنے میں قرآن نے عورتوں کی دو خصوصی خصلتیں گنوائی ہیں کہ صالح عورتیں اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے میں نہایت مستعد ہیں اور اس کے ساتھ **حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ** بھی ہیں یعنی مرد کے پس پشت گھر کی حفاظت اور اپنی عصمت و عفت کی بھی محافظ ہیں۔ یعنی عورتوں میں مردوں سے زیادہ گھر چلانے کا سلیقہ بھی ہے اور باہر کی مشقت والی مزدوری میں اگر مرد عورت سے زیادہ کما سکتا ہے تو اسے قرآن نے **قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ** بنایا ہے یعنی عورتوں کو گھر بیٹھے ضروریات میسر کر کے دے عام مترجم اور مفسروں نے **قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ** کے معنی حاکم، تھانے دار کی طرح کئے ہیں۔ اس لئے قوام اور قوم کے تفصیلی معنی میرے مضمون ''نظریہ قومیت قرآن کی نظر میں'' پڑھا جائے جو ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن حکیم نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 35 میں عورتوں کے لئے وہ ساری فضیلتیں گنوائی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں وہ بھی برابر کے طور پر۔ فرمان ہے کہ **اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ** 33/35 اس آیت میں قرآن کریم نے تو امام بخاری اور اس کے اساتذہ جنہوں نے یہ حدیث گھڑی ہے کہ ''عورت ٹیڑھی ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہیں ہو سکتی'' سب پر کلہاڑے کا وار کیا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ ہر معاملے میں مرد کی طرح ہے۔

### ﴿علم آثار قدیمہ کے بارے میں حدیثوں کا قرآن سے ٹکراؤ﴾

امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں ایک باب باندھا ہے جس کے عنوان



یا ترجمۃ الباب میں اس نے حسب عادت قرآن کے منتشر ٹکڑے ملائے ہیں جس سے وہ اپنی مدعا ثابت کرنے کی حرفت کرتا ہے۔ ایک جملہ سورۃ ہود کی آیت نمبر 61 کا لایا ہے **وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا** پھر اسی جگہ سورۃ حجر کی آیت نمبر 80 کا ٹکڑا ملایا ہے **وَكَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ** پھر آگے خود ربط ملاتا ہے کہ یہ موضع ثمود ہے یعنی ثمود قوم کی جغرافیائی زمین ہے۔ محترم یہ امام بخاری صاحب کا تحکم ہے۔ قرآن میں قوم ثمود کا 26 بار ذکر آیا ہے اور کہیں بھی اس کے ساتھ اصحاب حجر اور حجر کی زمین کو قرآن نے ساتھ نہیں ملایا۔ لیکن امام بخاری کا ثمود اور حجر کو ملانے کا فیصلہ دینا یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ یہ موضوع ارض القرآن اور تاریخ القرآن سے متعلق ہے۔ میرا اب موضوع ہے صرف ان حدیثوں کو ظاہر کرنا جو خلاف قرآن لکھی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ یہ ثابت کرنا کہ ان اماموں نے یہ خلاف قرآن حدیثیں کن مقاصد کے لئے بنائی ہیں اس لئے قوم ثمود اور اصحاب الحجر کے غلط جوڑ کے پس منظر پر جب بھی لکھوں گا تو وہاں بخاری کے خلاف اس غیر قرآنی ربط پر بھی لکھوں گا۔

محترم عالی مقام! اس باب میں بخاری کل پانچ حدیثیں لایا ہے باب کا نمبر ہے 320 اور حدیثوں کے نمبر ہیں 602 سے لے کر 606 تک۔ پہلی حدیث میں تو بخاری قوم ثمود کے اُس آدمی کا تعارف کراتا ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کٹوائے تھے کہ وہ ایسا تھا جس طرح ابوزمعہ بڑی قبائلی طاقت والا ہے۔ اب مجموعی طور پر تو انبیاءؑ کی مخالفت کے لئے قرآن نے مخالف کلاس کا ذکر کیا ہے کہ۔ **قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ** یہ لفظ ملاء پیٹ بھرے لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جس کا مصداق مفت خور پرائی کمائی کا استحصال کر کے پلنے والے جاگیردار، سرمایہ دار، احبار اور رہبان بنتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن حکیم نے کس طرح ان کا تعارف کرایا ہے کہ لفظ **ملاء** ☆ان سب پر یکساں فٹ آتا ہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ملاء کی تشریح میں ایک فرد کا معین نام لینا یہ اسلوب قرآن کے خلاف نظر آتا ہے۔ اور یہ بھی کہ ملاء والی کلاس اور ان کا نام کوئی ڈھکے چھپے مفہوم والا، مغلق لفظ بھی نہیں ہے۔ جو اس کی ایسی وضاحت کی جائے کہ دو سو سال بعد کا بخاری یا اس کے

---

☆عرب ممالک میں آج بھی قہوہ دینے والے ساقی کو کہنا پڑتا ہے **یملا** بھر دے وہ جواب میں کہتا ہے **ملیت**، بھر دی۔ ملا جمع ملاؤن ان کو کہا جاتا ہے جن کے برتن اور مخازن اشیاء رزق سے لبریز ہوں۔ مولوی کو جو ملا کہا جاتا ہے۔ اس نسبت سے کہ کسی زمانے میں اس کی کھوپڑی علم سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔

استاد دیگر امام خود بھی ابوزمعہ کو اچھی طرح نہ پہنچانتے ہوں اور ہم آج پندرھویں صدی کے لوگ لفظ ملاء کی کچھ تو تشریح کر سکتے ہیں مگر حدیث میں لایا ہوا ابوزمعہ سے کچھ بھی پتہ نہیں چلتا اور یہ تو ایسے ہوا جیسے مفصل چیز کی تعریف مبہم چیز سے کرنا۔ سو یہ انداز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عالم قرآن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور اقوال ابدی روشنی دینے والے ہیں۔ تو ''ملاء'' اور ابوزمعہ میں بڑا فرق ہے۔ ملاء قرآن اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا تعارفی لفظ ہے اور ابوزمعہ ایرانی اماموں کی حدیثوں کی ایجاد کا کرشمہ ہے اور ملاء کی تشریح سارے پیٹ بھرے ہوئے گوداموں کے مالکوں پر فٹ آتی ہے۔

جہاں تک انقلاب دشمنوں کے سرغنہ کے نام لینے کی بات ہے تو وہ قرآن نے جب ابولہب کا ذکر کیا تو اس کے نام کے ساتھ اس کی مالداری اور انقلاب کے خلاف مال خرچ کرنے اور دیگر سازشوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز اس کی انقلاب دشمنی میں جو اس کی بیوی اس کی قوت بازو بنی ہوئی تھی قرآن نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ قرآن کی اس طرح مثال دینے میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ابولہب دولت اور مال داری کے بل بوتے پر انقلاب کے خلاف کام کر رہا تھا۔ یہ بات حدیث کے تعارف کندہ ابوزمعہ میں نہیں ہے۔ جس کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ عزت والا تھا اور طاقت والا آدمی تھا جبکہ یہ دونوں چیزیں غیر دولتمند آدمی کو دیگر اوصاف کی بنیاد پر حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب قرآن نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور کے مثالی انقلاب دشمن کا نام لیکر اسے نشان زد کر دیا تو حدیثیں بنانے والوں کو اس کا نام لینے میں تکلیف اس لئے ہوتی ہے کہ قرآن کے آشکارا کئے ہوئے اسلام دشمن کو کیوں سامنے لائے وہ تو ان کے کیمپ کا فرد ہوا۔ یہ حدیث اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تو وہ یقیناً ابولہب کا نام لیتے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ 50/45 یعنی جنہیں اللہ کے وعید کا کچھ بھرم ہو، انہیں قرآن سے ہی نصیحت کر۔ آگے حدیث نمبر 603 سے لیکر 606 تک پانچوں حدیثوں کا ایک ساتھ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث نمبر 603 کے مطابق غزوہ تبوک کے موقع پر مقام حجر پر نازل ہوئی اور وہاں منزل انداز ہوئے تو صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی وہاں کے کنویں سے پانی نہ پیئے اور نہ اپنے مشکیزوں میں بھرے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم



نے مشکیزے بھی بھر لئے ہیں اور آٹا بھی گوندھ لیا ہے۔ تو رسول اللہ نے حکم فرمایا کہ آٹا پھینک دو اور مشکیزوں والا پانی گرادو اور کوئی طعام بھی تیار کیا ہے تو وہ بھی پھینک دو۔ آگے حدیث نمبر 604 میں ہے کہ رسول اللہ لوگوں کے ساتھ جب ثمود الحجر کے مقام سے گزرے تو اصحاب کو حکم دیا کہ جس نے بھی یہاں کے کنویں سے پانی بھرا ہے وہ گرادے اور اگر آٹا گوندھا ہے تو وہ اونٹوں کو کھلا دے اور اصحاب کو اس کنویں سے پانی پینے کا حکم دیا جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیتی تھی۔ حدیث نمبر 605 میں ہے کہ رسول اللہ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا کہ ظالم لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہوں اگر وہاں سے گزرو تو روتے ہوئے گزریں کہ کہیں تم پر ایسی مصیبت نہ آئے جو ان پر آئی تھی۔

آپ رسول اللہ اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے سر مبارک کو کپڑے سے لپیٹ کر گزرے۔ حدیث نمبر 606 کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مقام حجر سے گزرتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ظالم لوگوں کے ٹھکانوں سے گزرو، جہاں انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو وہاں سے روتے ہوئے گزرو تا کہ تم پر بھی ایسی مصیبت نہ آئے۔

محترم قارئین یہاں تک جملہ حدیثوں کا خلاصہ ختم۔ آپ نے سب حدیثوں میں ملاحظہ کیا کہ یہ جملہ حدیث ساز امام اگلی ہلاک شدہ قوموں کے ٹھکانوں سے منہ لپیٹے ہوئے گزرنے اور روتے ہوئے گزرنے اور توبہ توبہ کرتے ہوئے گزرنے کی نصیحت کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ اصل میں یہ امام علم آرکیالوجی (آثار قدیمہ) پر ریسرچ کے قرآنی حکم سے مسلم امہ کو روک رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن نے تو قوموں کے عروج وزوال کے اسباب پر تحقیق کر کے خود کو اور بعد میں آنے والی نسلوں کو اسباب ترقی وزوال سے آشنا کر کے زوال سے بچنے کی تعلیم دی ہے، یہ امامی تحریک والے مافیا کے افراد اس سے روکنا چاہتے ہیں۔ قرآن حکیم حکم دیتا ہے کہ گھر سے تیاری کر کے خاص کر ان مقامات پر جاؤ جہاں اگلی نافرمان قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ حکم دیا کہ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ 22/46 یعنی یہ لوگ کیوں زمین میں سیر و سیاحت نہیں کرتے جس سے ان کے دلوں میں عقل وفہم پیدا ہو شعور پیدا ہو۔ قرآن نے فرمایا کہ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ 15/80-82

یعنی حجر والوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور ہماری آیات کو بھی جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا اور یہ لوگ تو وہ تھے جو پہاڑوں کو چھید کر بڑے امن وسکون والے ماربل کے گھر بنا کر ان میں رہتے تھے۔ تو قرآن نے حکم دیا کہ **اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّةً** 30/9

یعنی یہ کیوں نہیں سیر کرتے زمین میں ان اقوام کے ٹھکانوں پر جو تم سے زیادہ طاقت ور گزر چکی ہیں یعنی مکذبین اور مجرمین قوموں کے علاقوں میں جاؤ اور ریسرچ کرو اگر وہ فزیکلی زندہ ہیں اور شکستوں کی وجہ سے زندہ لاشوں کی طرح پھر رہے ہیں تو ان کے ماضی وحال پر غور کرو اگر وہ جسمانی طور پر زندہ نہیں بھی ہیں تو ان کے محلات کے کھنڈرات پر ریسرچ کرو۔ اور فرمایا کہ : **فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ مَکْرِھِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰھُمْ وَقَوْمَھُمْ اَجْمَعِیْنَ** 27/51 اے قرآن کے مخاطب جاؤ اور دیکھو کہ کس طرح انقلاب دشمنوں کی تدبیروں کا حشر ہوا اور یہ بھی جا کر دیکھو کہ ہم نے ان کے منصوبوں اور ان کی قوم کا کیا حشر کیا اور کس طرح ان کی جڑ اکھاڑ دی۔

محترمین عالی مقام! آثار قدیمہ کی ریسرچ کا بڑا گہرا علم ہے جس میں تباہ شدہ اقوام کے شہر، محلات، گلیاں، محلات کے کمرے، صحن، کچن، باتھ روم، ڈائننگ ہال، عمارات کی اینٹوں، پتھروں مطلب یہ کہ ان کی ایک ایک ٹھکری پر تحقیق ہوتی ہے جن سے ان کے مکینوں کی بود وباش کا پتہ لگتا ہے۔ ان کی تہذیب وکلچر کا پتہ لگتا ہے، ان کے عروج وزوال کے زاویے متعین ہوتے ہیں۔ قرآن حکم دیتا ہے کہ یہ لوگ تھے **کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّةً** تم سے زیادہ طاقتور بھی تھے جب ان پر ہماری گرفت پڑی تو بھسم ہو گئے **کعصف ماکول** سڑے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔ تو لازم ہے کہ ان کی نافرمانیوں پر بھی جا کر ریسرچ کرو کہ کیونکر وہ فنا ہوئے؟ اور اس علم آرکیالوجی سے اللہ قرآن کے ذریعے ہمیں اپنے مستقبل بچانے اور سنوارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہ یہ امامت کے نام سے مسلم امت میں گھسے ہوئے لوگ ایسی حدیثیں بنا کر رسول کے نام سے کہہ رہے ہیں کہ عذاب کردہ سابق قوموں کے ٹھکانوں سے کپڑا اوڑھ کر روتے ہوئے گذر جاؤ۔ ادھر قرآن کہتا ہے کہ جاؤ سیر کرو ان تباہ شدہ اقوام کے ڈیروں پر کیمپ لگاؤ، تحقیق کرو۔ کہ **کیف دمرنا ھم** ہم نے کس طرح ان کو پچھاڑا ہے۔



محترم قارئین! قرآن نے بارہ مقامات سے زیادہ ان عذاب میں تباہ شدہ قوموں کے ٹھکانوں پر جا کر اسباب زوال کی تفتیش کا حکم دیا ہے اور اس کے مقابلے میں آپ امامی تحریک والوں کی حدیثوں پر غور کریں کہ وہ قرآن کی اس تعلیم کے خلاف اب کیا گل کھلا رہے ہیں کہ ان علاقوں کے کنوؤں کا پانی بھی نہ پیو۔ دیکھا ان اماموں کی عقل اور ان کا علم کہ جرم تو کیا صدیوں ہزاروں سال پہلے کی قوم نے اور اس کی سزا پانی کو ملی آخر اس زمین کے پانی نے کیا قصور کیا جسے امامان فارس نے پلید اور حرام قرار دیا۔ اسے کہتے ہیں کہ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ مطلب یہ کہ ان کی حدیثیں قرآن کے علم آرکیالوجی وآثار قدیمہ میں کھوج اور تحقیق کر کے قوموں کے اسباب عروج وزوال کے انکشاف کو روکنا ہے۔

## ﴿چوری اور زنا جنت ملنے میں رکاوٹ نہیں بنیں گی﴾

**عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال جبرئیل من مات من امتک لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ اولم یدخل النار قال وان زنی وان سرق قال وان** (حدیث نمبر 455 کتاب بدء الخلق باب 290 دینی کتب خانہ 38 اردو بازار لاہور (بخاری)

خلاصہ : ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے جبرئیل نے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو بھی کوئی اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا یا وہ جہنم کی آگ میں نہیں داخل ہو گا۔ تو ابوذرؓ نے عرض کیا کہ چاہے اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟۔ تو جواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں چاہے (زنا کیا ہو یا چوری کی ہو)

تنقید وتبصرہ: محترم قارئین! آپ نے اس حدیث میں ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح حدیث بنانے والوں نے اپنی امامت کے کرتب دکھائے ہیں کہ زنا اور چوری کے ذہنی نظریاتی اور فکری جوہر کو شرک کے مفہوم سے الگ کر کے انہیں معمولی شئے بنا کر کہا کہ امت محمدیہ کے لوگ اگر شرک باللہ نہ کریں اور چاہے زنا اور چوری کرتے ہوں وہ جنت میں جائیں گے۔ وہ دوزخ میں داخل نہیں کئے جائیں گے۔ جبکہ قرآن حکیم نے شرک اور زنا کو ایک ہی درجہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ نور کی آیت نمبر 3 **اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً**

وَّالزَّانِيَةُ لَايَنْكِحُهَآاِلَّازَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ "یعنی زانی شخص شادی بیاہ نہیں کرسکتا سوائے زانی عورت کے اور مشرکہ عورت سے اور زانیہ عورت شادی بیاہ نہیں کرسکتی سوائے زانی مرد کے یا مشرک مرد کے۔

محترم عالی مقام! اس آیت پر غور فرمایا جائے تو قرآن کی نظر میں زانی اور مشرک مرد اور عورت کی ذہنیت ایک ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے قانون کے ساتھ ملاوٹ اور اس میں ترمیم وتبدیلی کے خواہاں افراد وہ لوگ ہوں گے جو اپنے افعال اور کرتوتوں کے لحاظ سے زانی ہوں گے زنا اور شرک گویا ایک ذہنی منبع کے جرائم ہیں یعنی زانی شخص ہی سوچے گا کہ قرآن کی سزا (مِائَةَ جَلْدَة۔) سوکوڑوں کی جگہ ایسی سزا بطور بدل مقرر کی جائے جس کا وقوع اور نفاذ ہی ممکن نہ ہو۔ نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ قرآن نے ثابت کر کے دکھایا کہ شرک اور زنا کے مرتکب لوگوں کی ذہنیت پر غور کریں گے تو دونوں کے فکری وذہنی رجحانات ایک طرح کے نظر آئیں گے۔ یہ حدیث ساز امام لوگ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مسلم امت کو شرک کی راہ پر لانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کو شرک کی بندش والی حدیث بنا کر دو، پھر ساتھ ساتھ زنا اور چوری کا پرمٹ بھی دیا جائے کہ شرک نہ کر کے زناکار اور چور جنت میں جائے گا۔ یعنی اتنے بڑے جرائم کا مرتکب دوزخ سے بچ جاتا ہے اور جنت کا بھی مستحق بن جاتا ہے۔ اس طرح امام صاحبان نے ایسی قرآن مخالف حدیث بنا کر امت مسلمہ کو زنا کے ذریعے شرک پر بھی لا کھڑا کیا ہے۔

محترم قارئین! میں یاد دلاتا چلوں کہ شرک کے معنی ہیں قوانینِ قرآن میں ترمیم و تبدیلی۔ جس طرح ان اماموں نے قرآن کی بیان کردہ زنا کی سزا سوکوڑے کو شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے درمیان بانٹ کر رجم کی سزا یعنی موت تک پتھراؤ کی سزا اپنی تیار کردہ حدیثوں کے ذریعے ایجاد کی ہے تو حقیقت میں اسی عمل کا نام ہی شرک ہے۔ کہ قرآن کے مقابلہ میں اپنی تجویز کی ہوئی سزا کا قانون امامی علوم کے نام سے میدان میں لایا گیا ہے۔

محترم قارئین آپ نے شرک اور زنا کی ذہنی یک جہتی تو سورۃ نور کے حوالہ سے پڑھی۔ اب آیئے علم حدیث میں اماموں نے چوری کرنے کے جرم کی بھی معافی دلائی ہے اور چوروں کو بھی جنت کا پرمٹ دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں چاہے (زنا کیا ہو یا چوری کی ہو تب بھی جنت میں جائے گا) تو آیئے قرآن میں



جھانکیں کہ وہ چوروں کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ ممتحنۃ آیت نمبر 12 فرمان ہے کہ۔ يَآيُّهَا النَّبِيُّ اِذَاجَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّايُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًاوَّلَايَسْرِقْنَ وَلَايَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَايَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْلَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ "61/12

اے نبی جب مومن عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم ان سے انقلابی پیشوا کی حیثیت سے بیعت لو ان سے عہد لو کہ وہ اللہ کے (قوانین کے) ساتھ دیگر قوانین کو شریک نہیں کریں گی اور چوری بھی نہیں کریں گی، اور نہ ہی زنا کا ارتکاب کریں گی اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور ایسا بہتان بھی نہیں باندھیں گی جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اور تیری نافرمانی بھی نہیں کریں گی قوانین کے معاملے میں (کیوں کہ تو ان قوانین کو نافذ کرنے والا حکمران بھی ہے) ان شرائط پر ان سے عہد و پیمان لو اور بعد از بیعت آپ کے نظام کی طرف سے ان کو تحفظ ملنا لازم ہے جو نظام خداوندی جملہ رعیت کے لئے ڈھال کی طرح محافظ اور مہربان ہے۔

غور فرمایا آپ نے کہ مومنات سے بیعت کے دوران زنا، چوری، شرک اور اولاد کے حقوق کی حفاظت اور بہتان بازی سے دور رہنا اور قوانین خداوندی کی نافرمانی سے بچنا یہ کتنی ایک جامع قسم کی بیعت ہے۔ جو بھی شخص ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ریاست کے قوانین کی خلاف ورزی کی سزا پائے گا۔ تو یہ امام لوگ اپنی من گھڑت علم حدیث وفقہ کے ذریعہ رعیت کے لوگوں کو اکسا رہے ہیں کہ شرک سے بچو گے تو جنت مل جائے گی چہ جائیکہ تم نے زنا اور چوری ہی کیوں نہ کی ہو۔ محترم قارئین! میں اپنی بات کو پھر دہراتا ہوں کہ شرک کے معنی ہیں اللہ کے قوانین کے ہوتے ہوئے غیر خداوندی قوانین کے پیچھے چلنا اور وہ غیر خداوندی قوانین آپ اس حدیث میں دیکھ رہے ہیں۔ کہ اللہ کے قانون کے خلاف ان اماموں نے زنا اور چوری کے مرتکب کو جنت کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص جب زنا اور چوری یا دیگر جرائم کرے گا جن کی اوپر کی آیت میں تفصیل آپ نے پڑھی تو لازماً اسٹیٹ کے ذمہ دار لوگ اس کو سزا دیں گے۔ پھر سزا سے بچنے کے لئے مجرم قرآنی آیات کو یا تو منسوخ کرائیں گے یا انعام اور احسان کی

من گھڑت حدیثیں جو اماموں نے بنا رکھی ہیں، وہ ان کی ڈھارس پر مزید گناہ کرتے رہیں گے۔ پھر قانون سازی قرآن کے بجائے ان کی حدیثوں کے ذریعے کرائی جائے گی جیسے کہ صدیوں سے منگولوں کے غلبہ کے بعد قرآنی قانون کی جگہ فارسی اماموں کی بنائی ہوئی حدیثوں کو قانون سازی کا اصل منبع قرار دیا ہوا ہے اور جرائم پیشہ لوگوں کو شرک کے معنی صرف یہ سمجھایا ہے کہ قبروں پر منتیں نہ مانو۔ قرآنی قوانین کی جگہ کوئی دوسرے قانون ماننا اسے تو مسلم امت شرک میں سے شمار ہی نہیں کرتے جبکہ بڑے سے بڑا شرک ہے قرآن کی جگہ دوسرے علوم کو اصل دین ماننا۔

حدیث ساز اماموں کے علم کا دیوالیہ پن یا امۃ مسلمہ کو بیوقوف بنانے کے حیلے

**حدثنا محمد بن مقاتل اخبر نا عبدالله اخبرنا محمد عن همام بن منيبه عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلے الله عليه و سلم اول زمرة تلج الجنة صورتهم على صورة القمرليلة البدر لا يبصقون فيها ولا يمتخطون ولا يتغوطون آنيتهم فيها الذهب امشاطهم من الذهب والفضة ومجامرهم الالوة ورشحهم المسك ولكل واحد منهم زوجتان يرى مخ سواقهما من وراء اللحم من الحسن لا اختلاف بينهم ولا تباغضن قلوبهم قلب واحد يسبحون الله بكرة وعشيا /** (حدیث نمبر 478 باب 292 کتاب بدا الخلق بخاری)

خلاصہ حدیث: ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی شکل چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی۔ وہ ایسے ہوں گے کہ نہ منہ سے تھوکیں گے اور نہ ان کو بلغم یا ریشہ ہوگا اور نہ ہی پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور کنگھیاں بھی سونے اور چاندی کے ہوں گی۔ اور ان کے چولہوں میں عود کی لکڑیاں سلگتی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح کا خوشبودار ہوگا۔ اور ہر ایک جنتی کی دو، دو بیویاں ہوں گی اور وہ اتنی حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کے اندر جو ہڈی ہے ان ہڈیوں کے اندر جو گودا ہے وہ بھی باہر سے دیکھنے والوں کو نظر آئے گا۔ گودا سے باہر کی ہڈی اور گوشت گویا کہ اتنا لطیف اور شفاف ہوگا جو گودا بھی صاف صاف نظر آئے گا۔ سب جنتیوں کی سوچ ایک طرح کی ہوگی۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور سوچنے اور چاہت



کی تمنا بھی ایک طرح کی ہوگی اور یہ جنتی لوگ صبح وشام تسبیح پڑھتے ہوں گے۔

وہ آیات قرآنی جن کے خلاف یہ حدیث ہے۔

**كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ 44/54**

**مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ 52/20**

**مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا 76/13**

تنقید وتبصرہ: محترم عالی مقام! اس حدیث نمبر 478 کے بعد جو 479 حدیث ہے وہ بھی بالکل اسی حدیث کی طرح ہے۔ فرق صرف ایک جملہ کا ہے کہ اس میں اہل جنت کا پسینہ مشک جیسا خوشبودار ہوگا۔ بعد میں آنے والی حدیث میں نہیں، باقی مواد ایک طرح کا ہے۔ بہر حال یہ تبصرہ دونوں حدیثوں کو خلاف قرآن ثابت کرنے میں یکساں ہے۔ جس سے یہ دونوں حدیثیں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں۔ راوی پہلی حدیث میں لکھتے ہیں کہ جنتی لوگ جنت میں تھوکیں گے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مطلقاً اہل جنت کو بلغم اور ریشہ نہیں ہوگا اور پاخانہ نہیں آئے گا۔ اس طرح تھوک بھی نہیں ہوگا۔ سو اگر پہلی والی حدیث میں **لا يبصقون فيها** یعنی جنت میں نہیں تھوکیں گے پر غور کریں گے تو پھر تھوکنے کے لئے جنت سے باہر جا کر تھوکنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں آیا اور اگر دوسری روایت کی عبارت کی روشنی میں غور کریں گے کہ اہل جنت کے منہ میں تھوک ہوگا ہی نہیں جس طرح پاخانہ اور ریشہ نہیں ہوگا تو اس سے لازم آتا ہے کہ اہل جنت مریض ہوں گے کیونکہ منہ کا خشک رہنا کہ اس میں تراوت ہی نہ ہو تو یہ تندرستی کی علامت تو نہ ہوئی۔ یہ خشکی ایک قسم کا مرض ہے۔

آگے ہے کہ اہل جنت کی انگیٹھیوں میں عود لکڑی کے انگارے جلیں گے۔ اب غور کیا جائے کہ ایک طرف حدیث میں ان حدیث ساز جاہل اماموں نے لکھا ہے کہ اہل جنت کو مشک جیسا خوشبودار پسینہ آئے گا تو پسینہ آنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت کا موسم گرم ہوگا اور آگے یہ امام لوگ لکھتے ہیں کہ جنت میں انگیٹھیوں کے اندر عود لکڑی جلے گی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت کا موسم سرد ہوگا۔ جبکہ قرآن حکیم نے ان اماموں کی علمی رینج کی پردہ فاشی کرتے ہوئے فرمایا کہ جنت کے موسم کا اس سے اندازہ لگاؤ کہ **لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا** یعنی جنت میں نہ دھوپ ہوگی جس سے پسینہ آئے اور نہ

ناقابل برداشت سردی ہوگی جس سے دانت بجنے لگ جائیں کہ انگاروں کے چولہے جلانے پڑ جائیں اور یہ تو طے ہے کہ جنت دنیا جہان کے مقابلہ میں ترقی کے لحاظ سے نہایت ایڈوانس ہوگی۔ تو پھر اس پسماندہ اور بیک ورڈ دنیا میں تو سردی میں گرم ہوا دینے والے ہیٹر چلیں اور ترقی یافتہ جنت میں انگیٹھیوں میں پھونکیں مار مار کر لکڑیاں دھواں دے گی یہ جنت تو دقیانوسی اور نہایت بیک ورڈ ہوگی۔

آگے ان حدیث ساز اماموں نے اپنی اصل ریت یعنی قرآن کی مخالفت کو اجاگر کرنے کے لئے لکھا ہے کہ اہل جنت میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی۔ جبکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ ہر ایک کو جنت میں ایک گھر والی ملے گی۔ ملاحظہ ہو **كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ** 44/54 دوسری جگہ فرمایا کہ **مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ** 52/20

محترم قارئین! عربی زبان میں شادی بیاہ کو جو تزویج کہا جاتا ہے تو زوج کے معنی ایک جوڑے کے ہیں ☆۔ لفظ زوج کے معنی میں ایک بیوی سے زائد کی کوئی گنجائش نہیں کیوں کہ جب بیویاں ایک سے زائد ہو جائیں گی تو جوڑے کا معنی و مفہوم ٹوٹ جائے گا ختم ہو جائے گا۔ لفظ زوج نہ صرف دو عدد کے لئے خاص ہے بلکہ اس میں مکمل برابری یعنی ہم عمری کا بھی مفہوم داخل ہے۔ جوڑ کا معنی ہر لحاظ سے برابر کا جوڑا ہے۔ تو اس ثابت ہوتا ہے کہ محترم رسول اللہ علیہ السلام پر جو بی بی عائشہ سے اس کی چھ سال کی عمر میں منگنی اور نو سال کی عمر میں شادی کی حدیثیں لاتعداد لکھی گئی ہیں وہ ساری کی ساری خلاف قرآن ہونے کے ناطے جھوٹی قرار دی جائیں گی۔ ان احادیث سے رسول اللہ کی سیرت اور بائیوگرافی قرآن کے خلاف لکھی گئی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ اپنے عمل اور سیرت میں قرآن سے ایک ذرہ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے (مسلم امت کی تاریخ کا ان حدیث سازوں نے جو تیاپانچا کیا ہے اس پر میں نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ کے وہ معنی جو قرآن نے بتائے'' میں مضمون لکھا ہے وہ ملاحظہ کیا جائے)

---

☆ میرے دوست فرہاد صاحب کہتے ہیں کہ میں عرب دکاندار کے سامنے بیٹھا جوتا خرید رہا تھا تو ایک جوتا فٹ آ رہا تھا دوسرا تنگ لگ رہا تھا، میں نے دکاندار سے پوچھا۔ اس نے دیکھ کر کہا **ھذا زوج مال ھذا** یہ تو اس کا جوڑ ہے۔ جو آپ نے ایک پیر میں پہنا ہوا ہے اس کا زوج وہ پڑا ہے۔ زوج کے معنی ہیں جوڑا



ان سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ یہ ایک بیوی رکھنے کی بات پھر دنیا کی زندگی میں کیوں نہیں رکھی گئی جبکہ قرآن نے دنیا میں دو دو تین تین اور چار چار شادیوں کی اجازت دے رکھی ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے دنیا کی زندگی میں وہ افراتفری ہے جو آخرت کی زندگی میں نہیں ہے۔ یہاں لڑائیاں جنگیں، قتل عام، نسل کشی اور لڑائیوں کی وجہ سے بیوہ عورتوں کی ان گنت تعداد اور یتیموں کے لشکر ہوتے ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ جنگ عظیم دوم میں برطانیہ نے جرمن آبادی کو نیست نابود کیا تو ہٹلر کو اپنے قومی وجود کا خطرہ پڑ گیا تو اس نے جرمن نسل بچانے اور بڑھانے کے لئے جرمن ملک کے ہر شہر کی میونسپلٹی کو حکم دیا کہ وہ شہر شہر میں چکلے کھولیں اور جرمن قوم کو بڑھائیں۔ جبکہ ایسی صورتحال میں قرآن نے حکم دیا کہ **وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى** 4/3 اگر تمہارے معاشرے میں لڑائیوں کی وجہ سے بے سہارا اور بیوہ عورتوں کی تعداد بڑھ جائے جن کا کوئی پرسان حال نہ ہو تو ایسی صورتحال میں سہارا، تحفظ اور کفالت دینے کے لئے دو دو تین تین چار چار شادیاں کرو۔ وہ بھی اس حال میں کہ ان کے درمیان عدل کر سکو۔ اگر عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ بہرحال آپ نے اوپر سورۃ دخان اور سورۃ الطّور کے حوالہ سے پڑھا اہل جنت کو ایک ایک بیوی دی جائے گی۔ تو ان دو آیتوں کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں خلاف قرآن ہونے کے ناطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہو نہیں سکتی۔

آگے ان دونوں حدیثوں میں حدیث ساز اماموں نے اپنی علمیت کا کمال دکھاتے ہوئے لکھا ہے کہ جنت کی ان حوروں کی پنڈلیوں میں باہر کی چمڑی کے اندر گوشت پھر گوشت کے اندر کی ہڈی پھر اس ہڈی کے اندر جو گودا ہے وہ بھی باہر سے صاف صاف نظر آئے گا۔ ملاحظہ فرمائیں محترم قارئین! حوروں کے حسن کی اماموں نے کیسی تصویر کشی کی ہے۔ حسن تو ہوتا ہی باہر کی بناوٹ اور چمڑی سے ہے۔ اگر کسی بھی فرد خواہ مذکر ہو یا مؤنث کی باہر سے اندورنی جسم کی جملہ مشینری، آنتیں، گردے اوجھری، پنڈلیوں کا گودہ اگر نظر آنے لگیں تو وہ حور تو مجسمہ کراہت نظر آنے لگے گی۔ بہرحال اماموں کے اپنے اپنے ذوق ہیں۔ مجھ سے کسی مہربان نے بڑے خرچہ کے بعد رابطہ کیا اور میں نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے فرمایا کہ میں نے آپ کی کتاب فتنہ انکار قرآن پڑھی ہے آگے کے لئے آپ کو یہ کہنا ہے کہ اماموں کے اوپر ہاتھ ہلکا رکھیں سو اس حدیث پر مزید تبصرہ ختم کرتا ہوں

## ﴿حدیث سازوں کی یونس علیہ السلام کے کردار پر انگشت نمائی﴾

جناب قارئین! بخاری کتاب التفسیر کے آخری حصہ میں کل دو حدیثیں لایا ہے ایک ہی باب میں باب کا نمبر ہے 659 اور حدیثوں کا نمبر ہے 1716,1717 پہلی حدیث میں ہے کہ **ما ینبغی لاحدان یقول انی خیر من یونس بن متی** یعنی کسی کو یہ کہنا مناسب نہیں کہ وہ اس طرح کہے کہ میں محمدؐ یونس بن متی سے بہتر ہوں ۔ دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ **من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب** یعنی جس نے کہا کہ میں محمد بہتر ہوں یونس بن متی سے تو اس کہنے والے نے جھوٹ کہا۔ جس آیت کے خلاف یہ حدیث ہے۔ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا** 34/28

تبصرہ وتنقید: قارئین گرامی قدر! ان دونوں حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یونس علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے افضل ہونے سے منع فرما رہے ہیں۔ اس چیز کو عام یا خاص لوگ کیا سمجھیں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ از روئے اپنے مقام اور مرتبہ کے یونس علیہ السلام سے افضل ہیں۔ وہ اس طرح کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ جس طرح کے فرمان الٰہی ہے کہ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا** 34/28۔ محترم یونس علیہ السلام ایک قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے تو قومی رسول سے بین الاقوامی رسول کا مرتبہ یقیناً بڑھ کر ہوگا۔ پھر کس طرح محمد رسول اللہ یونس بن متی سے فضیلت میں افضل نہیں ہیں۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ بخاری کی یہ دونوں حدیثیں جھوٹی ہیں قرآن دشمن حدیثیں ہیں۔ قرآن نے جو محمد عربی کا تعارف کرایا ہے یہ حدیثیں اس تعارف کو مسمار کر رہی ہیں۔ آج کے دور تک قرآن سے جاہل شیخ الحدیث لوگ اپنے **لم یبجھ** طالب علموں کو بخاری کی یہ حدیثیں پڑھاتے ہوئے ان حدیثوں کو جھوٹا قرار دینے کی بجائے ایک تاویلی توجیہہ فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول نے یہ حدیثیں فرما کر کسر نفسی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تو ان حدیثوں کے مسند نشینوں پر قابض قرآن سے امت کو محروم کرنے والوں سے میرا باادب سوال ہے کہ کیا کسر نفسی کے لئے جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حدیث بنائی ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن تو بندے کو دی ہوئی مرتبت اور نعمت کو کسر نفسی کے خیال سے چھپانے



کے عوض سر عام بیان کرنے کے لئے حکم دیتا ہے کہ

**وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** 93/11 تو کیا رسول علیہ السلام اپنی انٹر نیشنل رسالت کو چھپا کر قرآن کی اس آیت کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں؟ جان لینا چاہیئے کہ سارے انبیاء کی جماعت میں بین الاقوامیت کا مقام صرف دو ہستیوں کو ملا ہے ایک ابراہیم سلام علیہ دوسرا محمد سلام علیہ کو۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے کہ۔

| | |
|---|---|
| ستاروں کو کہہ دو کوچ کریں | کیونکہ شمس منور آتا ہے |
| قوموں کے پیغمبر آچکے | اب سب کا پیغمبر آتا ہے |

امام بخاری اور اس کے حدیث ساز استاد، راوی جل بھن کر خلاف قرآن حدیثوں کے بہانے ہمارے رسول کے خلاف کیسی ہی جھوٹی حدیثیں گھڑیں لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مرتبت کا محافظ قرآن ایسے حدیث ساز اماموں کو ڈنکے کی چوٹ پر للکار کر کہتا ہے **مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ** 3/119 یعنی ڈوب مرو اپنی نفرتوں کے غیض میں۔

حدیث سازوں کا یہ بھی مقصد ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں سے حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر قبل از وقت میدان چھوڑ کر چلے جانے کو رد کا جائے۔

## ﴿رسول اللہ پر مکھیوں کا جوس پلانے کا الزام﴾

بخاری میں کتاب **بدأ الخلق** کے نام سے ایک باب ہے، جس کا عنوان ہے **اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسه فان فی احدیٰ جناحیه داء وفی الاخریٰ شفاء**۔ جب آپ کے کسی مشروب میں (پانی دودھ شربت چائے وغیرہ) کوئی مکھی گر جائے تو اسے اس مشروب میں غوطہ دے دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء۔

محترم قارئین! اس باب کا نمبر 300 ہے اور اس کے ذیل میں امام بخاری جو حدیث لایا ہے اس کا نمبر 547 ہے۔ جس کی روایت ابو ہریرہ سے کرائی گئی ہے۔ اس میں وہی باب والی بات رسول اللہ کے نام سے لکھی گئی ہے کہ آپ کے کسی مشروب میں اگر مکھی پڑ جائے تو اسے اس مشروب میں ڈبو دینا چاہیئے اور ڈبونے کے بعد نکال کر پھینکی جائے۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء۔

تنقید و تبصرہ: محترم قارئین! یہ حقیقت سب لوگ جانتے ہیں کہ مکھیاں پیدا ہی غلاظت سے ہوتی ہیں۔ اگر کسی کے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو وہ بیالوجی کے کسی طالب علم سے معلوم کرے۔ اگر بیالوجی کا علم ہمارے مذہبی مدارس کے نصاب میں نہیں ہو تو سارے شیوخ الحدیث اور حدیث کا علم پڑھنے والے طالب علم اپنے پاخانہ کو غور سے دیکھیں کہ اس پر جب مکھیاں بیٹھتی ہیں تو اس دوران پاخانہ کے اوپر انڈے یا بچے دیتی ہیں یا نہیں؟ اور وہیں توالد تناسل کا عمل جاری رہتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آج کل ڈبلیوسی اور کموڈ کا دور ہے وہاں فنائل اور معطر اسپرے بھی سپرے کی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے علم حدیث کے اساتذہ اور طالب علم اس بیالوجی کے مسئلہ کا مشاہدہ کر سکیں یا نہیں۔ البتہ میں اس چیز کا مشاہدہ کر چکا ہوں کہ مکھیاں غلاظت پر بیٹھنے کے دوران سلسلہ نسل بڑھاتی رہتی ہیں۔

محترم قارئین! قرآن حکیم غلاظت کے بارے میں فرماتا ہے کہ پہلے تو فی الفور اسے پانی سے صاف کرو، دھوڈالو۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا اگر پانی میسر نہ ہو تو کسی صاف قسم کے مٹی کے ڈھیلے سے صاف کرو۔ آج کے دور میں مٹی کے ڈھیلے والی جاذبیت ٹشو پیپر میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس لئے اس سے بھی صفائی کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی ہدایت سورۃ نساء کی آیت نمبر 43 میں ہے۔ اور سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 6 میں بھی ہے۔ اب کوئی بتائے کہ قرآن حکیم تو پاخانہ جیسی گندگی کو فی الفور دھو کر صاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ بخارا کا حدیث باز امام پاخانہ جیسی غلاظتوں میں پیدا ہونے والی مکھی کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر حدیث پیش کرتا ہے کہ یہ مکھی اگر تمہارے مشروب میں پڑجائے تو ڈبو کر اس کا عرق اور ست مشروب میں ملا کر پھر باہر نکالا جائے۔ اگر ہم امام بخاری کی اس حدیث کو درست قرار دیں تو پھر یہ مکھی جن غلاظتوں کی رہنے والی ہے، کیا یہ حدیث ساز امام لوگ اپنے مشروب میں وہ شامل فرمائیں گے؟

محترم قارئین! اس حدیث سازی میں جو ذہنیت کارفرما ہے میں اس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اہل فارس عربوں کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔ عرب تو ان کے یمنی گورنر کے ماتحت ذیلی محکوم قوم تھی۔ لڑائیوں میں عربوں نے فارس کو کبھی شکست نہیں دی تھی۔ لیکن جب خاتم الرسل کا انتخاب، اللہ تعالیٰ نے عربوں میں سے کر کے



ان کے ہاتھوں کائناتی منشور قرآن بھیجا اور فارس کو عربوں نے قادسیہ کی جنگ میں شکست دی تو اہل فارس کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ شکست انہیں قرآن کے نظریاتی انقلاب نے دی ہے۔ جس قرآن کو اللہ نے متعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ 17/82 یعنی ہم جو قرآن میں سے مومنین کے لئے نازل کررہے ہیں وہ شفاء اور رحمت ہے۔ تو اہل فارس کے شکست خوردہ امام مافیا قسم کے اکابر نے قرآن سے نفرت کی بنیاد پر غلاظت کی مکھی کے ایک پر میں شفاء ڈال کر حدیث رسول کے نام سے مشہور کر کے دودھ میں چائے میں ملا کر ڈبو کر کہا کہ تمہاری شفاء تمہارے رسول نے اسی میں دی ہے۔ لہٰذا بھر پیٹ پیو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں قرآن نے جو فرمایا ہے کہ یہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مظہر ہیں وہ دعا یہ ہے کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ 2/129 اے ہمارے پالنے والے اس کعبے اور بیت کے انقلابی ہیڈکوارٹر کو بسانے کے لئے ان میں سے کوئی ایسا رسول بھیج جوان پر تیری وحی متلو آیات تلاوت کرے اور تیری کتاب وحی کی حکمت کی تعلیم ان کو سکھائے اور مکہ اور اہل حجاز کا تزکیہ کرے۔ تحقیق تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

قارئین کرام کیا رسول اللہ کا تزکیہ امت والوں کے لئے غلاظت بھری مکھیوں کا عرق پلانے سے ہوگا۔ قرآن نے رسول علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ 7/157 یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اصلاحی تعلیم کے ذریعے ان پر خبیث اور پلید غلاظت بھری چیزوں کو حرام قرار دیگا۔ تو ایسی حدیث بنانے اور اسے درست سمجھ کر پڑھنے پڑھانے والوں کو قرآن کا کچھ تو خیال کرنا چاہیئے۔ مگر وہ تو صریحاً مخالف قرآن روایات کے ذریعے دین اسلام کو مسخ کرنے کے پیچھے لگے ہیں۔ ان روایتوں سے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی دنیا والوں کے سامنے باعث تضحیک و تمسخر بن جاتی ہے۔ لیکن کیا کریں کہ اس امامی مافیا کا مقصد ہی یہی ہے کہ ان بے سروپا باتوں کو حدیث ثابت کر کے آنے والے ترقی یافتہ دور میں ان کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو شرمندہ کیا جائے۔ اس سے ان کی رسالت ہی

مشکوک ہو جائے گی۔

## ﴿مکھیوں کا جوس پیو اور کتے مارو﴾

کتاب **بدء الخلق** کا باب نمبر 300 ہے۔ جس کا نام ہے کہ کسی مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر پھر نکالا جائے بعد میں مشروب پیا جائے۔ اس باب میں کل چھ حدیثیں بخاری لایا ہے۔ جن میں سے پہلی حدیث مکھیوں کے جوس کی ہے جو ہم جدا مضمون میں لکھ چکے ہیں۔ بقیہ پانچ عدد پر اس مضمون میں اپنی گزارشات عرض ہے۔
حدیث نمبر 548 میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک فاحشہ عورت کا گزر ایک پیاسے کتے کے قریب سے ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس کی وجہ سے مر جاتا۔ اسی اثناء میں اس عورت نے اپنا موزہ اپنے دوپٹہ میں باندھ کر اس میں پانی نکالا اور کتے کو پلایا جس سے اس کے بدپیشے والے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

محترم قارئین! سوچنے کا مقام ہے، کہ یہ واقعہ کس علاقہ کا ہے اور کس زمانہ کا ہے؟ یہ واقعہ جغرافیائی لحاظ سے اگر سرزمینِ حجاز کا ہے تو یہ پتھریلا علاقہ ہے اس میں واقع کنوؤں کو سب جانتے ہیں۔ ان کے اندر پانی اتنا نیچا ہوتا ہے کہ اگر دوپٹے میں جوتا یا موزہ باندھ کر پانی نکالنے کی کوشش کی جائے تو پانی تک اُس کا پہنچنا محال ہے ناکامی ہوگی۔ اور دوپٹہ بھی ایک طائفہ، فاحشہ عورت کا، جو ہوتا ہی برائے نام ہے۔ آخر ایک پیشہ ور فاحشہ لمبا چوڑا دوپٹہ پہنے بھی کیوں؟ بالفرض مان لیتے ہیں کہ وہ کسی لمبی چادر میں لپٹی رہتی ہوگی تو اس کی لمبائی زیادہ سے زیادہ آٹھ یا نو فٹ ہی ہو سکتی ہے۔ جس خطہ زمین کے کنوؤں کا پانی آٹھ فٹ کے فاصلہ پر ہو ایسے علاقہ میں پانی کی سطح زیر زمین ہونے کے ناطے پانی جابجا میسر ہونا چاہیئے۔ ایسے علاقہ میں کتوں کا پیاس سے موت کے منہ میں پہنچنا یہ راوی اماموں کا جھوٹ ہی ہو سکتا ہے۔ ہرا ایرا غیرا آدمی اتنا بڑا جھوٹ نہیں بنا سکتا۔ اگر اس حدیث والا واقعہ ارض حجاز اور گلف کے پتھریلے جغرافیہ والے علاقے کے علاوہ کسی اور علاقہ میں ہوا ہے تو رسول اللہ جیسے معلم انسانیت کو قصہ کے اندر جھول اور سقم صاف کر کے واقعہ بیان کرنا چاہیئے تھا۔ ویسے واعظ قسم کے لوگ یہ واقعہ اگلے گزرے ہوئے نبیوں کی امت کی طائفہ کا سناتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ میرا مطالعہ اتنا وسیع نہیں، انہوں نے کہیں یہ روایت مزید تفصیل



کے ساتھ بخاری کے سوا کسی اور امام کی کتاب میں پڑھی ہو، بہر حال گناہ وثواب کی جزا وسزا کا فلسفہ تو قرآن بتاتا ہے کہ انسان کی نیکیوں اور بدیوں کا قیامت میں جدا جدا وزن کیا جائے گا۔ فرمان ہے **فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ○ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ○** 101/6-9 یعنی جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو اس کے مزے ہی مزے ہیں اور جس کے پلڑے میں نیکیاں کم پڑ گئیں ہلکی ہو گئیں تو وہ ذلت کی گہرائیوں میں پھنس جائے گا۔ مطلب کہ جزا یا سزا کے لئے بنیاد بنایا جائے گا۔ نیکی بدی کے اوزان کے بعد پلس مائنس کے نتیجہ پر دارومدار ہے۔

یہاں اس حدیث میں امام بخاری نے ایک فاحشہ عورت کے گناہ معاف کرادئے **یوم المیزان** سے، ہزاروں سال پہلے اس طرح کی خبر عام کرنے سے کہیں یہ امامان حضرات فحاشی اور بے حیائی عام کرنے والے مردوں اور عورتوں کو نجات کا جعلی گر تو نہیں سکھا رہے ہیں؟ بلکہ سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں۔ کہ پیاسے کتوں کو پانی پلانے سے فحاشی کے گناہ مائنس ہو جائیں گے۔ یعنی بدکاری کرو اور کتوں کو پانی پلاؤ اور جنت کے حقدار بنو۔ اگر ہم اس حدیث کی فلاسفی پر اعتبار کریں کہ اس طرح قیامت سے پہلے اس عورت کے لئے میزان کھڑا کیا گیا تو اس عورت کی فحاشی والی سروس میں تو کئی زنا یا فحاشی کے ارتکاب ہوں گے۔ جب ہی تو اس کی شہرت فحاشی کے ساتھ منسلک ہو سکی ہے۔ حدیث میں جو نیکی بتائی گئی ہے (کتے کو پانی پلانے کی) وہ تو ایک ہے۔ گویا ایک نیکی عمر کے گناہوں پر بھاری ہوگئی۔ جبکہ فحاشت اور زنا متعدی گناہوں میں سے ہیں یعنی سارے معاشرے کو کینسر کی طرح لپیٹ میں لے لیتے ہیں پیاسے کو پانی پلانا یہ ایک لازمی عمل ہے، نیکی ہے جو فرد واحد تک محدود شمار کی جائے گی۔ تو ترازو کے وزن میں بھاری پن تو گناہ متعدی کی خاصیت میں سے ہونا چاہیئے جبکہ اس حدیث بنانے والوں نے قرآن کے وزن کے اصول کو توڑ کر ایک انفرادی نیکی کو کئی اجتماعی معاشرتی گناہوں پر بھاری بنا دیا۔ یہ حدیث تو قرآن کے اصول میزان کے خلاف ہونے کے سبب جھوٹی ہے۔
اب اس حدیث سے اگلی حدیث جس کا نمبر 549 ہے اس میں امام زہری کا نام روایت کی سند میں موجود ہے۔ حدیث کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ **لا تدخل ملائکۃ بیتا فیہ کلب وصورۃ** یعنی ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا ہو یا تصویر۔

**تنقید وتبصرہ:** یہاں قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ حدیث ساز اماموں نے روایت سازی میں یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ ملائکہ کے حقیقی معنی کے خلاف ملائکوں کا تصور دیا ہے۔ میں پہلے ملائک کی مختصر تشریح عرض کروں گا۔ باقاعدہ تشریح کے لئے یہ مقام مناسب نہیں۔ ہم زمین وآسمان کے بیچ میں ظاہری طور پر جو خلا محسوس کرتے ہیں وہ حقیقت میں خلا نہیں ہے بلکہ یہ ملاء ہے۔ ملاء کا مطلب ہے کہ کئی اقسام کے ذرات جو اپنی خفیف الوزنی کی وجہ سے زمین کی کشش ثقل میں نہیں آتے اور فضا میں بھرے ہوئے تیرتے رہتے ہیں۔ یہ خوردبینی شیشوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ کئی ذرّات اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ انہیں خوردبین کی آنکھ بھی دیکھ نہیں پاتی۔ آپ شاید یہ اعتراض کریں کہ اتنے خفیف الوزن ڈسٹ اور ذرات پھر ملائکوں کی بڑی بڑی ڈیوٹیاں کس طرح دے سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں پہلے تو عرض ہے کہ ان سے بڑے بڑے کام لینا یہ تو اس آدم کا کمال ہے جو سائنس دان، سائنٹسٹ ہے۔ جسے آج بھی ملاء کی چیزیں سجدہ کرتی رہتی ہیں۔ چاہے وہ آدم ماسکو کا دہریہ ہو یا تل ابیب کا یہودی ہو یا، شکاگو کا عیسائی انجینئر ہو یا بنگلور کا ہندو ہو۔ ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ آج کا امام کعبہ اگر کسی علم ایجاد سے انجان اور اجڈ نابلد ہوگا تو ملائک اسے سجدہ نہیں کریں گے۔ ویسے مناسب سمجھتا ہوں کہ فضا میں تیرنے والے خفیف ذرات کے لئے بھی عرض کروں کہ ایٹم بم کے لئے جو یورنیم کو افزودہ کرکے اس کا پاوڈر بنایا جاتا ہے وہ اتنا باریک پسا ہوا ہوتا ہے کہ اس سے اگر پانچ گرام کسی چمچ کے ذریعے اوپر فضا میں طریقے سے پھینکا جائے تو اس کے خفیف ذرات فضا میں اڑتے رہیں گے اور خفیف الوزنی کی وجہ سے نیچے نہیں گر پائیں گے۔ اس طرح فضا میں بھری ہوئی سب چیزیں ملائکوں میں سے شمار کی جائیںگی۔ کائنات کی فضاؤں میں موجود جملہ ذرات اللہ کی فوج ہیں، یہ جنود اللہ ہیں، یہ سب ملائک ہیں۔ سائنس دانوں نے ان خلائی ملائکوں سے ایگریکلچر سائنس کے ہنر سے یوریا ایجاد کی۔ فضا کی لہروں سے آج گلوبل ویلیج **واذا النفوس زوجت** کی طرح بن گیا ہے۔ خلائی ریزوں سے فیکس مشینیں ای میل اور موڈیم نے کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کے ذریعے فاصلے مٹادیے۔ اس مختصر سے نوٹ کے علاوہ ملائکوں کی اور بھی تشریحات ہیں جو متعلقہ مضامین میں پڑھی جاسکتی ہیں خصوصاً علامہ خواجہ ازہر عباس نے رسالہ صوت الحق کراچی میں ملائکہ پر متعدد مضامین لکھے ہیں وہ پڑھنے کے لائق ہیں۔ اب غور فرمائیں کہ اوپر کی



حدیث میں امام نے رسول کے نام پر یہ جھوٹ لکھا ہے کہ اس گھر میں ملائک نہیں آتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ اس جعلی حدیث سے فارس کے آتش پرستوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ جاہلانہ غیر عقلی بناوٹی حدیثوں سے رسوائی تو ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوگی۔ اُن کا کیا بگڑے گا؟۔ جاننا چاہیئے کہ فضا میں خلا اور ویکیوم نہیں ہوسکتا۔ جہاں کہیں فنی اسباب سے خلا ہونے کو ویکیوم بنے گا۔ تو اس کے چاروں طرف سے فضا میں ایسا طوفانی زلزلہ آجاتا ہے جو چاروں طرف سے ہوائیں اس خلا کو پر کرنے کے لئے دوڑ پڑتی ہیں اور ہواؤں کی اس بھاگ دوڑ کو سندھی زبان میں واچوڑ و اور اردو میں بگولہ کہتے ہیں۔ فضا میں اس طرح کا خلا اور ویکیوم اتنا مہلک اور خطرناک ہوتا ہے کہ اس کے بیچ میں آجانے والی ہر قسم کی وزن دار یا مضبوط چیز پاش پاش ہوجاتی ہے۔ تو اماموں نے کسی پورے گھر میں جہاں کتا ہو یا تصویر وہاں ملاء کو خالی ہوجانے کی جو بات لکھی ہے تو کتے اور تصویر گھروں، بازاروں، روڈوں، چوراہوں، مارکیٹوں پر (جہاں بڑی تعداد میں یہ دونوں چیزیں ہر وقت موجود ہوتی ہیں) وہاں سے اگر ملائک بھاگ جائیں تو ویکیوم اور فضا میں خلا آجانے سے یہ شہر بازار اور گھر کس طرح سلامت رہیں گے؟ کس طرح موجود ہیں؟ اگر میری اس گزارش پر کسی شیخ الحدیث یا امام الحدیث کو اعتبار نہ آتا ہو تو وہ اس واچوڑے، بگولے کے سامنے بیچ میں سے گزر کر دیکھا دے تو میں مان جاؤں گا۔ یہ فلاسفی وہ امام تو سمجھ سکتا ہے جو **وَمَاتَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا** 6/59 والی کمپلیکیشن کے پس منظر کو سمجھ پاتا ہو۔ اور اس کا اس پر ایمان ہو۔ یہ فضا ملائکوں کے مربوط نجوم کا ہی کرشمہ ہے کہ کائنات کے کنٹرول روم میں ہر شےء ریکارڈ ہو رہی ہے۔ اگر تھوڑا سا بھی ملاء میں خلا آجائے تو وائرس گھس آئے گا۔ سب خلائی روٹ ڈس کنیکٹ ہو جائیں گے۔ اللہ کی سیٹلائٹ کو ملاء کے ذرات **یعلم خائنہ الاعین** کی حد تک رپورٹیں درج کراتے رہتے ہیں۔

تو حدیث میں یہ لکھنا کہ کتے اور تصاویر والے گھر میں ملائکہ نہیں جاتے، ایسی بات کہنے والا یہ تک نہیں جانتا کہ وہ کہہ کیا رہا ہے؟ ملائکہ جب ہیں جب وہ خلا میں موجود ہوں۔ ملائک اگر فضا سے ہٹ جائیں تو ملاء کی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوجائیں گے پھر انہیں ملائکہ نہیں کہا جائے گا۔ جبکہ وہ **لا یعصون اللہ ما امرھم** ہیں ان کو کوئی کتا یا تصویر ڈیوٹی سے نہیں ہٹا سکتے۔

محترم قارئین! یہ باب امام بخاری نے مکھی کے جوس پینے کے نام سے لکھا ہے۔ جس میں کل چھ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے مکھی کے عرق پینے کی ایک حدیث ہے باقی پانچ حدیثوں کا گروپ کتوں کے بارے میں ہے۔ اب ان پانچ میں سے دو آچکی تیسری حدیث جس کا نمبر 550 ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ **عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم امر بقتل الکلاب**

یعنی رسول علیہ السلام نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ اس حدیث پر تنقید وتبصرہ نہ ہی کریں تو اچھا ہے کیونکہ ابھی آپ نے حدیث نمبر 548 میں پڑھا ہے کہ پیاسے کتے کو ایک فاحشہ عورت نے پانی پلایا تو اس کے سارے گناہ معاف کردیئے گئے اور اس حدیث میں رسول اللہ کو حکم صادر کرتے بتایا گیا ہے کہ وہ سارے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ یورپ میں آج کتوں کے علاج کا اتنا انتظام ہے کہ مسلم ملکوں میں اتنا انسانوں کے کا نہیں۔ ترقی یافتہ ملکوں میں کتوں کو پڑھانے سکھانے کے اتنے سکول ہیں جو وہاں کے تربیت یافتہ کتے بڑے مہنگے داموں بکتے ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت سے ملکی امن عامہ اور جرائم کی انوسٹی گیشن میں یا سراغ رسانی میں بڑی پختہ قسم کی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔ لیکن مجوسیوں کے فارسی اماموں نے اپنی بنائی ہوئی حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتوں کے قتل عام کا حکم دیتے ہوئے دکھایا ہے۔ ایک ہی جگہ پر کتے کو پانی پلانے سے جنت مل جانے اور اسی جگہ کتوں کے قتل عام کی حدیث پر میرا تبصرہ وتنقید ان حدیثوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھنے میں موجود ہے۔ نیز اگلی دو حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں۔ جن دونوں کا ایک ہی خلاصہ ہے حدیث نمبر 551 میں ہے کہ:

**قال رسول من امسك كلبا ينقص من عمله كل يوم قيراط الا كلب حرث او كلب ماشيه** یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنے پاس کتا رکھا تو اسکے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم کیا جائے گا۔ سوائے کھیتی کی محافظت والے کتے یا اور مویشیوں کی حفاظت والے کتے کے۔ اگلی حدیث کا بھی یہی خلاصہ ہے۔

تنقید وتبصرہ: محترم قارئین! امام بخاری کی کتوں کے بارے میں یہ پانچوں حدیثیں آپ نے پڑھیں۔ پہلی حدیث میں ایک فاحشہ، کتے کو ہانپتے ہوئے دیکھ کر، پیاسا سمجھ بیٹھی اور اسے پانی پلا کر جنت کمالی۔ یہ بھی حدیث سازوں کی چکر بازی ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ کتا



بغیر کسی مشقت اور بوجھ اٹھائے بغیر ویسے بھی بیٹھے بیٹھے خواہ مخواہ ہانپتا رہتا ہے۔ پیاس ہو یا نہ ہو، مشقت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ اس کی طبعی عادت ہے۔ ملاحظہ ہو اللہ کا فرمان۔ **فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ 7/176**) آیت کا ترجمہ اوپر آچکا ہے) حدیث ساز اماموں نے کتے کے لئے لفظ **یلھث** استعمال کر کے کتے کے طبعی تقاضا کی غلط ترجمانی کی ہے۔ سورۃ اعراف میں اللہ نے بتایا کہ ہانپنا کتے کی جبلی عادت ہے۔ اس لئے اماموں نے حدیث میں جو **یلھث** کا لفظ استعمال کیا ہے ان کی یہ خواہ مخواہ کی کاریگری ہے۔ ان حدیث ساز اماموں نے کتے کے صرف دو مصرف جائز بتائے ہیں جبکہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 4 میں کتوں کی تربیت کے لئے شکار کا فن سکھانے کے علاوہ کتوں کو دیگر کاموں کی ٹریننگ کے لئے بھی فرمایا کہ جتنے بھی ہنر وفن اللہ نے انسانوں کو سکھائے ہیں ان میں سے کتوں کو بھی سکھاؤ۔ فرمان ہے کہ: **قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَاعَلِمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ 5/4**۔

محترم قارئین! یورپ اور امریکہ میں کتوں کے ہنر وفن سکھانے کے سکول آج سے دو تین سو سال پہلے کھلے ہوں گے قرآن نے کتوں کی تعلیم وتربیت کی بات زمانہ نزول یعنی پندرہ سو سال پہلے کہہ دی۔ کتا تو اپنی پیدائش کے لحاظ سے ہی انسانی حاجات کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کتا انسانی ضروریات زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اصحاب کہف کے انقلابی باغیوں نے جب اپنے زمانہ کے جاگیردار شاہی سماج سے کچھ وقت کے لئے واک آؤٹ کیا ایک درّے میں جا کر رہائش اختیار کی تو قرآن نے ان کی حفاظتی تدابیر کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس میں ان کے کتے کا بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا کہ **وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ 18/18**

یعنی ان کا کتا بھی ان کی حفاظت کے لئے اپنے بازو پھیلائے درّے کی منہ پر بیٹھا رہتا تھا اور یہ ایسا انداز ہوتا تھا جو پیچھے کی طرف انقلابی سوئے ہوئے ہوتے تھے سامنے کتا اٹینشن بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔ جو قرآن فرماتا ہے۔ **لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا 18/18** یعنی اس انداز میں اگر کوئی ان کو دیکھتا تو دیکھتے ہی ڈر کے مارے رعب کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ بہر حال کتا فوجی ضروریات میں بھی کئی سارے کاموں میں آتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاہ فارس کے اساورہ شاہی

کرایہ پر امام بنے ہوئے، حدیث ساز بڑے ہوشیار تھے اور چالاک تھے۔ انہوں نے ٹیم ورک کے طور پر مل بیٹھ کر حدیثیں بنائی ہیں۔ اور کتا جو اللہ نے انسانی حاجات کے لئے پیدا کیا ہے وہ بڑی اہم ڈیوٹیاں سرانجام دیتا ہے۔ ان قرآن دشمن امامی تحریک کے دانشوروں نے مسلم امت کو ان مفت کے چوکیداروں اور محافظوں سے محروم کرنے کے لئے حدیثیں بنائی ہیں۔ جن کا سارا پس منظر دفاعی امور اور فوجی مسائل ہیں۔ اور گھریلوں ضروریات علاوہ ازیں ہیں۔ اس طرح کی حدیث سازی مسلم امت کو عملی طریقوں سے بے دست و پا بنانے کے حربے ہیں۔ اور ان حدیثوں کی فلاسفی آج رائیونڈی تبلیغی جماعت کے بیانوں میں کام آرہی ہے۔

محترم قارئین! کیا آپ نے غور فرمایا کہ پچھلی دو حدیثوں میں ان حدیث سازوں نے کتوں کے قتل عام کے حکم سے صرف دو قسم کے کتوں کا استثنا کیا ہے۔ ایک کھیتی کی چوکیداری کرنے والا کتا، دوسرا مویشیوں کی چوکیداری کرنے والا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کتے کے مزاج میں ہی انسانوں کے ساتھ رہنے کے رجحان طبعی طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جہاں انسانی آبادی نہیں ہوتی وہاں کتے بھی نہیں رہتے۔ آپ نے قرآنی آیات میں دیکھا کہ ان کو شکار کے علاوہ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰه۔

فرمایا جو بھی انسانی حوائج کے حل کے لئے جتنا کچھ اللہ نے تمہیں علم سکھایا ہے ان فنون سے ان کتوں کو تعلیم یافتہ بناؤ۔ جس طرح کہ بلھے شاہ نے کتے کی شان میں فرمایا ہے کہ۔ اُٹھ بلھیا تیتھوں اُتے نیں تے بازی لے گئے کتے،

حدیث ساز اماموں نے ان کا مویشیوں اور کھیتی کی چوکیداری کا جو مصرف حدیث میں بتایا ہے وہ عادتاً ہے ہی نہیں بلکہ کتا مویشیوں یا کھیتی کی چوکی اس وقت کرتا ہے جب مالک ساتھ بیٹھا ہو۔ عجب لگتا ہے کہ ان اماموں نے قرآن کا بتایا ہوا کتوں کا مصرف جو آج اکیسویں صدی سے بھی ایڈوانس نظر آرہا ہے اس کی موافقت میں ایک بھی حدیث نہیں بنائی اور جو بنائی تو وہ بھی کتوں کے قتل عام کی حدیث بنائی۔

## ﴿تصویر سازی، تمثال سازی اور فوٹو گرافی جائز ہے﴾

پہلے اس مسئلہ میں عنوان میں لائی ہوئی اشیاء کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ تصویر ساز کو آرٹسٹ کہا جاتا ہے اور تصویر سازی قلم برش اور کئی سارے دیگر ذرائع سے



سیاہی رنگ مٹی لکڑی کپڑوں وغیرہ سے کی جاتی ہے اور تمثال کا معنی ہے کسی بھی چیز کا جسمانی مثل بنانا پھر وہ کسی بھی مصالحہ سے ہو اور فوٹو جو کیمرہ سے لئے جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کی عکس بندی ہے جو کیمرہ کے شیشے پر جیسی بھی چیز کی پرچھائیں ڈالی جائے تو شفاف ہونے کی وجہ سے وہ اس پر محفوظ ہو جاتی ہے پھر کیمکل قسم کے مصالحوں (فلکسر ڈیولپر) سے اس تصویری عکس کو کسی بھی چیز پر انلارج کر کے منتقل کرنے سے وہ تصویر بن جاتی ہے۔ اس عمل کو حدیثیں بنانے والے اماموں نے من گھڑت قصوں اور افسانوی کہانیوں کے واقعات گھڑے ہیں۔ جن میں یہ کہتے ہیں کہ فرمانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ قیامت کے دن فرمائے گا کہ تم نے میرے ساتھ میری صفت خالقیت میں شرک کیا ہے اور اگر تمہارے اندر دم ہے تو تم اپنی بنائی ہوئی تصاویر کو زندہ کر کے دکھاؤ ان میں روح ڈال کر دکھاؤ۔

محترم قارئین یہ اس قسم کی حدیثیں تو ویسے ہی جھوٹی ہیں کیونکہ رسول اللہ کے لئے تو قرآن نے فرمادیا ہے کہ وہ جو بھی کچھ بولے گا وہ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وہ سب باتیں اللہ کی وحی کردہ چیزیں ہی بتائے گا۔ اللہ نے اپنے وحیٔ کے علم میں انسانوں کے لئے علم تخلیق کو تو کہیں بھی حرام قرار نہیں دیا۔ آج کے سارے مولوی صاحب اپنے حدیث ساز اماموں کو بھی قبروں سے نکال کر قرآن سے ایسی حرمت کا حکم نہیں نکال سکتے۔ رہا معاملہ یہ کہ یہ مولوی صاحبان تو فوٹو نکلوانے کے لئے تو باقاعدہ کنگھیوں سے استری سے تیار ہو کر میک اپ کر کے فوٹو نکلواتے ہیں لیکن کیمرہ مین کو دوزخ میں جانے کی وعید سناتے جاتے ہیں۔ ہمارے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ تصاویر کی حرمت از روئے احادیث کے ہے۔ قرآن نے یہ مسئلہ بیان ہی نہیں کیا (گویا کہ ان اماموں اور ان کے متبعین کے ہاں قرآن ناقص ہوا) کچھ مولوی تو ایسے ہیں جو ٹی وی پر تصویر کی حرمت کا ذکر کرتے ہیں جبکہ ان کی تصویر گھر گھر پہنچ رہی ہوتی ہے۔

محترم قارئین! ان اماموں کی عینکوں پر تو قرآن دشمنی کا رنگ چڑھا ہوا تھا اس لئے وہ سمجھتے ہوئے بھی تجاہل عارفانہ سے کام لے کر ٹال جاتے ہوں گے، رہے ہمارے دور کے علماء، میں ان کو بھی جاہل نہیں کہوں گا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ یہ لوگ اہل فارس کے قرآن دشمن پراپیگنڈہ کے طوفان سے اتنا متاثر ہو گئے ہیں کہ مسائل کے حل کے لئے

قرآن کو دیکھ کر ہی بدکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کتب خانوں میں فتاویٰ تاتار خانیہ، فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ عالمگیری موجود ہے جو دنیا کے بڑے جاگیرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے بنائی عطا کردہ ہیں۔ تب یہ لوگ قرآن سے رجوع کیوں نہیں کرتے؟ ان کا قرآن کے قریب نہ آنے کی وجہ تو خود قرآن نے بتائی ہے کہ **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ** 74/49-51 یعنی ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو قرآن سے منہ موڑے ہوئے ہیں جیسے گدھے شیر کو دیکھ کر بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔

محترم قارئین! کہتے ہیں کہ مصر کے علماء نے کیمرے کے فوٹو کو تو جائز کہا ہے البتہ تمثال جو ایک جسمانی بت کی طرح ہوتا ہے اُسے صرف ناجائز کہا ہے۔ البتہ میں مصر، برصغیر، عالم اسلام بلکہ دنیا بھر کے مسلم و غیر مسلموں سے عرض کرتا ہوں کہ قرآن نے اس مسئلہ کو بھلایا نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں فوٹوگرافی کی عکاسی اور برش سے آرٹسٹ کی تصاویر تو کیا قرآن نے تمثال اور بت سازی کو بھی جائز کہا ہے اور مصور فوٹوگرافر اور بت ساز کو اس میں روح ڈالنے کے عوض خالق بھی تسلیم کیا ہے۔ ہاں البتہ اپنے لئے یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں تم سے **احسن الخالقین** ہوں۔ میں تم سے زیادہ اچھا تخلیق کار ہوں۔ تو اللہ نے جو ان حدیث سازوں کی جھوٹی حدیثوں کا پول کھولا ہے کہ انسان کو جاندار چیزوں کی مصوری نہیں کرنی تو ان کے اس مجوسی رہنمائی کا پول اس طرح کھولا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے کہلوایا کہ **أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ** 3/49 اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف مٹی سے پرندے کا بت اور تمثال بنانے کی بات کرتے ہیں اور وہ اخلق کے صیغے سے یعنی عیسیٰ اس کا خالق ہے جو اس میں اللہ کے بتائے طریقے سے پھونکتا بھی ہے لیکن چونکہ صرف خالق ہے جو اس کا پرندہ اللہ احسن الخالقین کے بنائے پرندہ کے مقابلہ میں دو نمبر کا مال ہے۔

محترم قارئین! فوٹو تو کیا مصوری اور بت سازی تمثال سازی اور انسان کے خالق ہونے کی بات مل گئی قرآن سے یا نہیں ملی؟ بات صرف اتنی ہے کہ کوئی قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے کچھ وقت نکالے۔ کوئی اگر کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے خالق ہونے کا یہ اپنا دعویٰ ہے اس سے انسان کو خالق کہنا جائز نہیں ہوگا۔ تو محترم قارئین! کوئی بات نہیں



انسان کے سرٹیفائیڈ خالق ہونے کے لئے بھی قرآن بتاتا ہے کہ اللہ نے بھی فرمایا کہ **وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ** 5/110

اب دیکھا کہ اللہ بھی عیسیٰ سے فرمارہے ہیں کہ جب تو مٹی سے تخلیق کر رہا تھا پرندے کے نمونے کو۔ اگر کوئی دستار فضیلت والا عالم یہ نہیں مانتا کہ انسان بھی خالق کہلاسکتا ہے تو ہم اس سے مؤدبانہ سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ اپنے لئے خود کو احسن الخالقین کا لقب دیتا ہے۔ احسن اسم تفضیل کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی اس صفت میں مقابل ہو جس کے مقابلہ میں ممدوح کے اندر افضلیت والی زائد صفت آسکے کیونکہ احسن کا معنی ہے کہ زیادہ اچھا تو زیادتی کسی مقابلے کے سوا متعین نہ ہو پائے گی۔ لیکن اب اکیسویں صدی نے تو اماموں کی جہالت کا بھی پول کھول دیا کیونکہ آج تو انسان ٹیوب میں روح والا انسان اور روح والے حیوانات بھی تخلیق کر رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آج کے مذہبی پیشوا ضد چھوڑ کر فارس کے امام مافیا کے علوم کو تیاگ کر قرآن پر ایمان لانے کا اعلان فرمائیں گے۔

ویسے امامی علوم کی جہالت کا کوئی اندازہ تو لگائے کہ مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں درختوں اور بے روح چیزوں کی تصاویر کے جواز کی حدیث ابن عباس کے نام سے دی گئی ہے۔ جبکہ آج کا بچہ بھی جانتا ہے کہ لاجونتی کا پودا جسے چھوئی موئی کہا جاتا ہے، اسے معلوم ہو جاتا ہے اس میں ایسی حس موجود ہے کہ اسے ہاتھ لگانے والے کو وہ پہچان جاتا ہے کہ اسے نر نے چھوا ہے یا مادہ مؤنث نے۔ لیکن یہ حدیث والے اس کا فوٹو جائز قرار دیتے ہیں اور افریقا کے جنگلوں میں آدم خور درخت، جس کے پاس سے اگر کوئی امام بھی گزرے تو درخت اُسے پکڑ کر سکھا کر دم نکالنے کے بعد چھوڑے گا۔ اگر کوئی لکڑی اسے لگے گی تو اسے کچھ نہیں کریگا

### ﴿راگ، موسیقی اور زیب و زینت کے لئے شیو وغیرہ جائز ہے﴾

اسلامی نام کے قوانین میں قوموں کی تہذیبوں، علاقائی کلچر، رسم و رواج اور انسانی زیب و زینت کے لحاظ سے لباس اور چہروں کے میک۔اپ اور بالوں کی وضع قطع کا تعین و تشریح کے حوالہ سے جو بھی تشریحات مذہبی اداروں نے مشہور اور معین کی ہوئی ہیں وہ سب خلاف قرآن ہیں۔ ان کی بتائی ہوئی تشریحات اسلام کی روح کے خلاف ہیں۔ ان کی تشریحات کا پس منظر انسانوں کو ذہنی طور پر پسماندہ رکھنا ہے اور ارتقاء کے خلاف رجعت

پرستانہ سوچ کی طرف لگام دے کر آگے بڑھنے سے ہٹائے رکھنا ہے۔ ایک تو یہ مذہبی مفتیان صاحبان اپنی بتائی ہوئی حدود و قیود کی دلیل اور ماخذ ان روایات اور علم حدیث کو بنائے ہوئے ہیں جو ایجاد اور تخلیق ہے اہل فارس کی۔ ان پر میرے لگائے ہوئے اس الزام کا ثبوت یہ ہے کہ حنفی، شافعی، جعفری، حنبلی، مالکی، اور اہل حدیث اور اہلسنت سب کے فقہی مسلکوں میں متفقہ طور پر نابالغ بچوں بچیوں کا نکاح جائز ہے۔ جبکہ قرآن حکیم نے نکاح کے لئے نہ صرف بلوغت کی شرط لگائی ہے۔ بلکہ بلوغت کے ساتھ ساتھ سماجیات کو سمجھنے کے لئے کھرے کھوٹے میں تمیز اور رشد و عرفان کی بھی شرط لگائی ہے۔ (4/6)

محترم قارئین! مذکورہ بالا پانچ چھ فقہی و حدیثی مسلکوں کے امامی گروہ نے اسلام کے نام پر آج تک غلامی کو جائز رکھا ہوا ہے۔ ان سب کے ہاں آج بھی انسانوں کو غلام رکھا جاسکتا ہے جبکہ قرآن حکیم نے غلامی کی مرکزی بنیاد یعنی جنگوں میں دشمنوں کو قید کر کے گرفتار کر کے ہمیشہ کے لئے انہیں غلام بنائے رکھنے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے ممانعت کا اعلان کیا ہے اور مستقل طور پر اس رسم بد اور انسانیت سوز رسم کی بیخ کنی کی ہے اور اعلان فرمایا کہ مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى 8/67

یعنی یہ غلامی کی رسم اور اس کی بنیاد کہ لڑائیوں میں دشمنوں کو قید کیا جاتا، اب ہم اپنے خاتم الانبیاء محمد علیہ السلام کے ہاتھوں اس پر بندش لگا رہے ہیں۔ لیکن دینیات کے نام پر یہ امام مافیا کے قرآن دشمن فقہوں اور روایات کو پورے عالم اسلام میں مکہ مدینہ سے جامع ازہر سے دارالعلوم دیوبند تک یہ قرآن دشمن علوم داخل نصاب ہیں۔ لیکن قرآن کو قرآن کے حوالہ سے نہ مکہ مدینہ کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے۔ نہ ایران کے شہر قم میں نہ برصغیر میں پڑھایا جاتا ہے۔ ہمارے اس مضمون میں کہ ساز اور موسیقی بجانا اور چہرہ کی زیب و زینت کے مختلف شیپ، ڈیزائن، انداز، ماڈل اور نمونے آیا جائز ہیں یا نہیں، اس باب میں سازوں اور داڑھی کے بال کترنے اور مونڈنے کے اوپر بالخصوص بحث مقصود ہے کیونکہ موجودہ دور میں موسیقی اور داڑھی کے بال مونڈنے اور اپنی مرضی اور پسند کی حد تک کترنے اور کاٹنے اور کلین شیو کرنے کے اوپر مذہبی فتویٰ گھروں کی بندش لگی ہوئی ہے۔ اہل حدیث کی داڑھیاں سب سے لمبی ہیں۔ چہار امامی فرقوں والے چار انگلیوں کے برابر داڑھی بڑھانا ضروری قرار دیتے ہیں اور اہل شیعہ کے دوازدہ امامی ٹولے کے ہاں سنا گیا



ہے کہ ناپ ہے چار انگل لیکن وہ چار انگل نچلے ہونٹ سے شمار کئے جاتے ہیں پھر وہ نیچے ایک یا ڈیڑھ انگل بنتی ہے محترم ابوالاعلیٰ مودودی صاحب جو شیعہ اور سنیوں کی مکس پلیٹ، معجون مرکب تھے ان کے ہاں داڑھی کی مقدار اتنی ہی کافی ہے کہ کوئی شخص مثال کے طور پر مکمل طور پر کلین شیو کرتا ہو۔ وہ آدمی اگر دو چار دن شیو نہ کرے اتنے وقت میں جتنے بال نکل آئیں تو محترم مودودی صاحب کے ہاں اتنی مقدار اور ناپ کو بھی داڑھی رکھنے والا شمار کیا جائے گا تسلیم کیا جائے گا۔

محترم قارئین محترم! لباس، جسم اور چہرہ کی وضع قطع یہ زیب و زینت سے تعلق رکھتی ہے قرآن والے اسلام پر چھ سو چھپن ہجری میں منگولوں کے حملہ کے بعد فارس کے امامی علوم اور امامی دینیات کا غلبہ ہوا ہے۔ پھر اس میں بھی دو ڈیپارٹمنٹ ہیں یعنی فارس کی مذہبی مافیا نے اسلام کو دو قسموں میں بانٹا ہوا ہے۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ ان لوگوں نے قرآن کے بھی دو قسم کے معنی مشہور کئے ہیں۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ اب ظاہری علوم یہی ان کی فقہ و حدیث اور حدیثوں کے تابع تفسیر قرآن جو ان کے ظاہری مشہور اماموں کے ناموں سے مروج ہیں اور باطنی علوم کا ڈیپارٹمنٹ تصوف کے نام سے اسلام میں پیوند کیا ہوا ہے جس کے کئی نام ہیں مثلاً قادری، چستی، سہروردی، نقشبندی، اویسی، علاوہ ازیں اور کئی سارے بھی۔

محترم عالی! اہل فارس کی مافیا نے جس طرح اپنے مانوی اور زرتشتی مذہب جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی صدیاں پہلے کا ہے، اسے اپنے ہنر سے ظاہری مروج علوم کی آڑ میں اسلامائیز کئے ہوئے ہیں اور جو تصوف نامی شعبہ ہے باطنی علوم کے نام کا، وہ انہوں نے یونان سے عاریۃً لیا ہوا ہے۔ وہ بھی ظہور اسلام سے کئی صدیاں پہلے کا ہے۔ جو حکماء یونان فیثا غورث، افلاطون، ارسطو وغیرہ کی ایجاد تھا تو موسیقی اور سازوں پر بندش، چہرہ اور جسم کی زیب و زینت کو بگاڑے رکھنے کے احکامات کی فلاسفی ان کے تصوف کے ادارہ کی ایجاد ہے۔ اگرچہ تصوف کے فرقہ چشتیہ کے ہاں ساز اور موسیقی جائز ہے لیکن یہ امامی تفرق و تشتت سے متعلق بات ہے، جس پر اس مضمون میں بحث بیرون از موضوع ہوگا۔ مطلب یہ کہ تصوف کے اس زیب و زینت کے معاملوں میں جو دلائل ہیں وہ سکھوں کے دلائل سے کچھ ہی مختلف ہیں اور کچھ مشترک بھی۔ متصوفین کا اصل مقصد ہے زیب و زینت

پر بندشیں لاگو کر کے نفس کو مارنا، نفس کو لگام دینا۔ پھر ظاہری علوم کے اماموں نے بھی ان باطنی علوم والوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی حدیثیں اور فقہ بنائی ہوئی ہیں کہ ان کا بھی آمیزہ قرآنی فلاسفی کے رد میں شامل ہو۔ محترم قارئین! تصوف کے امامی گروہ کی جو نفس کشی کی مشقوں اور فضائل کی جو تعلیم مشہور اور رائج کی ہوئی ہے۔ قرآن ان کا رد کرتا ہے۔ نفس کو مشقتوں سے ملیا میٹ کرنے کی اہل تصوف والوں کی تعلیم کو قرآن رد کرتے ہوئے فرماتا ہے **وَقَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَا** 91/10 یعنی جس نے اپنے نفس کو مٹی میں دبایا ہوا ہے۔ جو رنگ ہے، کلر ہے صوف کے مثل اہل تصوف والوں کا دبنے کے بالوں کی طرح کا وہ خائب وخاسر ہو گیا وہ ویران اور نابود ہو گا اور ان کے مقابلہ میں کامیاب اور کامران ہوا آدمی جو **قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا** 91,9 جس نے اپنے نفس کو پالا پوسا جس نے اپنے نفس کی پرورش کی اسے قتل نہیں کیا جس نے نفس کشی نہیں کی۔

محترم قارئین! کیا کروں میں اپنا گناہ آپ سے کیا چھپاؤں۔ میں نے بھی قادری طریقہ کے ایک پیر سے بیعت کی تھی اور اس کا مرید بنا تھا اور میں اس وقت بھی دستار بند جاہل تھا۔ مطلب یہ کہ میرے اس پیر و مرشد نے بیعت کے وقت جو تلقین فرمائی تھی وہ یہ کہ میں جملہ خلائق عالم سے خود کو کمتر اور ادنیٰ سمجھوں۔ حتیٰ کے خنزیر اور سؤر سے بھی خود کو کمتر سمجھوں اور خنزیر کو اعلیٰ اور برتر سمجھوں۔ محترم قارئین اس تلقین میں تو آیت **وَلَقَدْ كَرَّمْنَابَنِيْٓ اٰدَمَ ..... عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا** 17/71 کی صریح مخالفت اور رد ہے۔ انسان کی اشرف المخلوقات کی ڈگری کا تو خانہ خراب ہو گیا۔ اب میں نے تو اپنے جاہل اور اندھے ہونے کا اقرار کر ہی لیا لیکن افسوس کہ وہ میرے والا پیر پاکستان بھر میں تفسیر قرآن کا بھی بڑا ماہر مفسر اور مشہور عالم تھا۔ اس کا کیا ہوگا؟

محترم عالی مقام! یہ تھی تفسیر بالا حادیث کا کرشمہ کہ قرآن کو بھی تصوف والوں کی سوچ کا تابع کئے ہوئے ہے۔ اور نفس کشی کی تعلیم خلاف قرآن ان پیری مریدی کی خانقاہوں میں دی جارہی ہے تو یقیناً جنت کی زندگی میں جو بھی معمولات اور کلچر ہو گا وہ نہایت مہذب اور نہایت پاکیزہ ہو گا۔ اس میں مومنوں کے لئے گانے بجانے اور موسیقی کی محفلیں منعقد کی جائیں گی۔ ملاحظہ فرمائیں سورۃ روم کی آیت **فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ** 30/15 **الحبرہ** کے معنی صاحب



زجاج نے اپنی تفسیر میں لغت سے کئے ہیں کہ وہ نغمے جن کی گائیکی کے ساتھ ساز ہوں، موسیقی کے ساتھ جو محفل سماع ہو۔ **الحبرۃ** سازوں کے ساتھ گانا بجانا، یہی معنی تاج اللغات نے بھی لئے ہیں۔ جب کہ آج کے مفتیان شریعت اور فقیہان امت اسے لغو بیہودہ قرار دے کر حرام کہتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ **لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا** 19/62 یعنی جنت کی کوئی چیز لغو اور بیہودہ نہیں ہوگی۔ جنت کی ہر چیز سلامتی والی ہوگی، سالمیت والی ہوگی، امن اور سکون بخشنے والی ہوگی سورۃ زخرف آیت نمبر 70 میں فرمان ہے **اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ** 43/70 یعنی مومنین سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنی گھر والیوں سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں آپ کے اعزاز میں موسیقی کے ساتھ استقبالیے دیئے جائیں گے۔ اہل تصوف اور اہل فقہ اور اہل حدیث حضرات جو موسیقی والے گانے کو حرام قرار دیتے ہیں، ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ نے جو سازوں کی آواز کو حرام قرار دیا ہوا ہے، ان سازوں کے ترنم سے سریلے گائیک کی آواز میں جو کیف اور مستی ہوتی ہے اچھے سر والے ترنم میں جو کشش سوز و گداز ہوتا ہے وہ باجے طبلے اور سارنگی سے نہایت اعلیٰ اور بالا ہوتا ہے۔ تو پھر بغیر سازوں کے ترنم سے گانے کو بھی حرام بناؤ تمہاری مخفی محفلوں سے تو ہمیں کوئی سروکار نہیں جو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھی ہیں۔ کہ اہل تصوف بغیر داڑھی موچھ کے لڑکوں کے ساتھ سو کر پھر رات کو اٹھ کر تہجد اور نفلی عبادت کرتے ہیں۔ جس سے بقول ان کے ان کو توبہ کرنے میں گداز حاصل ہوتا ہے (یہ کتاب عربی سے اردو ترجمہ میں دستیاب ہے)

بہر حال ان اہل فقہ اور تصوف کے ہاں میری معلومات کے مطابق ساز آواز کے اندر جو لذت ہے وہ انسان کو غافل بنا دیتی ہے اس لئے وہ حرام ہے۔ شاید اس کے سوا ان کے ہاں کوئی اور بھی علت ہو۔ بہر صورت دنیا کی لذتیں حلال کی شرط سے جائز ہیں۔ پھر چاہے وہ لذائذ کھانے پینے کے باب سے ہوں، لباس اور مکان اور سواریوں کے قبیل سے ہوں، لذتوں کی حرمت یہ اہل حدیث اہل فقہ اور اہل تصوف کا اپنا من گھڑت فلسفہ ہے۔ قرآن حکیم اوپر لکھی ہوئی محفل موسیقی کی آیت 43/70 کے بعد اگلی آیت 71 میں فرماتا ہے کہ۔ **يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ** 43/71

اہل جنت کے استقبالیوں میں جو محافل موسیقی منعقد کی جائیں گی ان میں جو خادم اور بیرے مشروبات کے جگ اور کپ اٹھائے پھر رہے ہوں گے وہ سونے کے ہوں گے اور وہاں جو بھی تمہارا جی چاہے گا اس کے لئے ہر قسم کے مناظر ہوں گے جو **تلذ الا عین** وہ منظر آنکھوں کو بھی لذت دیتے ہوں گے اور تم مومنین (انقلابی) اس میں ہمیشہ رہو گے۔ تو محترم قارئین لذت بھری چیزوں کی حرمت اور بندش ان اہل تصوف اور امامی علوم والوں کی لگائی ہوئی ہے۔ قرآن نے جنت کی ان لذتوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس طرح آنکھوں کی لذتوں کے اسباب تمہارے لئے جنت میں ہوں گے 43/71 اس طرح جو نغمے تمہارے کان سنیں گے ان کے لئے بھی سمجھ لو کہ **لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا** 56/25 یعنی جنت کی محافل کے گیت اور موسیقی نہ لغو اور بیہودہ ہوگی نہ گناہ والی ہوگی۔ ان کے علاوہ ہر قسم کی گفتگو بھی نہ لغو قسم کی ہوگی نہ گناہ کی قسم کی ہوگی بلکہ مکمل مہذب اور شائستہ ہوگی اور اس کے علاوہ یہ امامی علوم والے اپنی من گھڑت حدیثوں اور فقہ میں داڑھی منڈوانے موڈنے کو بھی حرام بنائے ہوئے ہیں مصیبت یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب پر اپنا موروثی قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن حکیم سے مسائل حیات اخذ نہیں کرتے اور نہ ہی قرآن کے اصولوں سے فقہی استنباط کرتے ہیں مثال کے طور پر مشکوٰۃ والے نے ترمذی کی حدیث نقل کی ہے کہ **فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس** رسول نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مشرک لوگ صرف پگڑی باندھتے ہیں سو ان کے مقابلے میں ہمیں چاہیے کہ پہلے ٹوپی پہنیں پھر اس کے اوپر پگڑی باندھیں۔ تو محترم قارئین آج کے زمانہ میں تو عرب لوگ پگڑی بھی نہیں باندھتے عورتوں کے دوپٹہ قسم کا رومال اوڑھے ہوئے پھرتے ہیں۔ ان فارسی اماموں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ جھوٹ باندھا کہ مشرکوں سے مقابلہ کے لئے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ صرف پگڑی پہنتے ہیں تم پگڑی کے اندر ٹوپی کا اضافہ کرو۔ تو کوئی عقلمند سمجھائے کہ رسول اللہ کی قانون سازی کی فلاسفی تو ان حدیث سازوں نے مثبت اور منفی کی جگہ پر کسی سے ضد اور مخاصمت کی بنیاد پر قرار دیدی یعنی رسول اللہ کے پاس اللہ کی طرف سے دین کا نصاب انسانی فلاح کی مثبت ہدایت پر مشتمل موجود ہی نہیں تھا بھلا ہی نہیں تھا۔ وہ صرف دنیا جہان والوں سے فرقہ بندی کی بنیاد پر اپنی ضد اور دشمنی پال رہے تھے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ **عن ابو**



**هريره ان النبی صلے الله علیه و سلم قال ان اليهود والنصارىٰ لا يصبغون فخالفوهم متفق عليه**۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ رنگ نہیں لگاتے اس لئے تم ان کی مخالفت کرو۔ اب کوئی اس منطق پر غور فرمائے کہ اس مذہب میں داڑھی کو رنگ لگانے یا کپڑے رنگنے کا کیا فلسفہ اور پس منظر ہوا؟ اور مشکوٰۃ میں اسی جگہ دوسری حدیث ہے کہ۔ **وعن ابن عمر قال قال رسول صلے الله عليه و سلم خالفوالمشركين اوفروا اللحى واحفو الشوارب وفی رواية انك هو الشوارب واعفو اللحى متفق عليه** رسول نے فرمایا ہے کہ مشرکوں کی مخالفت کرنے کے لئے داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں گھٹاؤ۔

قارئین بتائیں کہ ان روایت سازوں نے اسلام کی قانون سازی کا اور رسول اللہ کی ذہنی اپروچ کا کیا تعارف کرایا ہے؟ یعنی اسلامی ہدایت ساری کی ساری یہود و نصاریٰ سے ضد پالنے پر مبنی ہیں۔ ان رواتیوں میں اگلی ساری امتوں سے نفرت سکھائی گئی ہے، سب کو گمراہ قرار دے کر خود ان کے ہر مسئلہ کے خلاف عمل کرنا ہے۔ اور اپنے سوا دنیا جہان سے مخالف سمت پر چلنا ہے اور اپنا مثبت پروگرام تو یہ لوگ جانتے بھی نہیں جو قرآن میں ہے۔

اب آیئے قرآن کی فلاسفی پر غور کریں فرمان ہے۔ **يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ** 4/26

اللہ کی چاہت یہ ہے کہ تم یہ امور کھول کھول کر سمجھو کہ جو قومیں، تم سے پہلے گزر چکی ہیں اور ان میں جو بھی اچھی خصلتیں تھیں تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم بھی انہیں اپناؤ۔ اس طرح سے اللہ تمہیں ہدایت کے راستہ پر لانا چاہتا ہے اور اللہ بڑا ہی علم اور حکمت والا ہے۔

محترم قارئین! آپ نے غور فرمایا کہ قرآن دنیا کی ہر خوبی کو ہر اچھی چیز کو اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کے اس نظریہ سے کہ ہر اچھی خصلت تمہاری اپنی ہے اس کی کاپی کرو، اسے اپناؤ۔ قرآن کی تعلیم میں کشادہ ظرفی کی تعلیم دی گئی ہے اور ابھی آپ نے حدیثوں کی تلقین بھی پڑھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فارس کی حدیث ساز مافیا فیکٹری کا تیار کردہ مال ہے۔ مسلم امت کو اپنے من گھڑت علمی حرفتوں سے دنیا جہان کے ساتھ نفرت کرنے اور لڑائے رکھنے کے درپے رہتے ہیں۔ یہ ہے مروج علم حدیث اور قرآن کے درمیان نظریاتی فرق۔

میں امت مسلمہ کے بہی خواہوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ قرآن انسانوں کو ترقی، اخوت اور بھائی چارہ کے راستوں پر چلا کر محبتوں کی معراج پر پہنچانا چاہتا ہے۔ لیکن روم اور فارس کی شکست خوردہ تلچھٹ کو یہ اچھی تعلیم مسلم امت کے اثاثہ میں نہیں بھائی کہ اس پارس کے ذریعہ مسلمان دنیا جہان میں ممتاز اور منظور نظر ہو کر رہیں گے۔ اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ مسلم امت کی کتاب قرآن کا مقابلہ کرنا تو مشکل ہے۔ اس لئے انہیں رسول کے نام ہی سے ہی بہکایا جا سکتا ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ و سلم نے تمہیں یہ نصیحت کی ہے کہ مشرک خالی پگڑی پہنتے ہیں تم اس میں ٹوپی کا اضافہ کرو یہود و نصاریٰ داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تم ان کے ضد سے رنگ لگایا کرو۔

محترم قارئین! یہ موازنہ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ مروج حدیثوں کی تعلیم میں کتنی تنگ نظری ہے اور قرآن کتنی کشادہ ظرفی کی تعلیم دیتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ یہ قرآن حکیم انسان کو شکل وشباہت کے لحاظ سے وضع قطع کے لحاظ سے کیا ہدایت دیتا ہے۔ وہ اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ تو اعلان کردے کہ **قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ** 7/31 یعنی اعلان کردے کہ اے رسول کون ہے وہ شخص، کہاں ہے وہ شخص جس نے اللہ کی پیدا کردہ زیب و زینت اور سنگھار کو حرام ٹھہرایا ہے۔ محترم قارئین! اس آیت میں زیب و زینت کے لئے قرآن حکیم لفظ اخرج لایا ہے، جس کی معنی یہ ہیں کہ ہر دور میں زیب و زینت کے فیشن کے جو نت نئے ماڈل رواج میں آئیں گے، انہیں اپنانے، اختیار کرنے کی ہر ایک کو اجازت دی جاتی ہے۔

اب ان حدیث سازوں کے جانشین فقہائے امت نے منہ اور سر کے بالوں کے پیچھے بھی ڈنڈا اٹھایا ہوا ہے۔ کسی کا دین وایمان داڑھی کے بالوں اور شلوار کے پائچوں کے حساب سے ناپا جاتا ہے۔ اگر کسی کی داڑھی لمبی ہے اور پائچے پنڈلی پر ہوں گے تو اس کا ایمان پورا ہوگا اور اگر داڑھی کے بال چھوٹے ہوں گے یا بالکل ہی کم ہوں گے اور پائچے نیچے ٹخنوں کو ڈھانپے ہوں گے، تو اس کا ایمان اور دین چھوٹا اور ناقص ہوگا۔ کیا کریں ان کی روایت بازی سے قانون بنانے والوں کو قرآن کی یہ آیت "کہ کس نے حرام ٹھہرایا زیب و زینت کو" کون بتائے کون سمجھائے اللہ کی اتنی عطا کردہ رعایت کو کہ جس کو جس طرح بھی اپنی صورت اور شکل اچھی لگے اختیار کرے۔ اگر کسی ایک کو سر کے بال داڑھی کے بال



بڑھائے رکھنے میں اور دوسرے کو داڑھی مونڈنے میں اپنی خوبصورتی محسوس ہوتی ہے تو وہ اس کا اپنا مسئلہ ہے۔ جس کا اختیار اسے قرآن نے دیا ہے۔ کسی کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہے۔ داڑھی مونچھیں دونوں مونڈے یا ایک رکھے ایک نہ رکھے اور جو رکھے اس کا جو بھی سائز اسے پسند ہو رکھے اس پر کوئی پابندی نہیں، روک ٹوک نہیں ہے۔ بعض لوگ اعراف سورۃ کی اس آیت کے عموم کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس آیت سے داڑھی کے لئے صرف خضاب کے ذریعے سفیدی چھپا کر کالا بنانے اور کنگھی کرنا تو مراد لیتے ہیں کترنے اور مونڈنے یا باقاعدہ شیو کرنے کو جائز نہیں مانتے۔ اب ان مفتیان عظام سے کیا عرض کریں جو قرآن کے احکام عمومی کو تنگ بنا کر اپنی روایات کی من مانی چلانے پر مصر ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ یہ لوگ رواتیوں پر امت کو چلانے کے ساتھ منکرین قرآن بھی ہیں جو بائی لاز اور فقہی جزئیات کے استخراج اور استنباط کے لئے قرآن کو تو اصل نہیں مانتے لیکن قرآن کے صریح احکامات کے بھی منکر ہیں۔ ان دشمنان قرآن کا شیو کرنے، سر اور داڑھی مونچھ کو منڈانے یا کترنے کا جو اختیار اور پرمٹ وضاحت کے ساتھ قرآن نے دیا ہے اس پر بھی ان کی نظر نہیں پڑتی۔ ملاحظہ ہو سورۃ فتح کی آیت نمبر 27 میں فرمان ہے کہ:

**لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا** 48/27 اللہ نے اپنے رسول کے خواب کو اپنے رسول کی دور اندیشی والی تدبیر کو سچا کر کے دکھایا ہے۔ کہ تم ضرور اپنے مرکز بیت اللہ میں فتحیاب ہو کر داخل ہو گے اور وہ بھی اس حال میں کہ بڑے سکون اور بے خوفی کے انداز سے جو تم نے باقاعدہ شیو کیا ہوا ہوگا۔ اور وہ شیو بھی ہر ایک کا اپنی اپنی پسند اور مرضی کے مطابق۔ کٹوانے کترنے کے ساتھ مونڈنے والوں کا شیو اور کترنے کے طریق پر شیو کرنے والوں کا اپنے پسند کے طریق پر۔ محترم قارئین! جو لوگ قرآن حکیم کی تفسیر فارسی اماموں کی رواتیوں اور من گھڑت حدیثوں کے تابع کرتے ہیں۔ انہوں نے اس آیت کی یہ تفسیر گھڑی ہے کہ احکام حج پورے کرنے کے بعد صرف سر منڈوانا فرض ہے۔

محترم قارئین! عام مفسرین اس آیت سے معنی **حلق** اور **قصر** مونڈنا کتروانا چھوٹے کرنا لیتے ہیں۔ یعنی صرف سر کے اوپر کے حصہ کے بالوں پر منطبق کرتے ہیں اور

یہی معنی غلط اور خیانت والے ہیں یہی معنی تلبیس والے معنی ہیں۔ یہ لوگوں کو دھوکہ دینے والے معنی ہیں۔ عربی لغت میں گردن سے اوپر کے سارے حصہ کو راُس کہا جاتا ہے۔ منہ ہونٹ ناک کان ٹھوڑی آنکھیں یہ ساری چیزیں رأس (سر) کا حصہ ہیں۔ تو قرآن حکیم میں رأس کے حلق اور قصر یعنی باقاعدہ استرہ سے مونڈنے یا قینچی سے کترنے کا اختیار اور پسند رأس کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصہ دونوں کے لئے یکساں مراد ہوگا تو **مُحَلِّقِیْنَ رُءُ وْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ** میں لوگوں کی پسند کی وسعت داڑھی اور سر کے اوپر کے بالوں اور داڑھی مونچھ دونوں میں حلق مونڈنے اور قصر یعنی کترنے کا ہر ایک آدمی کو اس کی پسند کے مطابق اختیار ہے۔ جو بھی شخص اپنی زیب و زینت جس طرح کرے۔

یوم حساب کے دن ان روایت ساز اماموں نے میزان (ترازو) پر اعمال کا وزن کرنا اور نیکیوں بدیوں کے وزن کے حساب سے جزاو سزا اور جنت و جہنم کا فلسفہ سارا کا سارا بھسم کر دیا۔ ان کے ثوابوں کے فرضی وعدوں سے حج کی وہ عدالتی حیثیت اور کارکردگی ختم ہوگئی۔ اب حج وعمرہ سود خور تاجروں، مترفین جاگیرداروں اور استحصالی اور کرپٹ حکمرانوں کے ماضی کے گناہوں کو بخشوانے اور مستقبل میں گناہوں کے بڑھ کر کرنے کی حوصلہ افزائی کا نشان بن گیا ہے۔ تو میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ یہ ایک عام سی انسانی طبعی رسم ہے کہ جب کسی کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے یا بڑے لیول پر کسی قوم کا کسی دوسری قوم اور قبیلہ سے مقابلہ ہو جاتا ہے، انہیں اس میں بڑا جانی نقصان ہو جاتا ہے، ان کے عزیز، پیارے اور قابل فخر لوگ قتل ہو جاتے ہیں تو ایسے موقعوں پر کئی لوگ جذبہ انتقام میں عہد کر بیٹھتے ہیں کہ جب تک میں یا ہم دشمنوں سے اپنا بدلہ نہیں لیں گے تو اس وقت تک اپنی حجامت نہیں بنوائیں گے۔ اس وقت تک اپنی زیب و زینت نہیں کریں گے، اتنے تک بالوں کو کنگھی بھی نہیں کریں گے۔ یہ ایک رواج تھا بلکہ آج بھی ایسا رواج پایا جاتا ہے جو تلاش کرنے سے مل جائے گا۔ میں اپنے مشاہدے کی بات کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ جب ان کا کوئی عزیز قتل ہو جائے کئی لوگ مثلاً مقتول کا باپ یا اس بیٹے یا بھائی آج کل بھی عہد کر لیتے ہیں کہ مجھ پر شیو کرنا یا زیب و زینت کرنا حرام جب تک بدلہ نہ لے لوں۔ تو حج کے اجتماع میں چونکہ ماضی کے جھگڑوں کے قصاص اور بدلہ کے فیصلے ہوتے ہیں دشمنیاں دوستیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ تو ان فیصلوں کو دل سے ماننے اور تسلیم کرنے



کے لئے قرآن نے فرمایا ہے کہ فیصلے تو ہو چکے اب وہ پرانے بدلوں اور انتقام کے لئے کیے گئے عہدو کو ختم کرو۔ حجامت کرو بال منڈواؤ یہ علامتیں ختم کرو اور مسجد حرام جو عدالت عالیہ ہے سپریم کورٹ ہے تمہارے انقلاب کا مرکز ہے اس میں داخل ہونے سے پہلے باقاعدہ زیب و زینت کے ساتھ شیو کر کے ہی داخل ہوں۔

محترم قارئین! آپ نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 196 کو بھی غور سے پڑھا ہوگا کہ جب اجتماع حج کے لئے فیصلہ اور عدل و انصاف لینے کے لئے آنے والے وفد کو دوران سفر اجتماع (عدالت) میں شرکت سے کوئی روک دیتا ہے تو قرآن کریم دشمنوں کی اس طرح کی جسارت کو اتنا سنگین قرار دیتا ہے کہ وفد کے ممبروں کو حکم دیتا ہے کہ دوران بندش اور گھیراؤ کے اپنے ساتھ لے جانے والے جانوروں میں سے جو فیصلہ کے دن کے لئے میزبانوں کے ہدیہ کے طور پر ساتھ ہوتے ہیں ان میں سے جو بھی مناسب سمجھو وہ اندر حصار تم کھا سکتے ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ابھی بندش کے عرصہ میں **لَاتَحْلِقُوْا رُءُ وْسَکُمْ** اپنی حجامت وغیرہ نہ بنانا جن لوگوں نے تمہیں عدالت کے اجتماع میں شریک ہونے میں رکاوٹ ڈالی ہے پہلے ان سے اس شرارت کا حساب چکایا جائے جس طرح کہ تمہاری رسم ہے اس لئے شیو وغیرہ بعد میں ہوگا پہلے رکاوٹ ڈالنے والوں سے حساب لیا جائے۔

محترم قارئین! اس روایت ساز اور فقہ ساز فارس کے امامی گروہ نے قسم کھائی ہے کہ احکامات قرآن کو ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ نہایت غیر عقلی ہو اور احکامات کو معقولیت کی بجائے صرف رسومات کا پلندہ بنایا جائے۔ اب اس حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے فلسفہ پر کتب احادیث میں باب لباس کے اندر دیکھیں کے کئی حدیثیں آپ کو ملیں گی۔ جن میں یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے بتاتے ہیں کہ میری امت کے مردوں پر دنیا میں ریشم کا کپڑا پہننا حرام کیا گیا ہے اور سونے کے زیور بھی مردوں پر حرام کیے گئے ہیں۔ غور کیا جائے کہ یہ چیزیں جنت کی زندگی میں مردوں عورتوں کو استعمال کرنا جائز ہے لیکن اِنہوں نے دنیا میں مردوں پر زیب و زینت کی وجہ سے ریشم اور سونا جعلی حدیثوں کے ذریعے حرام کیا ہے۔

محترم قارئین یہ حدیثیں فرمان رسول نہیں ہو سکتیں کیونکہ رسول تو دین کے معاملات میں وحی کے بغیر بات نہیں کرتے تھے۔ وحی تو صرف قرآن میں ہے اور قرآن

میں تو اس طرح کی بندش کا ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ کہیں کہ حدیث کا علم وحی خفی اور غیر متلو ہے اس لئے قرآن میں ہو نہ ہو حدیث میں ایسے احکامات کا ہونا ہی کافی ہے۔ تو بھی یہ ان کا جھوٹ ہے۔ کیوں کہ وہ وحی خفی اور غیر متلو ان کے بقول لازمی طور پر اللہ کی طرف سے ہے تو پھر اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اللہ علم غیب نہیں جانتا جو اس نے رسول کے زمانے میں سونے اور ریشم کو تو زیب و زینت کا نشان اور رواج دیکھ کر انہیں مردوں کے لئے حرام کر دیا لیکن اللہ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بیسویں اور اکیسویں صدی عیسوی میں زیب و زینت کے پیمانے بدل جائیں گے۔ ریشم کی جگہ کاٹن کے کپڑے باعث فخر اور زیب و زینت بنیں گے اور سونے کی جگہ ہیرے اور موتی زیب و زینت اور فخر کے نشان بنیں گے۔

مجھے کراچی میں کسی سرمایہ دار کا بنگلہ کسی دوست نے دکھایا جس کے باتھ روم کی پانی کی ٹوٹیاں، دروازوں کے کنڈے اور ہینڈل سونے کے تھے۔ تو میں نے اس سے پوچھا اب سونے کی عزت اور اہمیت تو نہیں رہی۔ اس نے کہا کہ ہاں اب ان کی عورتیں سونے کی جگہ ہیرے اور جواہرات کے زیور پہنتی ہیں اور مرد بھی ہیرے اور جواہرات اپنے گلے کی مالا میں فٹ کرا کر پہنتے ہیں۔ علاوہ ازیں میں نے خود ایک شادی کی تقریب میں ایک مرد کو گلے میں ہیروں اور موتیوں کا ہار پہنے ہوئے دیکھا۔ عجب ہے کہ وحی خفی اور غیر متلو کا علم ان کو حرام بنانے سے بے خبر رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کہ فقہی اماموں نے اس پر کوئی فقہ بنایا ہو۔ کیا کریں کہ قرآن کے دشمنوں کی آنکھوں میں پانی کا کوئی قطرہ ہی نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں نے محترم رسول علیہ السلام کو فتح مکہ کے وقت اپنی حدیثوں کے ذریعے ایک دعا تعویذ اور دم کرنے والا چھوف کر کے پھونکیں دے کر ایک خانقاہی پیر کی طرح دکھایا ہے۔ جبکہ فتح مکہ کا موقع پر رسول اللہ ایک فاتح کمانڈر کی حیثیت سے اس وقت حکمران حجاز بھی تھے مکہ میں داخل ہوئے۔ امام مافیا اس وقت کے رسول اللہ کو ایک پیر کی طرح دکھاتے ہیں۔ یہ حدیث مشکوٰۃ والے نے ابوداؤ سے نقل کرتے ہوئے لکھی ہے جو باب الترجل کے فصل الثالث میں ہے۔ **ترجل** کا معنی ہے بالوں کو کنگھی دینا حدیث ہے کہ **لما فتح رسول اللہ المکہ جعل اهل مکه یاتونه بصبیانهم فیدعولهم بالبرکة ویسمح رئوسهم**۔ یعنی فتح مکہ کے دن اہل مکہ رسول کے پاس اپنے بچے لا رہے تھے اور رسول ان کو برکت کی دعائیں دے کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے جا رہے تھے۔



ملاحظہ فرمایا! ایک فاتح کمانڈر کا تعارف امامی روایت کے حوالہ سے کس طرح کرایا جا رہا ہے؟۔ جبکہ آج کے دور میں پاکستان کا صدر جنرل مشرف جو خود کو آل رسول بھی ڈکلیئر کرتا ہے۔ اس کے پاس تو لوگ اپنے بچوں کو دم کرانے کے لئے نہیں لے جاتے۔ تو اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اہل حدیث اہل فقہ اور اہل تصوف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بجائے ایک انقلابی حکمران کے ایک درگاہی پیر کے طور پر دنیا والوں سے متعارف کرانا چاہتے ہیں اور ان کی سردار شاہی اور جاگیرداریت اور سرمایہ داریت کش، انقلابی حیثیت اور تعارف کو چھپانا چاہتے ہیں۔

## ﴿ کھڑے ہو کر کھانا جائز ہے ﴾

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی حدیثیں بخاری اور مشکوٰۃ و مسلم کی کتاب الاشربہ میں لائی گئی ہیں۔ جن میں ممانعت کا اس حد تک ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی بھولے سے بھی کھڑے ہو کر پانی پئے اور درمیان پینے کے اسے یاد آ جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پی رہا ہوں جو کہ ممنوع ہے۔ تو وہ اس وقت تک پیا ہوا پانی قئے کر کے نکال دے۔ کتاب مسلم کے باب **فی الشرب قائما** صفحہ 173 حصہ دوم مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

ایک حدیث قتادہ کی صحابی رسول محترم انس سے لائی گئی ہے کہ رسول اللہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ تو قتادہ نے محترم انس سے سوال کیا کہ اگر پینا کھڑے ہو کر ممنوع ہے تو کھانے کے لئے کیا حکم ہے۔ تو محترم انس نے فرمایا کہ **ذاك اشر او اخبث** یعنی کھانا تو پینے سے بھی زیادہ شر سے بھرا ہوا فعل ہے یا فرمایا کہ کھانا تو پینے سے بھی زیادہ خبیث عمل ہے۔ جناب عالی! آپ بخوبی جانتے ہوں گے کہ علماء اسلام کھانے پینے کے آداب میں اس طرح کی احادیث سے کھڑے ہو کر کھانے پر کتنی بندش لگائے ہوئے ہیں کہ شادیوں، دعوتوں یا اکیلے گھر میں یا کہیں بھی ان کی امامی فقہوں اور حدیثوں کے حوالے سے کھڑے ہو کر کھانے پینے پر از روئے شرع سخت بندش لاگو ہے۔ حدیث سازی پر امام کہلانے والوں اور ان حدیثوں پر فقہ بنانے والے امام کہلانے والوں کے لئے قارئین خود سوچیں۔ اصل میں یہ لوگ اپنی طرف سے ایسی خلاف قرآن روائتیں اور فقہی احکامات گھڑ کر لوگوں کے اوپر بند باندھ کر انہیں ایسا جکڑ رہے ہیں کہ شریعت گویا

ان کے لئے وبال بن جائے۔ عجیب بات ہے کہ بخاری میں حضرت علیؓ سے کھڑے ہوکر پانی پینے کی روائتیں نقل کی گئیں ہیں۔ یعنی یہ عدم جواز وہاں علی کے لئے ٹوٹ جاتا ہے اور خود رسول اللہ کے لئے زم زم کا پانی کھڑے ہوکر پینے کی بھی حدیث لائی گئی ہے۔ وہاں بھی ایسی بندش والی حدیثیں گویا لاگو نہیں کرتے اور جواب میں شیوخ الحدیث فرماتے ہیں کہ یہ رسول کی یا زم زم کے پانی پینے کی خصوصیت ہے۔

محترم قارئین! یہ مقام بھی قابل غور ہے کہ جس امت کے قوانین اور آداب میں مخصوص افراد کے لئے خصوصیت کی بنا پر استثنا ہوگی تو ایسے معاشرہ کی کیا درگت بنے گی اور یہ قوانین اور آداب میں تضاد کی نشانی ہے۔ یہ امامی قوانین اور روایات خلاف قرآن ہیں کیونکہ اللہ نے تو صاف صاف فرمایا ہوا ہے کہ **اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْكَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا** 4/82 غیر قرآنی اشیاء، غیر الٰہی احکامات اختلافات کا پلندہ ہوتے ہیں اور ان کے مقابل احکامات الٰہی میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہوتا۔ سو آیئے قرآن حکیم سے کھانے کے آداب کے سلسلہ میں معلوم کریں کہ کھڑے ہوکر کھانے پینے کے لئے کیا حکم ہے؟ تو سورۃ نساء کی آیت نمبر 4 میں فرمایا کہ

**وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا** یعنی اپنی عورتوں کو وعدے کے مطابق ان کے مہر بغیر کسی بدلے اور معاوضے کے دے دو اور وہ اگر اس میں سے اپنی خوشی سے کسی کو کچھ چھوڑ دیں اور واپس کریں تو اسے خوشی سے گفٹ سمجھ کر کھاؤ اور یہ کھانا بھی ایسے جیسے کہ گھوم گھوم کر کھائیں اور خوشی سے جھوم جھوم کر کھائیں۔ تہنیت کے معنی رضا خوشی کی حالت میں دیا ہوا تحفہ کے ہیں۔ **مَّرِیْٓـًٔا ، مَرَرْتُ، مر** یہ گھومنے پھرنے اور چلنے کے معنی میں آتا ہے۔ ہم نے دیکھنا یہ تھا کہ کیا قرآن کھڑے ہوکر کھانے پینے کی اجازت دیتا ہے؟ لیکن قرآن نے **علی سبیل الترقی** فرمایا کہ نہ صرف کھڑے ہوکر کھاؤ بلکہ گھومتے پھرتے بھی کھاؤ اور وہ بھی خوش ہوکر موج میں آکر چکر کاٹتے ہوئے کھاؤ۔

لیکن پیش کردہ حدیث میں جب حضرت انس سے سوال کیا گیا کہ اگر کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے تو کھانے کے متعلق کیا حکم ہے تو جواب میں فرمایا کہ وہ زیادہ **اخبث** ہے یعنی وہ تو زیادہ برا ہے۔ تو یہاں قرآن میں جب کھانے کے لئے گھوم پھر کر کھانے کی



اجازت دی گئی ہے تو پینے کے لئے اس طرح کی اجازت تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگی؟

محترم قارئین! یہ کھانے کے لئے بیٹھنے کی پابندی اور ساتھ پانی کے لئے بھی بیٹھ کر پینا اور اوپر سے یہ بھی کہ ایک گلاس پینے کے درمیان تین بار وقفہ کرنا اور یکبارگی میں نہ پینا اس طرح کی روایات پر غور کریں گے تو یہ حقیقت سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ اسلام نے جو مومنوں کی سپاہیانہ تربیت کی ہے یہ اہل فارس کے شکست خوردہ امام مافیا نامی دانشور اپنی من گھڑت روایتوں سے اور فقہ سے قرآن کے دیئے ہوئے کلچر سے چن چن کر وہ مجاہدانہ سپاہیانہ اوصاف کو اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں۔ جن میں مورچہ بند سپاہی اگر پانی کا ایک گلاس پینے میں تین وقفوں کا اہتمام کرے تو اسی اثنا میں دشمن کے وار سے مورچہ سمیت اڑا دیا جائے۔ سو عرض ہے کہ امام مافیا کی روایتوں اور فقہ کو قرآن کی چھانٹی میں چھان پھٹک کر چیک کرنا ضروری ہے۔ دشمن جب امت مسلمہ سے میدان جنگ میں شکست کھا چکا ہے تو اب اس کا جوابی وار امت کے اس علم اور فلسفہ پر ہے جس میں اللہ کا حکم ہے کہ اپنے مال، کنبہ اور املاک سے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبت نہ رکھو 9/24 اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم زمین کو چمٹ گئے ہو اور انقلاب کو کامیاب کرنے کے لئے لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے 9/38۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ روایاتی امامان فارس کا عطا کردہ علم اور فقہ ہم سے یہ قرآنی علم چھین رہا ہے جس نے خاک نشینوں کو فولاد بنا دیا تھا۔

محترم قارئین! آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ان فارسی اماموں نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کے لئے جو فقہی قانون بنائے ہیں اس میں بھی انہوں نے ہمارے عدالتی قوانین میں یہ ایک بیہودہ قسم کا قرآن کے مخالف قانون بنایا ہوا ہے کہ جو شخص بازار میں چلتے پھرتے کھائے گا تو اس کی عدالت میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اب اس اجتہاد اور واہیات استدلال پر غور کیا جائے تو با قاعدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ فارس کے فقہ ساز اور روایت باز امام اس طرح کی فضول اور من گھڑت پابندیوں سے اسلامی عدالتی نظام کو مفلوج بنانے کی بھی انہوں نے سازش کی ہے۔ ان کی یہ امامتی من مانیاں اس لئے قانون کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے کہ مسلم امت اپنی سماجی و معاشرتی اخلاقی معاشی رہنمائی کے لئے قانون سازی قرآن سے نہیں کرتی۔ اس لئے اب معاملات میں عدالتوں میں جو گواہوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اسے مفلوج اور معطل کرنے کے لئے اس امام مافیا نے چلتے پھرتے کھانے والے کو گواہی کے لئے

نااہل قرار دیا ہے۔اس طرح کی فقہ سازی کے پس منظر پر غور کریں گے تو یہ مسلم امت کے نظام عدلیہ پر اہل فارس کا بڑا وار ثابت ہوتا ہے۔ جس سے ہمارے سارے جج پریشان ہیں کہ مقدموں میں جو گواہ پیش کیے جاتے ہیں آیا وہ مذکورہ بالا پابندی کی وجہ سے گواہی کے ترازو پر پورا اترتے ہیں یا نہیں۔جس کی وجہ سے مقدمات کے فیصلے متأثر ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆